ختم نبوت فورم یورپ مانچسٹر

کی ایک تاریخی پیشکش

مرزا غلام احمد قادیانی

اپنی عادات، پیش گوئیوں اور کردار کے آئینہ میں

اثر خامہ

محقق العصر جسٹس ڈاکٹر علامہ خالد محمود دامت برکاتہم

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

شائع کردہ: محمود پبلیکیشنز اسلامک ٹرسٹ لاہور

جامعہ ملیہ اسلامیہ محمود کالونی لاہور

ختم نبوت فورم یورپ مانچسٹر
کی ایک تاریخی پیشکش

مرزا غلام احمد قادیانی

اپنے کردار، حالات اور پیش گوئیوں کے آئینہ میں

اثر خامہ
محقق العصر جسٹس ڈاکٹر علامہ خالد محمود دامت برکاتہم
ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

شائع کردہ: محمود پبلیکیشنز اسلامک ٹرسٹ لاہور
جامعہ ملیہ اسلامیہ محمود کالونی لاہور

نام کتاب	مرزا غلام احمد قادیانی اپنے کردار، حالات اور پیش گوئیوں کے آئینہ میں
تالیف	محقق العصر جسٹس ڈاکٹر علامہ خالد محمود دامت برکاتہم ڈائریکٹر اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر
کمپوزنگ	رفاقت حسین مرحوم۔ تاج کمپوزنگ سنٹر، اُردو بازار لاہور
ٹائیٹل ڈیزائنر	محمد عامر۔ اُردو بازار لاہور
صفحات	۴۴۸
اشاعت	۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء

شائع کردہ	محمود پبلیکیشنز اسلامک ٹرسٹ لاہور جامعہ ملیہ اسلامیہ محمود کالونی (شاہدرہ) لاہور

ملنے کے پتے

۱۔ جامع مسجد ختم نبوت کلاں محمود کالونی شاہدرہ لاہور۔

۲۔ جیلانی اکیڈیمی، خیبر بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔

۳۔ عطاء الرحمٰن۔ دار المعارف، 1/3 دیو سماج روڈ سنت نگر لاہور

۴۔ اسلامک اکیڈیمی آف مانچسٹر 0161-273-1145

Jamia Islamia Stockport Rd, Manchester

فہرست مضامین

مرزا غلام احمد کی ترمیم شریعت ۱۹۳

مقدمہ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد.

قادیانی سربراہ مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب (انڈیا) کا رہنے والا تھا۔ اسکے مذہبی پیروؤں کو قادیانی کہتے ہیں۔ پاکستان میں یہ لوگ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے ہیں۔ پہلے ان کا صدر مقام ربوہ ضلع جھنگ تھا۔ اب ربوہ کا نام چناب نگر کردیا گیا ہے اور یہ اپنا صدر مقام اب انگلستان کو بنا چکے ہیں۔

؎ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

قادیانیت ایک مشنری مذہبی تنظیم ہے اور یہ لوگ مسلم حلقوں میں اپنے خفیہ پیراؤں سے مسلمانوں کو اپنے عقائد پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ کون کون مسلم نوجوان انکے زیر تبلیغ ہے اور نہ ہی اپنے ان نوجوانوں کو ان کی اس خفیہ واردات کی خبر ہوتی ہے۔ اُنہیں اس خفیہ کاروائی سے بچانا ہمارا فرض ہے۔ ہم اس کے لئے اس تحریک کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنا تعارف دس مختلف پہلوؤں سے کرائے دیتے ہیں۔

اس مختصر مقدمہ میں پہلے ہم اپنے نوجوانوں کو چند مختصر نصیحتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کو ذہن نشین کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور انہیں اپنا ایمان بچانے کی پوری ہمت دے۔ آمین۔

۱...... قادیانیوں کو مذہبی گفتگو کی عجیب ٹریننگ دی جاتی ہے اور ہمارے

عوام ان کی اس خفیہ چال کو سمجھتے نہیں۔ وہ اُنہیں نماز پڑھتے دیکھ کر مسلمان سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اُن کا پیرایہ تبلیغ یہ ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کو امام مہدی کے بارے میں کسی علمی بحث میں لگادیں اُن کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ لوگ مرزا غلام احمد سے کچھ تعارف نہ کر پائیں۔ ہمارے مسلمان بھائی جب بھی مرزا غلام احمد کے بارے میں کچھ پوچھ لیتے ہیں تو یہ جھٹ اُنہیں قرآن و حدیث کے کسی موضوع پر لے آتے ہیں۔ اُنہیں اُن کی جماعت کی طرف سے پوری ٹریننگ دی جاتی ہے کہ مسلمانوں میں مرزا غلام احمد کا کوئی مفصل تعارف نہ ہو پائے۔

۲...... ہمارے نوجوان اگر کبھی قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد لاہور کی کس دکان سے شراب منگواتا تھا تو وہ کبھی اس سوال کا براہِ راست جواب نہیں دیں گے الٹا انہیں قرآن و حدیث کی کسی بات پر لگادیں گے جسکی فنی تعلیم انہوں نے حاصل نہ کی ہو۔ ایسے موقع پر ہمارے نوجوانوں کو کھلے طور پر کہہ دینا چاہئے کہ ہم اپنے مذہب کے عالم نہیں ہیں۔ ہم ضرورت کے وقت اپنے علماء سے مسئلہ پوچھ لیتے ہیں اور عمل کر لیتے ہیں اور بس۔ ہمارے عقیدے میں عالم پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے بتائے مسئلے پر عمل کر لینا کوئی ناجائز کام نہیں ہے۔ تمہیں بھی اگر ضرورت ہے تو ہمارے علماء سے جا کر پوچھو۔ ہمیں اگر کچھ بتانا ہے تو مرزا غلام احمد کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کس دکان سے شراب منگواتا تھا۔ ہم نے تو سنا ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اُن کی ضرورت کے لئے برانڈی منگوا دیتا تھا۔

۳......قادیانی مبلغ کبھی یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارا اور مسلمانوں کا اصل اختلاف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پاگئے یا وہ ابھی زندہ ہیں۔ جب تک تم اس پر فیصلہ نہ کرلو ہم مرزا غلام احمد پر اٹھائی گئی کسی بات کا جواب نہ دیں

گے۔ آپ جواباً کہہ سکتے ہیں کہ سرسیّد احمد خان بھی تو وفاتِ مسیح کا عقیدہ رکھتے تھے لیکن قادیانی آخرت میں اُنہیں لائق نجات کیوں نہیں سمجھتے۔ ایسا کیوں ہے؟ یہ اس لئے کہ اُنہوں نے مرزا غلام احمد کو مسیح موعود نہ مانا تھا۔ کیا اس سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ فریقین میں اصل مسئلہ وفاتِ مسیح کا نہیں بلکہ مرزا غلام احمد کا ہے کہ وہ خدا کا مقرر کردہ امامِ وقت ہے یا نہیں؟

۴...... قادیانیوں کی اس واردات سے نکلنے کے لئے ہمارے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ بھی مرزا غلام احمد کے عمل و کردار پر اسی طرح ڈٹیں جس طرح وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی حیات و وفات کی بحث میں مرزا غلام احمد کو چھپا کر رکھتے ہیں۔

قادیانی مبلغین نے اپنے نوجوانوں کو جو نماز تک کا صحیح ترجمہ نہیں جانتے۔ یہ سکھا رکھا ہوتا ہے کہ تو فی باب تفعل میں ہو۔ فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو تو اسکے معنی سوائے موت کے اور کچھ نہیں آتے۔ کچھ علم نہ رکھنے کے باوجود ان قادیانیوں کا باب تفعل سے بحث کرنا صرف اس لئے ہوتا ہے کہ اُنکی بحث مسلمانوں سے بالکل بے نتیجہ رہے۔ اختلاف کے اصل کردار مرزا غلام احمد پر کوئی اُنگلی نہ اُٹھ سکے۔ وہ جاہل اتنا نہیں سمجھتے کہ کسی زبان کی گرامر میں خدا کو کوئی قانونی حیثیت نہیں دی جاتی۔ بھلا دہریہ لوگ (جو خدا کو نہیں مانتے) کسی زبان کے ماہر نہیں ہوسکتے؟ کسی زبان اور اس کے قواعد کو ماننے کے لئے کیا خدا کو درمیان میں لانا ضروری ہے؟ اب آپ ہی غور کریں کیا کسی دہریہ کے ساتھ یہ باب تفعل کی بحث چل سکے گی؟ وہ تو خدا کو مانتا ہی نہیں وہ کیسے مانے گا کہ توفی کا فاعل اگر خدا ہو، مفعول ذی روح ہو تو سوائے موت کے اس کا کوئی معنی نہ ہوسکے گا۔

توفی کا معنی موت اس کا حقیقی معنی نہیں ہے۔ یہ اس لفظ کا ایک مجازی معنی ہے۔ قرآن کریم میں حیات کے مقابل لفظ موت آتا ہے۔ امات واحی...... یحیی ویمیت...... خلق الموت والحیوٰة۔ لفظ توفی جب بھی موت کا معنی دے گا یہ معنی مجازی ہوگا۔ جب تک کوئی لفظ کہیں مجازی معنی دے اس وقت تک اس لفظ کے اپنی جگہ ایک حقیقت ہونے کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ جب کوئی لفظ اپنے مجازی معنی میں استعمال ہو تو یہ خود اس بات کا اقرار ہے کہ کوئی اسکی حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے۔ کوئی ٹہنی اپنی جڑ کے بغیر کبھی زندہ تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ آپ عربی ادب جاننے والوں سے پوچھیں کہ جب یہ لفظ موت کے معنی میں آئے تو یہ مجاز ہے یا حقیقت۔ آپ کے سامنے ساری بات کھل جائے گی۔

جو لوگ عربی ادب سے واقف نہیں اُن سے قادیانیوں کی توفی کی بحث محض اس لئے ہوتی ہے کہ بات کہیں ختم نہ ہوسکے۔ قادیانیوں کی اس قسم کی باتوں سے نکلنے کے لئے ہمارے عوام کو چاہئے کہ جس طرح بھی بن پڑے اُنہیں قرآن وحدیث کے علمی مباحث سے نکال کر مرزا غلام احمد پر لائیں تاکہ اسکی شخصیت اور اس کے کردار پر گفتگو چلے اور لوگ جان سکیں کہ وہ شراب لاہور کی کس دکان سے منگواتا تھا اور یہ کہ مقوی دوائیں حاصل کرنا اس کی پرانی عادت کیوں تھی۔

تاہم مرزا غلام احمد کی ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھیں اور جب کبھی کوئی قادیانی اس پر زور دے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات و وفات ہی ہمارا بنیادی مسئلہ ہے تو آپ اُنہیں مرزا غلام احمد کی یہ عبارات دکھادیں اور اسے مجبور کریں کہ وہ کوئی بات کرے تو مرزا صاحب پر ہی کرے۔ کیونکہ اسی کے آنے اور نبوت کا دعویٰ کرنے سے حضورؐ کی اُمت کو چودھویں صدی پر ختم کرکے آئندہ اس جگہ ایک

نئی امت لائی گئی ہے۔

☆......مرزا غلام احمد کے ہاں مسئلہ نزول مسیح کی حقیقت کیا تھی؟

اس کے لیے یہ حوالہ ہمیشہ ذہن میں رکھیں

مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو ہماری ایمانیات کا کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کوئی ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کوئی کامل نہیں ہو گیا اور پیشگوئیوں کے بارے میں ضروری نہیں کہ وہ اپنی ظاہر صورت میں ہی پوری ہوں۔

(ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۴۱۔ رخ۔ ج ۳ ص ۱۷۱)

☆......نبیوں کی تصدیق کا آسمانی نشان کس طرح کا ہونا چاہیے

جب کسی پیشگوئی کے لئے ضروری نہ ٹھہرا کہ وہ اپنی ظاہری صورت میں بھی پوری ہو تو اسے کسی نبی کی تصدیق کا نشان نہیں بنایا جاسکتا الا یہ کہ وہ اپنی ظاہری صورت میں پوری ہو ایسا نہ ہو تو عام لوگ کب تک اس کی حقیقت کھلنے کا انتظار کریں گے کئی اسی دوران اپنے سفر آخرت پر روانہ ہو جائیں گے اور وہ پیشگوئی وہیں لٹکتی رہ جائے گی۔

قرآن کریم نے پہلے جن پیغمبروں کا تعارف کرایا ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنی کسی پیشگوئی کو اپنا نشانِ صداقت نہیں ٹھہرایا۔ خدا اُن سے جو وعدہ کرے وہ ضرور اُسے پورا کرتا ہے لیکن وہ اپنا کوئی عہد لوگوں کے سامنے اپنے نشانِ صداقت کے طور پہ نہیں رکھتے۔ انبیاء کے اس مجموعی کردار کے خلاف

مرزا غلام احمد اپنی پیشگوئیوں کو عوام کے سامنے اپنے نشانِ صداقت کے طور پر پیش کرتا رہا ہے اور جب ضرورت ہوئی اس کا خدا اس کی پیشگوئی میں کوئی خفیہ شرط لگا کر اسے کالعدم کر دیتا تھا اور مرزا صاحب اپنے رب کی ان عنایات سے ہر دفعہ جیت جاتے تھے۔ قرآن کریم میں پیغمبروں سے کئے گئے وعدے کو اس طرح بتایا گیا ہے۔

فلاتحسبنّ اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللّٰہ عزیز ذوانتقام.

(پ۱۴، ابراہیم ۴۷)

ترجمہ: بس اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے اور پورا بدلہ لینے والا ہے۔''

سو کسی وعدے کا پورا اترنا صرف اس طرح انسانوں کے لئے فائدہ مند ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے ظاہر میں پورا ہوتا نظر آئے

یہ ان وعدوں میں سے ہے جو اپنے نشان صدق کے طور پر پیش کئے گئے ہوں مسلمانوں کے لئے قادیانیوں کے خلاف سب سے بڑا کامیاب ہتھیار یہی ہے کہ قرآن و حدیث کے علمی مباحث سے یکسر علیحدہ رہ کر غلام احمد کو براہِ راست اسکی ان پیشگوئیوں سے سمجھنے کی کوشش کریں اور بطور انسان اسکی زندگی اور کردار پر غور کریں۔ اسکی غیر شریفانہ زبان اور اسکے خلاف دیانت لین دین پر ذرا تنقیدی نظر کریں تو آپ کو اس میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نظر آجائے گا۔

آسمانی منصب کے حاملین دماغی محنت میں نہیں ڈالے جاتے

☆......پھر یہ بھی پیش نظر رہے کہ آسمانی عہدے دماغی محنتوں سے حاصل نہیں کئے جاتے۔ یہ عنایت الٰہیہ سے چلتے ہیں۔ آپ مرزا غلام احمد کو دماغی مشقت میں بری طرح گھرا پائیں گے۔ نبوت انبیاء کے دلوں پر اُترتی

ہے۔ البتہ جھوٹے دعویٰ نبوت اور سازشیں ہیں جو دماغی سوچ و بچار سے ترتیب پاتی ہیں۔

ایک مضمون پر نہ ٹھہرنے کا عام چلن

☆......قادیانی نوجوانوں کا ایک بڑا ہتھیار یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک مضمون پر جم کر بات نہیں کرتے۔ ایک بات سے نکل کر اچانک سی دوسری بحث میں جانکلنا انکا ایک بڑا شعبدہ ہوتا ہے۔ اُنکے معیار کا کوئی شخص اُن کو پکڑ نہیں سکتا۔ وہ سمجھنے لگتا ہے شاید میں اُنکے گہرے علوم تک رسائی نہیں پارہا اور حقیقت یہ ہوتی ہے کہ قادیانی صرف خلط بحث کے سائے میں باتیں بناتے چلے جاتے ہیں۔ اور عام سننے والے یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ قادیانی مبلغین نے انہیں خوب تیار کررکھا ہے۔

ہم ان نوجوانوں کو جو کچھ سیکولر تعلیم رکھتے ہیں مگر وہ مذہبی مباحث میں کبھی نہیں پڑے یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ کبھی دینی اور دنیوی تعلیم میں دل و دماغ کے اپنے اپنے عمل (فنکشن) پر بھی غور کریں۔ دنیوی امور، دماغ و تجربات اور اُن کے نتائج و مشاہدات سے چلتے ہیں اور دینی تعلیم نبوت کے سایہ میں چلتی ہے۔ دین میں اعمال کے پیمانے وحی کے گرد گھومتے ہیں۔

☆......استدراک

ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ خیال گذرے کہ دنیا میں مدعیان اسلام میں سے بھی تو ہزاروں لوگ شراب پیتے ہیں۔ اور لین دین کے معاملات میں بددیانتی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ کیا ان میں سے کسی کے خلاف کبھی کہیں یہ بات چلی کہ اس موضوع پر مناظرہ ہو کہ فلاں شخص کوئی شریف آدمی تھا یا کوئی اوباش شخص تھا؟ اس کا جواب ہر جگہ نفی میں ہی ملے گا۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر مرزا غلام

احمد کے بارے میں ہی یہ بحث کیوں چلے کہ وہ شراب پیتا تھا یا یہ کہ وہ معاملات میں کوئی دیانتدار شخص نہ تھا۔ قادیان میں لنگر کا انچارج ہونے میں اس کے اپنے پیرو بھی اس سے خوش نہ تھے۔ کیا اور کئی لوگ شراب نہیں پیتے ان پر بحث کیوں نہیں ہوتی۔

عام شراب خوروں کے کردار پر کیوں بحث نہیں کی جاتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان عام شراب خوروں میں سے کسی نے بحالت صحت بقائمی ہوش وحواس دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ یہ خدا ہونے کا دعویٰ بھی کریں تو کوئی ان کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ مرزا غلام احمد کا شراب پیتا اس لئے زیر بحث آنا چاہئے کہ وہ نبی ہونے کا مدعی ہے۔ مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے اور ہندوؤں میں ردر گوپال ہونے کا مدعی ہے۔ پاکیزگی کے اس دعویٰ کے ساتھ شراب نوشی کوئی لگا نہیں کھاتی اور نہ کسی آسمانی مامور کے لئے یہ کہیں زیبا ہے کہ وہ معاملات اور لین دین میں کہیں خلاف دیانت چلے۔ یہ وہ وجوہ ہیں جن کے ساتھ مسلمانوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کے پیروؤں کے ساتھ اس بات پر مناظرہ کرنے کی بجائے کہ وہ مسیح موعود یا مطلق نبی یا جری اللہ تھا یا نہیں۔ پہلے اس پر گفتگو کریں کہ وہ شراب پیتا تھا یا نہیں اور اپنے حلقے کے لوگوں کے لئے وہ برانڈی منگواتا تھا یا نہیں؟

ہماری اس تفصیل سے قارئین جان چکے ہوں گے کہ اصل بات مسلمانوں کا عقیدہ ختم نبوت ہے۔ جس کی حفاظت کے لئے یہ بحث چلتی ہے کہ مرزا غلام احمد شراب پیتا تھا یا نہیں؟ مرزا غلام احمد کی وجہ سے یہ بحث نہیں چلی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ورنہ ایسے مدعیان نبوت تو ہزاروں ہوتے ہیں جن کے بارے میں عام لوگوں تک کو

معلوم ہوتا ہے کہ وہ مراق یا مالیخولیا کے مریض ہیں یا لوگ اُن کو برسر عام پاگل یا حواس باختہ اور عقل رفتہ کہتے ہیں۔

جب یہ پتہ چلا کہ قادیانیت پر گفتگو بھی اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی ہی ایک کڑی ہے تو ہم نے مناسب سمجھا کہ اپنے نوجوانوں کی ذہنی تربیت کے لئے پہلے اُنہیں اسلام کے مقامِ نبوت سے کچھ آشنا کریں اور نبوت کے چند بنیادی نقوش اس طرح اُنکے سامنے رکھے جائیں کہ پھر کسی کم ظرف کو کسی طرح جرأت نہ ہو سکے کہ وہ ظرف نبوت میں کسی ایسے کردار کو اُتار سکے جو اپنے اندر کوئی بھی اخلاقی صفت نہ رکھتا تھا اور پلومر کی دکان سے شراب منگواتا تھا۔

فسوف ترى إذا انكشف الغبار...... أفرس تحت رِجلك ام حمار

ہمارے نوجوان جب کہتے ہیں کہ تم مرزا صاحب کے کردار پر کچھ بات کرو تو وہ بسا اوقات کہتے ہیں کہ آپ لوگ قرآن وحدیث سے کوئی بات کیوں نہیں کرتے اس کا اصولی جواب تو وہی ہے جو ہم پہلے گذارش کر چکے تاہم ایسی کبھی نوبت آجائے کہ ہمارے آدمیوں کو ان سے قرآن وحدیث کے کسی مبحث پر بات کرنی پڑے تو وہ اس میں یہ شرط ضرور رکھیں کہ قرآن وحدیث سے استدلال فہم امت کی روشنی میں کیا جائے جن لوگوں میں قرآن اترا تھا اور جن میں پہلے دور میں سنت پھیلی تھی قرآن وحدیث کو سمجھنے میں ہم ان کے فہم کے تابع رہیں گے اگر وہ یہ شرط لکھ دیں تو پھر آپ قرآن وحدیث کے کسی مبحث میں ان سے بات کرنے کی بیشک اپنے علماء سے ضروری تربیت لے لیں۔

ہم یہاں اس تالیف میں پہلے انشاء اللہ العزیز اس پر بحث کریں گے کہ نبوت کے عالی مقام حاملین کس طرح ظاہر کی پاکیزگی، فسادنیت سے دل کی حفاظت، باطنی شرم وحیا اور لوگوں کو رب کے قریب کرنے کی لازوال فکر سے قلباً

اور قالباً مستنیر ہوتے ہیں یہاں تک کہ کوئی علمی یا اخلاقی گراوٹ اُن کے قریب نہیں پھٹکتی۔ وہ عام افراد انسانی میں قدرت کا نفیس انتخاب ہوتے ہیں۔

ہمارے اس بیان کا رخ صرف مسلمانوں کی طرف ہے۔ قادیانی اس باب میں ہمارے مخاطب نہیں ہیں۔ نہ قادیانیت کو سمجھنے کے لئے ہم کسی پیرایہ میں قرآن و حدیث کے علمی مباحث میں اُترنا چاہتے ہیں ہمارے مسلمان طلبہ مقام نبوت کے ان بنیادی نقوش کو سمجھ کر جب مرزا غلام احمد کی زندگی اور کردار پر کچھ بھی غور کریں گے تو اُنہیں اس کے اندر اندھیرے کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

قادیانی مرزا غلام احمد کے لئے جس نبوت کے مدعی ہیں یہ وہ نبوت نہیں جو پہلے اور نبیوں کو ملتی رہی بلکہ یہ ایک نئی قسم کی نبوت ہے جو ان کے بقول مرزا غلام احمد کو حضور ﷺ کی پیروی سے ملی ہے اس پر مسلمانوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کی شخصیت کو عوام کے سامنے لائیں کہ کیا اس کے کردار میں کوئی ایک بات بھی ملتی ہے جس میں حضور ﷺ کی سیرت کی کوئی جھلک ہو سواس کے لئے ہم نبوت کے کچھ نقوش اپنے قارئین کے سامنے لا رہے ہیں۔

اس کے بعد کے جو مضامین ہیں اُن میں ہمارا روئے سخن زیادہ قادیانی نوجوانوں اور ان کے طلبہ کی طرف ہے جو اپنے ماں باپ کے غلط پیرایۂ تربیت سے اپنی اصل چھوڑ چکے ہیں اور ہم سے (اُمت مسلمہ) سے بطور ایک جماعت کے منہ موڑ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان حقیقتوں کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُمت مسلمہ قادیانی نوجوانوں کے پھر اپنی اصل پر لوٹنے سے اپنی متاع گم گشتہ کو پھر سے پالے۔

قرآنی علوم اور تحقیقات حدیث کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ علماء ان پر پوری عمر لگانے کے باوجود بھی اپنے میں بہت تشنگی محسوس کرتے ہیں۔ پہلے اکابر

مفسرین قرآن اور شارحین حدیث نے اپنے اسفار علوم میں قرآن و حدیث میں جتنے نکتے اُٹھائے وہ اُنہیں پوری محنت سے پڑھتے ہیں۔ اور پھر اس جدوجہد میں اللہ تعالیٰ اُن پر اور بھی بہت سی راہیں کھول دیتا ہے۔

والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا وان اللّٰه لمع المحسنین.

ترجمہ: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں محنت کرتے ہیں ہم اُن پر اپنی تمام راہیں کھول دیتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے۔''

قادیانی مربی اپنے زیر تربیت طالبعلموں کو پہلا سبق یہ دیتے ہیں کہ قرآن سمجھنے کے لئے پہلے مفسرین کی تحقیقات کی کوئی ضرورت نہیں۔ سو ان کا مطالعہ نہ کرو اور مطالعہ حدیث میں یہ اُصول یاد رکھو کہ ہر وہ حدیث جو مرزا صاحب کی وحی سے ٹکرائے وہ کبھی صحیح نہیں ہوسکتی۔ اُن کے ہاں اثباتِ روایت اسناد سے نہیں ہوتا۔ یہ وہ راہ ہے جو علماء اسلام میں تحقیق دین میں بارہ صدیوں سے چلی آرہی تھی۔ قادیانیوں نے اسے اپنے ہاں یکسر لپیٹ کر رکھ دیا ہے اور یہ بات ہمارے عام نوجوانوں سے ابھی تک مخفی ہے۔ رہی بات قرآن کی تو اس میں بھی یہ اپنے لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ قرآن سمجھنے میں ہمارے لئے کوئی طے شدہ کھلی راہ نہیں۔ اگر ایک شخص عربی بھی جانتا ہو، اخلاص بھی رکھتا ہو تو وہ قرآن سمجھنے میں بارہ سال تک بھی نہ سمجھنے والا رہ سکتا ہے۔ جس طرح کہ مرزا غلام احمد براھین احمدیہ لکھتے وقت اس بات سے کلی طور پر بے خبر رہا کہ قرآن پاک کی تیس آیات حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات کی خبر دے رہی ہیں۔ تو گویا قرآن بھی ان کے ہاں کسی استدلال کے لائق نہ رہا۔ ان قادیانیوں کے ہاں پھر وہی وحی قول فیصل ٹھہرتی ہے جو مرزا غلام احمد پر آئی اور خود مرزا غلام احمد کو بھی اسی پر اپنے سارے عقیدے بدلنے پڑے۔

اب ہمارے نوجوانوں کے لئے ایمان کی سلامتی کی بس یہی راہ ہے کہ اگر وہ عربی جانتے ہیں تو بھی وہ اپنے آپ کو پہلے مفسرین قرآن اور شارحینِ حدیث سے بے نیاز نہ سمجھیں تا کہ پہلے اسلام سے کہیں بغاوت نہ ہو پائے اور اگر وہ عربی نہیں جانتے تو وہ قرآن و حدیث کے کسی علمی مبحث میں نہ پڑیں۔ مرزا غلام احمد کی اکثر کتابیں اُردو میں ہیں۔ وہ ان کے حوالجات سے مرزا غلام احمد کی کچھ اپنی زندگی کا مطالعہ کریں۔ اگر آپ معلوم کرلیں کہ وہ شراب پیتا تھا اور دوسروں کو بھی برانڈی منگوا کر دیتا تھا اور معاملات میں بھی اس کا لین دین کچھ درست نہ تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کچھ اپنے پیرو بھی اس پر شبے کی نظر رکھتے تھے۔ تو آپ سمجھ جائیں کہ آپ قادیانیت کی پرخار راہوں سے بچ کر سلامتی سے کنارے پر آلگے ہیں۔

ہمیں یہ راہ تحقیق حکیم نورالدین بھیروی نے بتائی ہے کہ پہلے مدعی نبوت کو جاننے کی کوشش کرو کہ وہ صادق اور راستباز ہے یا نہیں پھر اس کے دعوے پر غور کرو اس سے پتہ چلا کہ پہلے آیتوں اور حدیثوں کی بحث میں پڑنا درست نہیں علمی بحثوں میں جانے سے پہلے اس مدعی پر گفتگو کی جائے گی کہ وہ صادق اور راستباز ہے یا نہیں۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے مولوی نور الدین صاحب نے فرمایا:

اگر کوئی نبوت کا دعوی کرے تو ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ صادق اور راستباز ہے یا نہیں اگر صادق ہے تو پھر اس کی بات قبول کرلیں گے...... اگر حضرت مسیح موعود صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوی کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو بھی مجھے انکار نہ ہوگا۔ (سیرت المہدی حصہ سوم ص ۹۹)

اس کا حاصل اس کے سوا کیا نکلتا ہے کہ پہلے اس کی شخصیت پر گفتگو

کرنی چاہیے پھر قرآن کی آیتوں اور حدیثوں پر غور کریں کہ وہ کس دعوی کی اجازت دیتے ہیں اور کس بات کو ناممکن ٹھہراتے ہیں۔ سو اس اصول کی روشنی میں مسلمانوں اور قادیانیوں کی پہلی بات چیت مرزا غلام احمد کے بارے میں ہی ہونی چاہیے۔

ایک صدی پہلے کے قادیانیوں میں اور عصر حاضر کے قادیانی نوجوانوں میں ایک فرق

پہلے لوگوں کے سامنے مرزا غلام احمد اور مرزا بشیر الدین محمود خود تھے۔ پوری قادیانی تحریک اپنے پورے بال و پر کے ساتھ اُنکے سامنے ایک کھلی کتاب نہ تھی اس لئے کئی لوگ بے سمجھی، جلد بازی اور نادانی میں اُنکے جال میں آگئے لیکن اس وقت پوری قادیانیت لوگوں کے سامنے ایک کھلی کتاب ہے اور مرزا غلام احمد کی موت (1908ء) پر ایک صدی بھی گزر گئی ہے اور اب ۲۰۰۸ء ہے۔ عالمی حالات بھی اب کسی سے ڈھکے چھپے نہیں رہے۔ نہ صلیب ٹوٹی جو مسیح موعود کا سب سے بڑا کام تھا اور نہ مرزا غلام احمد کو ٹھکرانے والوں پر قومی سطح کا کوئی عذاب اُترا ہے۔ اس کے برعکس مرزا غلام احمد کے پیرؤوں کے لئے نہ قادیان دارالامان رہا نہ ربوہ ان کی کوئی پناہ گاہ بن سکا اور سوائے ایک غیر مسلم ریاست کے کوئی ملک انہیں اپنا مرکز بنانے کی جگہ نہ دے سکا

ے پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اب ان حالات اور عالمی مشاہدات میں قرآن و حدیث کے علمی مباحث سے ہٹ کر قادیانیت کا براہِ راست مطالعہ بہت آسان ہوگیا ہے۔ ہم یہاں مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکی پوری تحریک کو نہایت مختصر اور جامع پیرائے میں دس مختلف جہات سے آپ کے سامنے لاتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ

قادیانیوں کی نئی نسل بھی ان مختلف پہلوؤں سے مرزا غلام احمد کا مطالعہ کرے تو بہت ممکن ہے کہ قادیانیت کی اس پوری صدی کا تنقیدی نظر سے مطالعہ کرنے والے پھر اپنے گھر واپس آجائیں۔ اور صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ تاکہ اُنہیں پھر سے کعبہ کے وارثوں میں جگہ ملے اور وہ مسلمانوں میں پھر سے شمار پاسکیں۔

عجب کیا ماہ و پروین پھر میرے نخچیر ہو جائیں
کہ برفتراک صاحب دولتے بستم سر خودرا

یہاں ہم اپنے نوجوانوں اور یونیورسٹی کے طالبعلموں کو ان مختلف جہات سے مرزا غلام احمد کا تعارف کرائے دیتے ہیں تاکہ وہ قرآن وحدیث کے کسی علمی مسئلے میں اُلجھے بغیر براہِ راست مرزا غلام احمد کی زندگی شخصیت اور کردار کا مطالعہ کرسکیں۔ مرزا غلام احمد کی اکثر کتابیں اُردو میں ہیں اور وہ طالبعلموں کو قادیانیت سمجھنے میں بڑی مدد دیتی ہیں۔ ایک اُردو دان کو قادیانیت سمجھنے کے لئے اس راہ سے بہتر اور کوئی راہ نہ ملے گی۔ ہم اس وقت اپنے قارئین کو اُن راہوں سے گذارتے ہیں۔

۱۔ قرآن کریم میں جن پہلے انبیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے اُن کا عمومی پیرایہ دعوت یہ رہا ہے کہ وہ اپنے آسمانی منصب میں ایک بڑے پیرایہ یقین پر ہوتے ہیں۔ اپنی کسی بات کے جھوٹ نکلنے کا اُنہیں کوئی خدشہ تک نہیں ہوتا۔ اُن کی اپنی قوت اُن کی اپنی ذات پر نہیں اُنکی اپنی دعوت پر مرتکز ہوتی ہے۔

۲۔ سیرت کے پھولوں کی تیز خوشبو ان خاص انسانوں اور عام انسانوں میں ایک نہایت ممتاز اور روشن حد فاصل قائم کرتی ہے۔ ہم یہاں سیرت انبیاء کے پانچ بنیادی نقوش ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ اُن کی وضاحت میں ہم کچھ وہ

مثالیں بھی آپ کے سامنے لائیں گے جن سے نبوت کے غلط دعوے دار از خود نبوت کے عالی مقام حاملین سے جدا ہو جاتے ہیں۔ ان دو باتوں میں ہمارا روئے سخن عام ہے لیکن قادیانی نوجوانوں اور اُنکے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالبعلموں کو ہم خاص طور پر اُن دس وجوہ ذیل پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اُمید رکھتے ہیں کہ ان کے پڑھنے سے اُنہیں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچے گا۔

۳۔قرآن و حدیث کے علمی مسائل میں اُلجھے بغیر قادیانیت پر براہِ راست غور کرنے کا ایک آسان راستہ ہمیں ملا ہے اس میں ہم مرزا غلام احمد کی چند پیشگوئیوں کو ایک مختص پیرائے میں زیر بحث لائے ہیں۔ ان سے ہمارے قارئین اندازہ کرسکیں گے کہ جب مرزا صاحب نے وہ پیشگوئیاں کی تھیں اور وہ اس وقت پوری نہ ہوسکیں تو اس وقت مرزا غلام احمد کا کیا حشر ہوا ہوگا۔

ساقی تیرا مستی میں کیا حال ہوا ہوگا
جب تونے مئے ظالم شیشے میں بھری ہوگی

۴۔ہمارا ایک اہم موضوع یہ ہے کہ آسمانی عہدیداروں پر دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی۔ مرزا غلام ساری عمر اپنی دماغی محنت سے چلا وہ اپنے لئے دماغی مقویات بڑی نشاندہی سے منگواتا تھا وہ جب شراب منگواتا تو یہاں تک لکھتا کہ وہ لاہور کی فلاں دکان سے خریدی جائے سچی نبوت دلوں پر اُترتی ہے اور جھوٹی نبوت دماغی محنتوں سے وجود میں آتی ہے۔

پھر یہاں یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ کیا یہ مقویات مرزا صاحب کی کند ذہنی کو دور کرپائیں ہم یہاں اس حقیقت سے درگذر نہیں کرسکتے کہ مرزا غلام احمد کا تازہ بادام روغن اور بلا جھلی کستوری مرزا صاحب کی کند ذھنی کو کسی درجہ میں بھی دور نہ کرپائیں بلکہ اُنکے استعمال سے مرزا صاحب کا مرض مراق اور بڑھتا

گیا قادیانی مبلغین اپنے ہاں بڑی تحدی سے کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی تیس آیات بڑی صراحت سے وفات مسیح کی خبر دے رہی تھیں مگر مرزا صاحب اُنہیں سمجھ نہ پائے تھے۔ ہم یہاں یہ سوال کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مرزا صاحب جب براھین احمدیہ کے پہلے چار حصے لکھ رہے تھے تو کیا اُس وقت اُنہیں اس بات کا بالکل علم نہ تھا کہ قرآنِ کریم کی تیس آیات بڑی صراحت سے وفات مسیح کی خبر دے رہی ہیں؟ اگر اُنہیں ان کا علم تھا تو اُنہوں نے براھین احمدیہ میں یہ کیوں لکھا:۔

''جس غلبہ کاملہ کا دین اسلام میں وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو اُن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا۔

(براہین احمدیہ ص ۴۹۸۔ رُخ جلد ۱، ص ۵۹۳)

مرزا صاحب اپنے اس عقیدے پر ایک بڑی عمر تک قرآن کی اس آیت سے استدلال کرتے رہے:۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله.

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ (ص ۴۹۹)

اسکے بعد مرزا صاحب کا وہ بیان ہے جو ہم اوپر روحانی خزائن کے حوالے سے دے آئے ہیں۔

اس سے ہمارے قارئین یہ نتیجہ لئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مرزا صاحب نے اس وقت تک محولہ بالا تیس آیات میں وفاتِ عیسیٰ بن مریم واقع ہو چکنے کی خبر ہرگز نہ پائی تھی اور نہ وہ اس آیت کو اچھی طرح سمجھ پائے تھے کہ دین اسلام کو دوسرے سب ادیان پر حقیقی غلبہ کہ سیاسی طور پر بھی مسلمان ہی دنیا کی سب سے بڑی طاقت بنیں ابھی تک نہ ملا تھا اور اُنہیں بھی اس وقت تک حضرت مسیح

بن مریم کے دوبارہ آنے کا ہی انتظار تھا جب کوئی اہل کتاب دنیا میں حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا اور اسرائیلی قوتیں یکسر ختم ہو جائیں گی اور سب یہودی مسلمانوں میں آملیں گے تو اسلام ہی دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہوگا۔ اب کسی سے جنگ کی ضرورت نہ رہے گی ۔**یھلک اللّٰہ فی ما عنداللّٰہ اعلل کلھا سوی حلقتہ الاسلام**

اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ ایسا کب ہوگا؟ ہم یہاں صرف مرزا غلام احمد کی کند ذہنی کا ذکر کر رہے ہیں کہ وہ اس وقت تک ان تیس آیات کو سمجھ نہ پایا تھا اور نہ وہ اس ایک آیت کو جو کسی وقت کے مسلمانوں کے عالمی سیاسی غلبے کی خبر دے رہی ہے۔ سمجھ سکا تھا اور بعد میں وہ جو برسر عام کہتا رہا کہ وفات مسیح کی خبر قرآن پاک کی تیس آیات میں بڑی واضح طور پر دی گئی ہے۔ یہ ہرگز اس کے دل کی آواز نہ تھی۔ ورنہ یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ مرزا صاحب عربی جاننے کے باوجود ان تیس یا اکتیس آیات کو سمجھ نہ پایا ہو یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ مرزا انتہائی کند ذہن ہو اور اس کا اس اہتمام سے روغن بادام اور ٹانک وائن کا استعمال اسے کوئی فائدہ نہ دے پایا ہو۔ یہاں تک کہ اس کے پیرووں میں یہ بحث چلی کہ وہ غبی تھا یا نبی۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ بعد میں وہ بڑے زور وشور سے یہ شعر پڑھتا تھا اور لوگ اُسکی پہلی باتوں کو سامنے لا کر اُس پر خوب ہنستے تھے۔ بہر حال اس نے بعد میں بڑی تحدی سے کہا:۔

ابن مریم مرگیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

☆......قادیانیوں کی طرف سے اس کا ایک جواب

قادیانی مبلغین کہتے ہیں کہ اس وقت تک اُمت مسلمہ اُن آیات کا جو مطلب لے رہی تھی اور وہی تمام تفسیروں میں لکھا تھا۔ مرزا صاحب بھی ان آیات کا وہی مطلب سمجھے ہوئے تھے جو اُنہوں نے پہلے علماء اسلام سے لیا تھا۔ سو یہ غلطی کوئی بڑے درجے کی غلطی نہیں ہے۔

ہم جواباً کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے پہلے سمجھے معنی ہرگز پہلے علماء اسلام سے نہ سیکھے تھے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ میرا کوئی اُستاد نہیں جس سے میں نے قرآن کریم کے کوئی معنی پہلے سیکھے ہوں میں جو بھی کہتا رہا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی کہتا رہا ہوں۔ مرزا صاحب کی اس عبارت کو دیکھئے:۔

''سو حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے۔ کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے۔'' (ایام الصلح ص ۱۴۸، ۱۵۳۔ رُخ جلد ص ۳۹۴)

اس صورتحال میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مرزا غلام احمد پہلے اُن عقائد پر تھے جو اُنہوں نے پہلے کے علماءِ اسلام سے سیکھے تھے۔ اُنہوں نے جو بھی سیکھا اپنے دعویٰ کے مطابق خدا سے سیکھا ہے اور اگر وہ پہلے غلط عقائد پر تھے تو یہ غلط معنی بھی اُنہیں (معاذ اللہ) خدا نے ہی سکھائے تھے کیونکہ اُمت مسلمہ کے علماء سے تو اُنہوں نے شروع سے ہی قرآن وحدیث کا کوئی سبق نہ لیا تھا۔

☆......قادیانیوں کا دوسرا جواب

مرزا صاحب پہلے ان عقائد پر تھے جو اُنہوں نے اپنے عام مطالعہ سے حدیث وتفسیر کی پہلی کتابوں میں پڑھے تھے۔ پھر جب خدا تعالیٰ نے

اُنہیں اپنی وحی سے قرآن و حدیث کے صحیح معنی سمجھائے تو اُنہوں نے اپنے پچھلے عقائد بدل لئے۔

الجواب۔ یہ بات تبھی لائق تسلیم سمجھی جاسکتی ہے کہ اسکے ساتھ یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ اس وقت تک اسلام کے ذخائر علم اسی اسلام کا پتہ دے رہے تھے جو جمہور علماء اسلام کا موقف ہے اور مرزا صاحب کے یہ نئے عقائد دائرہ اسلام میں واقعی نئے عقائد ہیں جو پہلے اسلام کے ذخائر تفسیر اور شروح حدیث میں نہیں ملتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے یہ نئے عقائد صرف اپنی وحی سے حاصل کئے ہیں جن کا پہلے سے پوری اُمت مسلمہ میں کوئی تصور تک نہ تھا ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کی یہ وحی خدا کی طرف سے نہ ہوگی جس سے اسلام کا یہ چودہ سو سال کا علمی ذخیرہ یکسر غلط ٹھہرتا ہو قرآن پاک میں ایسی وحی کو شیطان کی وحی بتلایا گیا ہے ان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم (پ ۸ الانعام ۱۲۱) یہ وحی شیطان لاتے ہیں تاکہ تمھیں آپس میں لڑادیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قادیانی مبلغین اب اپنے نئے عقائد کی حمایت میں جو کتابوں کے ڈھیر لگاتے ہیں اور اپنی حمایت میں پہلے بزرگوں کی عبارات پیش کرتے ہیں یہ سب عہد متاخر کی سینہ زوری ہے۔ ورنہ مرزا صاحب اُنہیں سے اپنے یہ نئے عقائد لیتے اپنی وحی سے نہ لیتے۔ پہلے سے وہ ان عبارات سے یہ (نئی) مرادات اسلام سمجھے ہوئے ہوتے تو اُنہیں اپنے عقائد اپنی وحی سے تبدیل نہ کرنے پڑتے۔

☆......پیغمبروں کی باتوں کا فیصلہ اُنکی اولاد نہیں کرتی

مرزا غلام احمد کے روحانی خزائن قادیانیوں نے تیس جلدوں میں شائع کئے ہیں۔ اُن میں اُنکے وہ پہلے عقائد بھی ہیں یہ براھین احمدیہ کے چار حصے پہلی

پوری جلد میں ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے مرزا صاحب کے ان پہلے عقائد کو روحانی خزائن سے خارج نہیں کیا۔ البتہ مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لیے یہ ضابطہ بنالیا ہے کہ مرزا صاحب کی تالیفات جو 1901ء سے پہلے کی ہیں۔ یکسر منسوخ قرار دی جائیں۔ اُن کا مبلغ جلال الدین شمس روحانی خزائن کی جلد ۱۸ کے دیباچہ میں مرزا صاحب کے اس تضاد کا اس طرح ذکر کرتا ہے۔

1901ء سے پہلے کی تالیفات میں آپ نے بہ کثرت اپنے نبی ہونے کا انکار کیا ہے اور 1901ء کے بعد کی تالیفات میں بہ کثرت اپنے نبی ہونے کا اقرار کیا ہے۔

مرزا غلام احمد نے خود بھی اپنے عقائد کی تبدیلی اس طرح ذکر کی ہے:۔

''یہ اسی قسم کا تناقض ہے جیسے براھین احمدیہ میں، میں نے لکھا تھا کہ مسیح بن مریم آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا...... اور کل بھی میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت وہ نبی ہے۔ خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے......... مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اسی عقیدہ پر نہ رہنے دیا۔'' (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸، ۱۵۰)

مرزا صاحب کی اس قسم کی عبارات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اُنکے تبدیلی عقیدہ کا سبب قرآن کریم کی وہ تیس آیات ہرگز نہ تھیں جو آپ نے ازالہ اوہام میں لکھی ہیں۔ مرزا صاحب براھین احمدیہ لکھنے سے پہلے یہ آیات یقیناً پڑھے ہوئے تھے لیکن ان آیات نے اُنہیں یہ بات نہ سمجھائی کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں اور اس دنیا کے آخر میں وہ آسمان سے نہ اُتریں گے..........

یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ مرزا غلام احمد اپنی کند ذہنی سے اس وقت ان آیات کو صحیح طور پر نہ سمجھ پایا تھا اور اب قادیانیوں کے عقائد کا فیصلہ مرزا غلام احمد کے اپنے فیصلہ پر نہیں مرزا بشیر الدین محمود کے اس فیصلے پر رہا کہ مرزا غلام احمد کی وہ کتابیں جو 1901ء سے پہلے کی ہیں۔ وہ قادیانیوں پر حجت نہ سمجھی جائیں۔ مرزا بشیر الدین محمود کے مقابل مولوی محمد علی لاہوری کا مؤقف یہ رہا کہ مرزا صاحب کی ان بعد کی تحریروں میں بھی تاویل کی جاسکتی ہے مگر اُمت مسلمہ کے تیرہ سو سال کے اجماعاً اختیار کردہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس پر قادیانی جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس وقت ہمیں یہاں اُن کی اس باہمی گروہ بندی سے بحث نہیں۔ ہمیں یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ مرزا غلام احمد اپنے طور پر قرآن کریم کی مذکورہ تیس آیات کو پہلے صحیح نہ سمجھ پایا تھا اور اُسے اسکے بعد کے عقائد کی روشنی میں اسکی کند ذہنی کے سوا اور کسی محمل پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ رہی یہ بات کہ پھر وہ بلا جھجلی کستوری اور بادام روغن کیوں استعمال کرتا تھا؟ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مقویات کا استعمال اور بھی تو کئی کاموں کے لیے ہوسکتا ہے اسے وہی جانتے ہوں گے۔

ہاں یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ موجودہ قادیانی جماعت مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے فیصلوں اور اپنے نظریات پر چلائی ہے۔ ورنہ مرزا غلام احمد کی تحریرات میں اب بھی وہ قطعیت نہیں کہ اُس کی کند ذہنی کھلے طور پر عیاں نہ ہو اس پر ہم سب یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ پیغمبروں کی باتوں کا فیصلہ اُن کی اولاد کے سپرد نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم نور الدین کے دورِ خلافت میں مرزا غلام احمد کے پیرو دو گروہوں میں تقسیم نہ ہو پائے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک قادیانی جماعت پر مرزا صاحب کی اولاد کا قبضہ نہ تھا۔ مرزا غلام احمد کی تالیفات سب

وہی تھیں جواب ہیں مگر اُن کے فہم میں جماعت دو حصوں میں تقسیم نہ ہوئی تھی۔ مرزا صاحب بادام روغن اور بلا جھلی کستوری کا کثرت سے استعمال بھی کرتے رہے مگر ان کی کند ذہنی جو اوائل عمر میں تھی آخر تک بدستور قائم رہی۔

☆......مرزا صاحب اپنے عام اعمالِ زندگی میں کج عملی کا شکار

عام سمجھدار آدمی بھی اپنے عام اعمال زندگی میں اتنا کند عمل نہیں ہوتا جتنا کہ مرزا غلام احمد اپنے عام اعمالِ زندگی میں کج عملی میں مبتلا تھا۔ مرغی ذبح کرتے بھی اس کی چھری صحیح نہ چل سکتی تھی۔ ہم یہاں پر اُن کا ایک عجیب قصہ تحریر کرتے ہیں:۔

''ایک دفعہ مرزا نظام الدین کو سخت بخار ہوا...... مرزا نظام الدین کے عزیزوں نے حضرت صاحب کو اطلاع دی اور آپ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور مناسب علاج کیا۔ علاج یہ تھا کہ آپ نے مرغا ذبح کرا کر سر پر باندھا جس سے فائدہ ہوگیا۔'' (سیرت المھدی۔ حدیث ۵۱۱، حصہ سوم ص ۲۷)

کس کے سر پر باندھا؟ اپنے سر پر یا مرزا نظام الدین کے سر پر اس روایت میں اسکی کہیں تصریح نہیں۔ آپ نے یہ مرغا کسی دوسرے سے ذبح کرایا تھا۔ خود آپ چوزہ ذبح کرنے کی سمجھ نہ رکھتے تھے۔ خود مرغی کیا چوزہ بھی ذبح نہ کرسکتے تھے مگر اپنے مریضوں کو مرغا ذبح کرنے کی تلقین کرتے وقت اُنہیں کوئی حجاب محسوس نہ ہوتا تھا۔ یہ بات عام سمجھ سے بالاتر ہے۔

مرزا صاحب کا بیٹا بشیر احمد روایت نمبر ۳۰۷ میں لکھتا ہے:۔

''خاکسار کے ماموں ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ گھر میں ایک مرغی کے چوزہ کے ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اُس وقت گھر میں کوئی اور اس کام کو کرنے والا نہ تھا۔ حضرت صاحب اس

چوزہ کو ہاتھ میں لے کر خود ذبح کرنے لگے مگر بجائے چوزہ کی گردن پر چھری پھیرنے کے غلطی سے اپنی اُنگلی کاٹ ڈالی۔ جس سے بہت خون بہہ گیا اور آپ توبہ توبہ کرتے ہوئے چوزہ کو چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر وہ چوزہ کسی اور نے ذبح کیا۔" (سیرت المھدی حصہ ۲،ص ۴)

پہلے جب کوئی یہ کام کرنے والا گھر میں نہ تھا تو اب وہ کہاں سے آ گیا۔ ہم صاحبزادہ صاحب کے اس جھوٹ پر بہت حیران ہیں۔

مرزا صاحب حکیم یا ڈاکٹر نہ تھے مگر علاج کرنے میں وہ بہت تیز تھے۔ تاہم وہ اس میں بھی کج عمل نکلے۔ ☆......اپنی بیٹی کو ایک دفعہ دوائی دینے کے مغالطے میں تیل پلا دیا۔

اس کے بارے میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:۔

"فوت وہ لدھیانہ میں ہوئی۔ اُسے ہیضہ ہوا تھا۔ اس لڑکی کو شربت پینے کی عادت پڑ گئی تھی.......... آپ فوراً اُٹھ کر شربت بنا کر اُسے پلا دیا کرتے تھے۔ ایک روز لدھیانہ میں اُس نے رات کو اُٹھ کر شربت مانگا۔ حضرت صاحب نے اُسے غلطی سے چنبیلی کا تیل پلا دیا جسکی بوتل اتفاقاً شربت کی بوتل کے پاس ہی پڑی ہوئی تھی۔" (روایت نمبر ۲۷۹، سیرت المھدی)

کج عملی کا یہ عالم تھا کہ نئی وضع کا جوتا جس میں دائیں اور بائیں پیر میں فرق ہوتا ہے پہننا اُنکے لئے کوئی آسان کام نہ تھا۔ مولوی جلال الدین شمس لکھتا ہے:۔

"ایک دفعہ ایک شخص نے بوٹ تحفے میں پیش کیا۔ آپ نے اُسکی خاطر اُسے پہن لیا مگر اسکے دائیں بائیں کی شناخت نہ کر سکے تھے۔ دایاں پاؤں بائیں طرف کے بوٹ میں اور بایاں دائیں طرف کے بوٹ میں پہن لیتے

تھے۔'' (منکرین خلافت کا انجام ص ۹۶)

روشن دماغ لوگ عام اعمالِ زندگی میں اتنے کج عمل نہیں ہوتے۔ اس کج عملی سے آپ اُنکی کند ذہنی کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ اُنہیں اوائل میں ان تیس آیات میں سے کسی نے اشارہ تک نہ دیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم فوت ہوچکے ہیں اور قربِ قیامت میں، وہ دوبارہ اس دنیا میں نہ آئیں گے۔ اس دوران اُنہیں یہ گمان کیوں نہ ہوا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس امت کے ہی کسی شخص کو بطور مسیح موعود کھڑا کریں۔ انہوں نے اس وقت تک ان آیات کو یہ نئے معنی نہ دیئے جب تک اُنہیں خود یہ منصب نہ دے دیا گیا اور بارش کی طرح اُن پر وفات مسیح کے گولے (اولے کیسے برسے) نہ برسے۔

وحی اور بارش دو مقابلے کے لفظ ہیں وحی کا لفظ عربی میں اخفاء اور اشارہ سریعہ پر دلالت کرتا ہے اور بارش ہمیشہ زور اور شور سے اترتی ہے وہ وحی ہی کیا جو بارش کی طرح ہو یہ مرزا صاحب کی کند ذہنی تھی جو وہ اپنی وحی کو بارش کی طرح اترتے دیکھتے تھے وحی کا بارش کی طرح اترنا یہ مرزا صاحب کا ہی نصیب ہوسکتا ہے ورنہ عربی میں یہ لفظ کبھی ان معنی میں نہیں آتا۔ موضوع زیر بحث میں یہ تین صورتیں ہوسکتی تھیں مگر مرزا صاحب پر یہ دوسری صورت واقع ہوئی۔ وہ تین صورتیں اس طرح پیش نظر رکھئے:۔

۱۔ ان تیس آیات کے وہی معنی مراد سمجھے جائیں جو پہلے علماء نے تفسیروں اور شروح حدیث میں لکھے ہیں۔

۲۔ مسیح ناصری کو فوت شدہ مانا جائے اور یہ اُمید رکھی جائے کہ اب اس اُمت کے کسی شخص کو مسیح موعود کے طور پر کھڑا کیا جائے گا۔

۳۔ جب تک مرزا صاحب کو زور آور بارش سے مسیح موعود نہ قرار دیا

جائے اُس وقت تک یہی عقیدہ رہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ہی مسیح موعود ہیں اور وہی دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے۔

قادیانیت کی تاریخ بتلاتی ہے کہ پھر مرزا غلام احمد ایک لحہ کے لئے اس درمیانی صورت حال سے نہیں نکلے اب کیا اس نتیجہ پر پہنچتے ہی بلی تھیلے سے باہر نہیں آگئی ؟ کہ یہ سب صورتحال محض اپنے لئے ترتیب دی جارہی تھی ورنہ کوئی عقل سلیم یہ باور نہیں کرسکتی کہ تیس کی تیس آیات پہلے اور مطالب دے رہی ہوں اور یہ بارش کی طرح آنے والی وحی اب ان تیس آیات کا رُخ کسی دوسری طرف موڑ دے۔ یہ آسمانی وحی نہ تھی۔ ہوا کا ایک اسرائیلی جھونکا تھا جو مشرق کو مغرب کی طرف دھکیل رہا تھا۔ قادیانیت کی آخری پناہ گاہ اب لندن میں کیوں بنی اس میں اس کا جواب ہے۔

☆......قادیانیوں کا مرزا صاحب کی کند ذہنی پر ایک اور جواب

آپ مقویات ذہنی قوت کے لئے ہی استعمال نہ کرتے تھے۔ اس کا پتہ ہمیں اس خط سے ملتا ہے جو آپ نے 30 دسمبر 1886ء میں حکیم نور الدین صاحب کو لکھا تھا۔ اس میں آپ نے لکھا ہے:

"وہ دوا جس میں مروارید داخل نہیں جو کسی قدر آپ دے گئے تھے اسکے استعمال سے بفضلہٖ تعالیٰ مجھ کو بہت فائدہ ہوا۔ قوت باہ کو ایک عجیب فائدہ دیتی ہے۔ آپ بھی استعمال کر کے مجھ کو اطلاع دیں۔ مجھ کو تو بہت ہی موافق آگئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ خاکسار غلام احمد۔" (مکتوبات احمدیہ، جلد ۵، خط نمبر ۴، مؤلفہ یعقوب علی عرفانی)

اس سے قادیانی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مرزا صاحب یہ مقویات اپنی کند ذہنی دور کرنے کے لئے استعمال نہ کرتے تھے آپ کسی دوسرے شوق میں انہیں

استعمال کرتے تھے اور اس لائن میں آپ اتنے تیز تھے کہ حکیم نور الدین جیسے ماہر طب کو بھی آپ ان کے استعمال کا مشورہ دیتے رہے۔

۵۔ مرزا غلام احمد کا گو عام دعویٰ یہ رہا کہ وہ تشریعی نبی نہیں جسکی کوئی اپنی شریعت ہو یا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں کوئی ترمیم کرے۔ تاہم قادیانی تحریک کو قریب سے دیکھنے سے مرزا غلام احمد کی وہ ترمیمات بھی کھل کر سامنے آتی ہیں جو مرزا غلام احمد نے اپنی دعوت اور اپنی عملی زندگی میں شریعتِ محمدیؐ میں کیں۔ اب یہ فیصلہ آپ کریں کہ وہ اپنے غیر تشریعی نبی ہونے کے دعوی میں کہاں تک اپنے پاؤں پر کھڑا رہا۔

۶۔ ترمیم شریعت کے ساتھ مرزا غلام احمد کی ترمیم عقائد پر بھی نظر غائر کی ضرورت ہے جن کے ہاں ترمیم عقائد کی شرمناک تبدیلی راہ پا جائے ان کے ہاں شریعت میں تبدیلی کرنا بہت آسان بات ہوتی ہے

۷۔ مرزا غلام احمد کی ایک صحیح بات اسکی اپنی تحریر کردہ تاریخ پیدائش ہے اور جو کچھ بھی اس نے کہا غلط کہا۔ قادیانی مربی مرزا غلام احمد کی اس صحیح بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایک صدی سے زیادہ مدت لگا چکے ہیں اور ابھی تک اُن سے کوئی بات نہیں بن سکی۔ اس ضمن میں اُنہوں نے بعض تاریخی تذکروں میں تحریفات بھی کیں لیکن وہ مرزا غلام احمد کا اپنی پیشگوئی کے مطابق چوہتر ۷۴ سال کی عمر میں مرنا کسی طرح ثابت نہ کر سکے۔ تحریف کے ان مجرموں کو بھی ہم اس کتاب میں آپ کے سامنے بے نقاب کریں گے۔

۸۔ کیا مرزا غلام احمد نے اپنی تصنیفات میں کہیں باہر سے بھی علمی امداد کی ہے؟ یہ صحیح ہے کہ اس کی مختلف اہل قلم سے مراسلت تھی قادیانیوں کا حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی پر الزام رہا ہے کہ اُنہوں نے بعض

اسرار شریعت مرزا غلام احمد کی کتابوں سے سرقہ کیے ہیں۔ ان الزامات کے تاریخی تجزیہ میں غلام احمد سے اور بھی بہت سے پردے اُٹھتے ہیں۔

اس پر ہمارا ایک تاریخی مضمون ماہنامہ الخیر ملتان میں شائع ہوا تھا اسے بھی ہم یہاں ہدیہ قارئین کریں گے۔

۹۔ ہم اس کی بھی کچھ تفصیل ہدیہ قارئین کریں گے کہ قادیانی کس طرح شہروں پر شہر بدلتے رہے نہ انھیں دارالامان قادیان امان دے سکا نہ ان کے لیے ربوہ کوئی پناہ گاہ رہا بایں ہمہ وہ اپنے سربراہ کو مسرور کہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ ملکہ وکٹوریہ سے چلے تھے اور اب وہ ملکہ الزبتھ کے سایہ رحمت میں لندن میں رہ رہے ہیں

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اس موضوع پر راقم الحروف کی تالیف اقامۃ البرہان علی ان القادیان لیس بدارالامان بھی یہاں ہم ہدیہ قارئین کریں گے۔

۱۰۔ مرزا غلام احمد قادیانی (۱۹۰۸ء) کی موت پر اب ایک پوری صدی کنارے پر آلگی ہے اور ہوا کچھ بھی نہیں نہ کسر صلیب ہوا اور نہ خنزیر دو کانوں پر آنے ختم ہوئے اس پوری صدی میں قادیانیوں نے کیا کھویا اور کیا پایا یہ ان کی ایک نہایت عبرتناک داستان ہے۔

قادیانیوں کی مباھلہ میں ایک نئی راہ جو پہلے وقائع مباھلہ میں کہیں نہ دیکھی گئی تھی وہ مباھلہ کی بجائے یکطرفہ بددعائیں ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کی مرزا غلام احمد کی موت کی پیشگوئی کس طرح پوری اُتری اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف مرزا غلام احمد کی یکطرفہ بددعا کیسے پوری ہوئی ان سب امور پر غور

کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

یہ سب مباحث انشاء اللہ اپنی اپنی جگہ آپ کے سامنے آئیں
یہاں مقدمہ میں صرف ان راہوں کی نشاندہی کی ہے جن سے اردو پڑھے
لوگ کسی علمی مبحث میں الجھے بغیر مرزا غلام احمد سے کچھ تعارف کر پائیں۔

اس کتاب کا مطالعہ انشاء اللہ بہت سے قادیانی نوجوانوں کو پرا
اسلام کی طرف واپس ہونے میں مدد دے گا قادیانی مربیوں نے انہیں اب تک
قرآن وحدیث کے علمی مباحث میں ہی الجھا رکھا ہے تا کہ وہ مرزا غلام احمد کی
زندگی کو کہیں دیکھ نہ پائیں۔

مسلمانوں سے ہمدردانہ درخواست ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے
کتاب قادیانی طالب علموں اور نوجوانوں کے مطالعہ سے ضرور گذاردیں اس
پیرایہ بیان دعوت کا ہے عداوت کا نہیں انہیں اسے ٹھنڈے دل سے پڑھنے
موقع اسی طرح مل سکتا ہے ہو سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد کے مختلف دعاوی
امت مسلمہ کو جو گہرے زخم لگے ہیں آپ کی ان کوششوں سے ان کا کچھ اندمال
ہو جائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز اس پر ہم اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ
حال مقیم اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

پیغمبروں کا اپنی نبوت پر غیر متزلزل یقین

وہ کبھی اپنے نبی نہ ہونے کا ادنی گمان بھی نہیں کرتے
نہ لوگوں کو اپنے گلے میں رسہ ڈالنے کے لیے کہتے ہیں

الحمد لله وسلام علی عباده الذين اصطفى اما بعد

☆......انبیاء ان لوگوں سے جن کی طرف وہ بھیجے گئے کیسے مخاطب ہوئے؟

پیغمبر اپنی نبوت میں اس درجہ یقین پر ہوتے ہیں کہ وہ اس کے خلاف کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ آپ ان میں کسی کے پیرایہ گفتگو میں یہ جملہ نہ پائیں گے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو میں آسمانی فرستادہ نہیں ہوں نہ وہ اپنی نبوت کو اپنی کسی بات کی عدم تصدیق پر ختم کرتے ہیں قرآن کریم میں جن انبیاء کا ذکر ملتا ہے ان سے کوئی ایسا مناط کلام نہیں ملتا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو میں اپنے دعوے میں جھوٹا ہوں یہ بات کسی شرط سے بھی انکی زبان سے نہیں نکلتی حضور اکرم ﷺ نے بھی جو امور نہایت تحدی سے بیان کئے ہیں ان میں کہیں کوئی بات اپنی نبوت کی نفی پر نہیں توڑی۔ مثلاً

ا۔ قرآن کریم کو آپ نے اس کی شان اعجاز سے بڑی تحدی سے پیش کیا فرمایا کہ اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ میں یہ قرآن اپنی طرف سے ترتیب دے رہا ہوں تو تم بھی ایک ایسی سورت بنا لاؤ۔

وان كنتم فی ريب مما نزلنا على عبدنا فاتوا بسورة من مثله

وادعوا شهدائکم من دون الله ان کنتم صادقین. (پ ا
البقرة ۲۳)

(ترجمہ) اور اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو اتارا ہم
نے اپنے بندہ پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی ۔اور بلاؤ اس کو جو
تمہارا مددگار ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو

اب یہ نہیں کہا کہ اگر تم بنا لائے تو میں خدا کی طرف سے نہیں
ہوں میں اس کا فرستادہ نہیں ہوں گا اور ساتھ ہی ایک اور پیشگوئی کردی کہ تم
ایسا کبھی نہ کرسکو گے آپ نے فرمایا

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس
والحجارة اعدت للکافرین (البقره ۲۴)

(ترجمہ) اگر تم ایسا نہ کرسکے اور کبھی ایسا نہ کرسکو گے تو اس آگ
سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے واسطے
تیار کی گئی ہے۔

یہاں آخرت کے عذاب سے ڈرایا یہ نہیں کہا کہ پھر تم پر طاعون کی وبا
آئے گی یا ہیضے کا مرض آئے گا یا بچے اپاہج پیدا ہونے شروع ہوجائیں گے ایسی
کوئی بات آپ کو سچے پیغمبروں سے نہ ملے گی وہ ہمیشہ آخرت کی پکڑ سے
ڈراتے ہیں ۔اپنے انکار سے کسی دنیوی مصیبت سے نہیں ڈراتے انسانوں کی
کسی کمزوری سے وہ فائدہ نہیں اٹھاتے جس طرح مرزا غلام احمد قادیان میں
لوگوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتا رہا اس کی اس چالاکی سے کئی لوگ اس کی
باتوں میں آجاتے تھے۔

سب سے پہلے رسول خدا نوح علیہ السلام ہیں انہوں نے فرمایا کہ اگر
میں نے یہ بات خود گھڑ رکھی ہے تو اس کا بوجھ آخرت میں مجھ پر ہے اور میرے

ذمہ نہیں جو تم جرم کیے جا رہے ہو۔ (معاذ اللہ)

قل ان افتریته فعلی اجرامی وانا بری مما تجرمون (پ ۱۲ ہود ۳۵)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں کہ اگر میں نے یہ خود گھڑ لیا ہے تو اس کا بار مجھ پر ہوگا اور میں ان گناہوں سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔

پھر آخری نبی حضرت خاتم النبیین ﷺ نے بھی اسی پیرایہ میں کہا۔

قل ان افتریته فلا تملکون لی من الله شئیا هو اعلم بما تفیضون به کفی به شهیدا بینی وبینکم وهو الغفور الرحیم (پ ۲۶ الاحقاف ۸)

(ترجمہ) آپ کہدیں کہ اگر میں یہ بنالایا ہوں تو تم میرا بھلا نہیں کر سکتے اللہ کے سامنے ذرا بھی اس کو خوب خبر ہے جن باتوں میں تم لگ رہے ہو وہ کافی ہے حق بتانے والا میرے اور تمہارے درمیان اور وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

آپ نے انہیں کسی دنیوی پکڑ سے نہیں ڈرایا نہ ان پر کوئی وبا آنے کی خبر دی۔

(۲)......ایک دفعہ مکہ والوں کو کہا گیا کہ اس پر خوش نہ ہونا کہ رومی اس قریب کے ملک میں مشرکین ایران (آتش پرستوں) سے مغلوب ہوگئے۔ یہ دوبارہ نو سال کے اندر اندر پھر سے ان مشرکین پر غالب آئیں گے پہلا اور دوسرا معاملہ سب امر الٰہی ہے اس دن آپ پر ایمان لائے ہوئے مؤمنین بھی بڑی خوشی پائیں گے۔

الم غلبت الروم فی ادنی الارض وهم من بعد غلبهم سیغلبون فی بضع سنینo لله الامر من قبل ومن بعد ویومئذ

یفرح المؤمنون بنصر الله ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم
(پ ۲۱ روم ۵)

(ترجمہ) الم۔ رومی مغلوب ہوگئے پاس والے ملک میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہونگے چند برسوں میں ۔ اللہ کے ہاتھ میں ہیں سب کام پہلے اور پچھلے اور اس دن مسلمان خوش ہونگے اللہ کی مدد سے ۔ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی ہے زبردست رحم والا۔

قرآن نے یہاں یہ نہیں کہا کہ اگر نو سال میں ایسا نہ ہوا تو حضور ﷺ خدا کے سچے نبی نہیں ہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) نہ آپ ﷺ نے یہ آیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ایسا نہ ہوا تو میں جھوٹا ہوں (معاذ اللہ) پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس پیشگوئی کو لے کر آگے نہیں بڑھے تا کہ اپنے اوپر کوئی ایسی بات نہ کہنی پڑے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو آگے کر دیا انہوں نے میدان میں نکل کر اس پر قسم کھائی لیکن یہ آپ نے بھی نہ کہا اگر ایسا نہ ہوا تو میں حضور ﷺ کو ان کے دعوی صداقت قرآن میں جھوٹا مان لوں گا (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ) نبوت کوئی ایسی چیز نہیں کہ ایسی ذرا ذرا سی باتوں سے اس کا ابطال ہونے لگے۔ یہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑے فیصلوں پر آجاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی یہ زبان نہیں ہوتی شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان آیات میں قرآن نے ایک عجیب وغریب پیشگوئی کی جو اس کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے اس زمانہ کی بڑی بھاری دو سلطنتیں فارس اور روم مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آئی تھیں ۶۰۲ عیسوی سے لے کر ۶۱۴ء کے بعد تک ان کی حریفانہ نبرد آزمائیوں کا سلسلہ جاری رہا جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا

برٹانیکا کی تصریحات سے ظاہر ہے ۵۷۰ء میں نبی کریم ﷺ کی ولادت شریفہ اور چالیس سال بعد ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی مکہ والوں میں جنگ روم اور فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں اسی دوران میں حضور نبی کریم ﷺ کے دعوی نبوت اور اسلامی تحریک نے لوگوں کے لئے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کردی فارس کے آتش پرست مجوس کو مشرکین مکہ مذہبا اپنے سے نزدیک سمجھتے تھے اور روم کے نصاری اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بھائی یا کم از کم ان کے قریبی دوست قرار دیئے جاتے تھے جب فارس کے غلبہ کی خبر آتی تو مشرکین مکہ مسرور ہوتے اور اس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور خوش آئند توقعات باندھتے تھے مسلمانوں کو بھی طبعا صدمہ ہوتا کہ عیسائی اہل کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں ادھر ان کو مشرکین مکہ کی شماتت کا ہدف بننا پڑے آخر ۶۱۴ء کے بعد (جبکہ ولادت نبوی کو قمری حساب سے تقریبا ۴۵ سال اور بعثت کے پانچ سال گزر چکے) خسرو پرویز (کیخسرو ثانی) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی شام مصر ایشائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے ہرقل قیصر روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کردیا اور رومیوں کا دار السلطنت بھی خطرہ میں پڑگیا بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہوگئے بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی ایرانی فاتحین لے اڑے قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہوگیا بظاہر اسباب کوئی صورت روم کے ابھرنے اور فارس کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے خوب بغلیں بجائیں مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا بڑے بڑے حوصلے اور توقعات قائم کرنے لگے حتی کہ بعض مشرکین مکہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹادیا ہے کل ہم بھی

تمہیں اسی طرح مٹا ڈالیں گے اس وقت قرآن نے سلسلہ اسباب ظاہری کے بالکل خلاف عام اعلان کردیا کہ بیشک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہوگئے ہیں لیکن نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب و منصور ہوں گے اسی پیش گوئی کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی (اس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہ ہوا تھا) کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سو اونٹ تم کو دوں گا ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دوگے شروع میں ابوبکر صدیق ؓ نے اپنی رائے سے بضع سنین کی میعاد کچھ کم رکھی تھی بعدہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے بضع کے لغوی مدلول یعنی نو سال پر معاہدہ ٹھہرا ادھر ہرقل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کرلیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فارس پر فتح دی تو حمص سے پیدل چل کر ایلیا (بیت المقدس تک پہنچوں گا خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآنی پیش گوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر (یعنی ہجرت کا ایک سال گزرنے پر) عین بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے مشرکین پر نمایاں فتح و نصرت حاصل کرنے کی خوشیاں منا رہے تھے یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب کردیا اور اس ضمن میں مشرکین مکہ کو مزید خذلان و خسران نصیب ہوا قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشن گوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے سو اونٹ مشرکین مکہ سے وصول کئے جن کے متعلق حضور ﷺ نے حکم دیا کہ صدقہ کردئے جائیں۔ **فللہ الحمد علی نعمائه الظاهرة و آلائه الباهرة** (تفسیر عثمانی ۵۳۹)

۳۔ قرآن کریم میں کہا گیا کہ اگر منافق ان شرارتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کردیں گے یہاں تک کہ پھر وہ تمہارے اس شہر میں تمہارے ساتھ نہ رہ سکیں گے اس پر یہ نہ فرمایا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو یہ پیغمبر خدا کی

طرف سے نہیں پیغمبر اپنی نبوت کی نفی کسی شرط کے ساتھ بھی سوچ نہیں سکتے۔ چڑھتے سورج کا انکار کسی طرح نہیں ہوسکتا پھر اس سے جس پر سورج طلوع ہوا وہ اس سے حالات کی کسی کروٹ سے بھی آنکھیں بند نہیں کرسکتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود سے کہا اے خدا ہونے کا دعوے کرنے والے خدا تعالیٰ نے سورج کو مشرق سے طلوع کیا تو خدائی طاقت رکھتا ہے تو اسے مغرب سے طلوع کر یہ نہیں کہا کہ اگر تو ایسا کر دکھائے تو میں بیشک خدا کی طرف سے نہیں ہوں اور پھر تو تو واقعی خدا ہے (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ) آپ نے کوئی ایسی بات نہ کی سچے پیغمبر اپنی نبوت کی نفی حالات کی کسی کروٹ سے بھی نہیں کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بس اتنا کہا۔

فان الله یاتی بالشمس من المشرق فات بها من المغرب
(پ۳ البقرة ۲۵۸)

بیشک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے اب تو لے آ اس کو مغرب کی طرف سے۔

یہ نہیں کہا کہ اگر تو سورج کو مغرب کی طرف سے لے آیا تو میں دعوی نبوت سے دستبردار ہوجاؤں گا (معاذ اللہ تعالی)

☆......پیغمبر کسی شرط کے ساتھ بھی اپنی نبوت کی نفی نہیں کرتے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب جادوگروں نے کہا کہ تو پہل کرے گا یا ہم پہل کریں تو حضرت موسیٰ نے کہا تم پہل کرو اور یہ نہ کہا اگر میں تمہارا جادو نہ توڑ پاؤں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں

فلما جاء السحرة قال لهم موسى القوا ماانتم ملقون فلما القوا قال موسى ماجئتم به السحر ان الله سيبطله ان الله

لایصلح عمل المفسدین (پ ۱۱ یونس ۸۱)

پھر جب جادوگر آئے تو ان کو موسیٰ نے کہا کہ ڈالو جو تم ڈالتے ہو پھر جب انہوں نے ڈالا تو موسیٰ نے کہا کہ جو تم لائے ہو وہ جادو ہے اب اللہ اس کو بگاڑتا ہے بیشک اللہ نہیں سنوارتا شریروں کے کام۔

پیغمبرانہ صداقت کی اس اجتماعی پالیسی کے خلاف اب مرزا غلام احمد کے ان اعلانات کو بھی سنیں اور یہ کہ یہ اعلانات جن امور کے واقع ہونے یا نہ ہونے پر کئے گئے وہ واقعی دین اور آخرت کی فلاح کے مقابل کئے گئے یا ان میں محض چند دینوی امور کے دعوے پائے جاتے تھے۔

پھر یہ بار بار اپنی نبوت کی نفی ہمیں کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی بجز اس کے کہ شاید مرزا غلام احمد خود اس بات کو سمجھے ہوئے نہ تھا کہ نبوت کا مقام کتنا بلند ہے اور یہ کہ اسے کسی طرح اپنی پیشگوئیوں کی بھینٹ نہیں چڑھایا جاسکتا۔

اب مرزا صاحب کے یہ چند اعلانات ملاحظہ کریں اور اس کے اس نئے تصور نبوت کی داد دیں وحی کی حقیقت سمجھنا اور بات ہے اور کسی کتاب کا نام حقیقت الوحی رکھ لینا اور بات ہے۔ پنڈت لیکھرام جو حضور ﷺ کی شان میں بہت گستاخی کرتا تھا مرزا غلام احمد نے اس کے بارے میں یہ پیش گوئی کی۔

اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی مصیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کے طرف سے نہیں ہوں نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے۔

۲۰ فروری ۱۸۹۳ء (آئینہ کمالات اسلام ج۵ صفحہ ۶۵۱)

مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اس میں اس کا زیادہ رخ مسلمانوں کی طرف رہا ہے پنڈت لیکھرام سے اس کا زیادہ اختلاف اس پر تھا کہ وہ حضورؐ کی شان میں اس قدر دریدہ دہن کیوں ہے اس پس منظر میں آپ فیصلہ کریں کہ اگر پنڈت لیکھر ام ایک وقت تک نہیں مرتا تو اس سے مسلمانوں کو کیسے یہ حق حاصل ہوگیا کہ وہ مرزا غلام احمد کے گلے میں رسہ ڈالیں؟ معلوم ہوا کہ غلام احمد کی ساری کاروائی محض اپنے آپ کو منوانے کے لئے تھی بایں دعویٰ کہ وہ آسمانی مامور ہے دنیا میں کسی بدی کے خاتمہ کے لئے نہ تھی۔

گلے میں رسہ ڈلوانے کے ساتھ پاؤں بندھوانے کی بھی پیشکش

مرزا صاحب نے جب محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کو اپنا درد بھرا خط لکھا تو ساتھ ہی اس مطلب کے پورا ہونے کی ان الفاظ میں آسمانی خبر دی کہ اگر یہ بات نہ ہو پائے تو میرے گلے میں رسہ ڈالنا اور میرے پاؤں زنجیروں میں جکڑ دینا۔ یعنی ایسا ہو کر رہے گا خدا اپنے جو وعدے پیغمبروں سے کرتا ہے وہ کبھی ان کا خلاف نہیں کرتا۔

فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ.

تاہم مرزا صاحب کا گلے میں رسہ ڈلوانے کا شوق ملاحظہ ہو آپ عربی میں لکھتے ہیں۔

فان مضٰی الاجل وماحصحص الصدق فاجعل حبلاً فی جیدی وسلاسل فی ارجلی وعذبنی بعذاب لم یعذب بہ احد من العالمین.

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۷۴ رخ جلد ۵ ص ۵۷۴)

(ترجمہ) اے احمد بیگ اگر وقت جاتا رہا اور میری یہ سچائی ظاہر نہ ہوئی

تو میری گردن میں ایک رسہ ڈالنا اور پاؤں میں زنجیریں اور مجھے اس طرح گھسیٹنا کہ اب تک کوئی اس طرح نہ گھسیٹا گیا ہو۔

پیغمبر اپنے پیغام نبوت سے پہچانے جاتے ہیں نبوت منوانے سے نہیں

پیغمبر اپنا زیادہ وقت اخلاقی بزرگیوں کے اتمام اور اعتقادی صداقتوں کے اظہار پر لگاتے ہیں اپنے آپ کو منوانا اس کے ضمن میں ہوتا ہے وہ اپنی ذات پر اتنا وقت نہیں لگاتے جتنا اپنی تعلیمات پر لگاتے ہیں مرزا صاحب تعلیمات نبوت کے ان موضوعات کا اقرار کرتے ہیں لیکن ان کی اپنی زندگی اپنی نبوت کے نشان دکھانے میں ہی گزری۔ پہلے آپ نبوت کے اصل مقاصد کا بیان ان کی اپنی تحریروں میں پڑھیں اور پھر ان کی پوری زندگی واقعات سے بھرے ہوئے نشانات میں گزری دیکھیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی غیر مسلم کے مرنے نہ مرنے سے مرزا صاحب مسلمانوں کے بالمقابل اپنی نبوت سے دستبردار ہونے کے لئے کیسے تیار ہوگئے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کو یہ حق کیسے دے دیا کہ وہ ان کے گلے میں رسہ ڈال کر اسے پورے زور سے دبادیں خدا کے پیغمبر تو اپنی نبوت منوانے کے لئے اس قسم کے جال نہیں بنتے۔ مرزا صاحب ایک اور موقعہ پر اپنا مامور ہونا اس طرح سناتے ہیں۔

اگر آسمانی نشانوں میں کوئی میرا مقابلہ کرسکے تو میں جھوٹا ہوں اگر دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی میرے برابر اتر سکے تو میں جھوٹا ہوں اگر قرآن کے نکات او رمعارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں اگر غیب کی پوشیدہ باتیں او راسرار جو خدا کی اقتداری قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں ان میں

کوئی میری برابری کر سکے تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔

(اربعین ح ا ص ۴ رخ ۱۷ ص ۳۴۶)

مرزا غلام احمد نے کسی کی موت کی پیشگوئی صرف ایک نہیں چار پیشگوئیاں کی ہیں ۔ا۔آتھم کی نسبت۔۲۔لیکھرام کی نسبت۔۳۔احمد بیگ کی نسبت (کہ وہ مجھے اپنی لڑکی کیوں نہیں دیتا) (۴) احمد بیگ کے داماد کی نسبت۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

اگر ثابت ہو کہ میری سو پیشگوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی ہو تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔

(اربعین ۴ ص ۲۵ رخ ۱۷ ص ۴۶۱)

اگر میرے پر یہ الزام لگایا جائے کہ کوئی پیشگوئی میری پوری نہیں ہوئی یا پورا ہونے کی امید جاتی رہی تو اگر میں نے بحوالہ انبیاء علیھم السلام کی پیشگوئیوں کے یہ ثابت نہ کردیا کہ درحقیقت وہ تمام پیشگوئیاں پوری ہوگئیں ہیں یا بعض انتظار کے لائق ہیں اور وہ اس رنگ کی ہیں جیسا کہ پہلے نبیوں کی پیشگوئیاں تھیں تو بلا شبہ میں ہر ایک مجلس میں جھوٹا ٹھہروں گا۔(اربعین ۲ ص ۴ رخ ۱۷ ص ۳۴۹)

مرزا غلام احمد کی نبوت اتنی سستی تھی کہ اگر اسے کسی دن منی آرڈر نہ ملے تو وہ اس پر بھی اپنے دعویٰ سے دستبردار ہونے کے لیے تیار ہو جاتا تھا حقیقۃ الوحی کے نشان ۱۱۶ کو دیکھئے۔

میں نے بیان کیا کہ اگر آج یہ روپیہ نہ آیا تو میں حق پر نہیں ایک ہندو بشن داس نام بول اٹھا کہ میں اس بات کا امتحان کروں گا اور میں ڈاکخانہ میں جاؤں گا۔(حقیقۃ الوحی ص ۲۷۵، ۲۷۶)

قارئین حیران ہوں گے کہ یہ کیسی نبوت ہے کہ اگر اس دن منی آرڈر موصول نہ ہوتو نبی اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار ہو جائے۔

دیکھئے مرزا غلام احمد کس طرح بار بار اپنی نبوت کو پیشگوئیوں کی بھینٹ چڑھا رہا ہے پھر یہ بھی کہتا ہے کہ میری پیشگوئیاں اسی قبیل سے ہیں جس طرح کی پیشگوئیاں پہلے پیغمبروں سے ملتی ہیں یہاں اس جھوٹ پر ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ پہلے پیغمبروں میں کسی ایک کا نام لو جس نے کوئی پیشگوئی کر کے یہ کہا ہو کہ اگر یہ پوری نہ ہوتو میں جھوٹا ہوں خدا کی طرف سے نہیں اور اگر قادیانی مبلغین اس پر ایک حوالہ بھی پیش نہ کرسکیں تو اس سے یہ بات خود واضح ہو جائے گی کہ مرزا غلام احمد ہرگز خدا کی طرف سے نہ تھا۔

یہ صحیح ہے کہ پہلے پیغمبروں نے واقعی کئی پیشگوئیاں کیں لیکن ان میں سے کسی نے اپنی نبوت کو ان پیشگوئیوں کی بھینٹ نہیں چڑھایا یہ نہیں کہا کہ اگر یہ پیشگوئی پوری نہ ہوتو میں جھوٹا ہوں میرے گلے میں رسہ ڈالو اور اسے خوب سختی سے کھینچو اتنی سختی سے کہ میرا دم نکل جائے اور دنیا کہے کہ مسیح کو سولی دی گئی ہے (معاذ اللہ) مسلمان کسی درجے میں نہیں مانتے کہ مسیح کو کبھی سولی پر چڑھایا گیا تھا مگر اس کا دم نہ نکلا تھا۔ مگر غلام احمد کا اعتقاد یہی تھا۔

☆......انبیاء اپنی نبوت کو کسی پیشگوئی کی بھینٹ نہیں چڑھاتے

ا۔ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کوئی پیشگوئی کرنا یہ انداز کلام تبھی ہوسکتا ہے کہ پیشگوئی اپنے ظاہر پر مبنی ہو، مخالفین نے اس پیشگوئی کو جس طرح سنا اسے اسی معنی پر بند کردیا مقابلے کی پیشگوئی اس طرح ہوتی ہے ہاں جو پیشگوئی مقابلے کی نہ ہو اور وہ اپنے ظاہر الفاظ پر بند نہ ہوتو اس میں کوئی قباحت نہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے اپنی ازواج سے کہا تھا کہ تم میں سے مجھے اگلے

جہاں پہلے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں (دور تک پہنچنے والے ہوں) اور بعد میں بات کھلی کہ اس سے مراد سخاوت کے دور تک پھیلنے والے ہاتھ ہیں۔ یہ پیشگوئی کفار کے مقابلے میں نہ کی گئی تھی سو اس کا خلاف ظاہر ہونا مسلمانوں کو کہیں شرمندہ نہیں کرتا قادیانیوں کے ساتھ ہمارا اختلاف ان پیشگوئیوں کے پورا نہ ہونے کا ہے جو مرزا غلام احمد نے اپنے دعویٰ نبوت کے ثبوت پر کی تھیں۔

۲۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ اس نے پیشگویوں کی مثال حمل کے پوشیدہ بچوں سے بھی دی ہے کہ جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے اس کا پتہ نہیں چلتا کوئی بدون آلات ان کی خبر نہیں دے سکتا۔ سو جو پیشگوئی اپنی نبوت کی تصدیق میں کی جائے وہ ظاہر پر مبنی ہونی چاہئے مقابلے کی پیشگوئی کوئی دوسرا معنی یا کوئی خفیہ فقہ قبول نہیں کرتی۔

۳۔ پھر کوئی پیشگوئی اتنی لمبی بھی نہ ہونی چاہئے کہ جن کے سامنے کی گئی ان کی عمریں ختم ہو جائیں اور وہ ابھی پوری نہ ہو اور ان نبیوں کے وارث اپنے مخالفین کو یہ کہہ کر تسلی دیں ابھی انتظار کرو اور پھر کچھ انتظار کرو آخر کبھی تو پوری ہوگی۔

۴۔ پھر ان پیشگویوں میں جنہیں کسی نبوت کی صداقت کا نشان کہا جائے کبھی کوئی خفیہ شرطیں نہیں رکھی جاتیں کہ ان کے پورا نہ ہونے پر وہ شرائط آگے لائی جائیں کہ چونکہ یہ صورت حال پیدا ہو گئی تھی اس لئے یہ بظاہر پوری نہ ہوئی جیسے کوئی کہے کہ آتھم اس لئے ایک مقررہ وقت میں نہیں مرا کہ وہ دل سے تائب ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ پیشگوئی اپنے وقت میں پوری نہ ہو سکی اس قسم کی باتوں کو بچوں کا کھیل تو کہا جا سکتا ہے لیکن ان کے پورا ہونے یا نہ ہونے پر کسی نبوت کو پرکھا نہیں جا سکتا مقابلے کی پیشگوئی چونکہ عوام کے سامنے کی جاتی ہے اس لئے اس میں ان کے فہم کا لحاظ ضروری ہوتا ہے اس عام فطری تقاضے کے

پیش نظر ہم یہ کہتے ہیں تاریخ انبیاء میں کسی نبی نے اپنی نبوت کو اپنی کسی پیشگوئی کے بھینٹ نہیں چڑھایا اور نہ ان سے کبھی یہ کہا کہ اگر میری پیشگوئی پوری نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں میرے گلے میں رسہ ڈال کر مجھے کھینچا جائے۔

☆......مرزا غلام احمد کے ہاں پیشگوئیوں میں رکھی گئی خفیہ شرطیں

مرزا غلام احمد کے لٹریچر میں جس قدر پیشگوئیوں کی بھرمار ہے اُس قدر اُن میں وہ چور دروازے بھی ملتے ہیں جن کے سائے میں نبوت کا تقدس بری طرح مجروح ہوتا ہے سو اس حقیقت کا اقرار کرنے میں کوئی بوجھ نہ محسوس کیجئے کہ کسی نبی نے اپنی نبوت کبھی کسی پیشگوئی کی بھینٹ نہیں چڑھائی۔

آئندہ ہم ایک مشکل عنوان سے قادیانی لٹریچر کے اُن چور دروازوں کی کچھ نشاندہی کر دیں جن کے پیش نظر مرزا غلام احمد کے اس جملے کی حقیقت آپ کے سامنے پوری کھل پائے گی کہ میری کبھی کوئی ایک پیشگوئی بھی جھوٹی نہیں نکلی۔

ایک درویش کے پاس جب کوئی عورت لڑکے کی دعا کرانے آتی تو وہ اِن الفاظ میں ایک تحریری پیش گوئی کرتا کہ لڑکا نہ لڑکی۔ وہ عورت خوش خوش واپس جاتی کہ بابا نے لڑکے کی بشارت دے دی ہے پھر اگر کچھ عرصہ بعد لڑکی پیدا ہوتی تو وہ درویش کہتا میں نے تو صاف کہا تھا ''لڑکا نہ، لڑکی'' اور لڑکا ہوتا تو کہتا دیکھا ہمارا لکھا کیسا پورا ہوا۔ لڑکا، نہ لڑکی اور اگر خدانخواستہ بچہ ضائع ہو جاتا تو جوگی کہتا ہم نے تو پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ لڑکا نہ لڑکی۔ کہ نہ لڑکا ہوگا نہ لڑکی۔ یہ ایسی پیشگوئی تھی جس کو ہر صورت میں ڈھالا جا سکتا تھا۔

مرزا صاحب کے ہاں بھی ایک دفعہ بچے کی اُمید تھی۔ مرزا صاحب نے ایک بڑے قابل بیٹے کی پیشگوئی کر دی۔ جب بیٹی پیدا ہوئی تو فرمایا۔ میں

نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ وہ قابل بیٹا اسی حمل سے پیدا ہوگا؟ خدا کی باتیں نہیں ٹلتیں، بیٹا آئندہ سہی۔ کچھ وقت کے بعد جب پھر مرزا صاحب کے گھر بچے کی اُمید ہوئی تو اعلان فرمایا:۔

اے ناظرین...... میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۱۸ اپریل ۱۸۸۷ء میں پیشگوئی کی تھی اور خدا سے اطلاع پاکر اپنے کھلے بیان میں لکھا تھا...... آج سولہ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ بمطابق ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا ہے (تبلیغ رسالت ج ۱ص ۶۹)

پھر جب وہ بچہ چند ماہ زندہ رہ کر مر گیا اور اُس کی قابلیت کے جوہر کھل نہ پائے تو اس فوت شدہ کے نام کے آگے اوّل کا لفظ بڑھادیا گیا تا کہ پیشگوئی کسی دوم پر پوری آسکے اور لوگ اس بشیرِ دوم کے انتظار میں کچھ عرصہ اور لگے رہیں۔

تاہم مرزا صاحب کی تحریرات میں پیشگوئیوں کے پورا اُترنے میں ان چند تاویلی سڑکوں کی مسافت بھی پیش نظر رکھیں۔

(۱) حقیقت مقصودہ سے بے نصیب رہنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو چاہتے ہیں کہ صرف پیشگوئی کا ظاہری طور پر جیسا کہ سمجھا گیا، وہ پورا ہوجائے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ (ازالہ اوہام جلد ۱، ص ۴۸، رخ ۳ جلد ص ۱۳۴)

اس میں مرزا غلام احمد کی اندر کی بات کھل کر سامنے آرہی ہے کہ اس کی پیشگوئیاں اپنے ظاہر پیرایہ میں پوری نہ ہوتی تھیں مرزا غلام احمد ایسی گول مول پیشگوئیوں کے نہ ماننے والوں کو بڑے غصہ سے بدنصیب کہہ رہا ہے

(۲) قابل افسوس یہ اَمر ہے کہ جس قدر مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہ نکل سکیں۔ امور اخباریہ کشفیہ میں اجتہادی غلطی انبیاء سے بھی ہوجاتی

ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعض پیشگوئیاں بھی اُس صورت میں ظہور پذ
نہیں ہوئیں جس صورت میں حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں اُمید باندھ رکھی تھی۔
(ازالہ اوہام حصہ اوّل ۶، رخ ۳، ص ۱۰۶)

(۳) پیشگوئیاں حاملہ عورتوں سے مشابہت رکھتی تھیں۔ مثلاً ہم ایک
حاملہ عورت کی نسبت یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اسکے پیٹ میں کوئی بچہ ضرور ہے او
یقیناً وہ نو مہینے اور دس دن کے اندر اندر پیدا بھی ہوجائے گا مگر یہ نہیں کہہ سکتے
کہ وہ کیا شکل رکھتا ہے اور اسکی حالت جسمی کیسی ہے اور اسکے نقوشِ چہرہ کس طرز
کے واقع ہیں اور وہ لڑکا یا بلاشبہ لڑکی ہے۔

شاید اس جگہ کسی کے دل میں یہ اعتراض خلجان کرے کہ اگر پیشگوئیوں
کا ایسا ہی حال ہے تو لائق اعتبار نہ رہیں اور اس لائق نہ رہیں کہ کسی نبی کی
صدق نبوت پر بطور دلیل اور شاہد ناطق کے تصور کی جائیں یا کسی مخالف منکر
کے سامنے پیش کی جائیں تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ یہ بات کہ پیشگوئیاں
کبھی اپنے ظاہر پر ہی پوری ہوجاتی ہیں اور کبھی باطنی طور پر اُنکا ظہور ہوتا ہے۔
اس سے ربانی پیشگوئیوں کی عظمت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ۴۰۴، رخ جلد ۳، ص ۳۰۸)

(۴) تمام انبیاء کا یہی مذہب رہا ہے کہ وہ پیش گوئی کی اصل حقیقت کو
خدا تعالیٰ کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں (ازالہ اص ۱۴۴ رخ ۳ ص ۱۷۳)

(۵) اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر
کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک ومروت
تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور
ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤگے جو

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہوجائے گا۔ (آئینہ ۲۸۶ رخ ۵)

خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کررکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا (ایضا)

یعنی محمدی بیگم کے مرزا غلام احمد کے نکاح میں آنے سے بہت سے بے دین ان کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوجائیں گے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ایک شخص بھی اس پیشگوئی کے پورا اترنے سے مسلمان نہیں ہوا البتہ بہت سے قادیانی مرزا غلام احمد سے بدظن ہو گئے اور پھر ہیضہ کی اچانک موت نے اسے یہ مہلت نہ دی کہ وہ اپنی زندگی میں خدا کے نام سے اس پیشگوئی کو کینسل کر جاتا اور قادیانیوں کی ہمیشہ کے لیے جان چھوٹ جاتی۔

ہم یہاں یہ بحث نہیں کرتے کہ خدا یہاں اپنے ارادہ کو پورا کرنے سے کیوں عاجز رہا وہ لڑکی جس سے بیاہی گئی وہاں وہ صاحب اولاد بھی ہوئی وہ کیوں ایک بڑی عمر تک زندہ رہی کیونکہ ہم یہاں، ان پیشگوئیوں پر بحث نہیں کررہے ہم اپنے قارئین کے سامنے مرزا صاحب کا وہ پیرایہ پیشگوئی پیش کرنا چاہتے ہیں جس کی رو سے وہ اپنی پیشگوئی میں ایسے الفاظ داخل کردیتا تھا کہ مکتوب الیہ کا زمانہ حوادث جن کا انجام معلوم نہیں اس کو وقت ضرورت کسی بھی پیمانہ میں ڈھالا جاسکے۔

(۶) مرزا صاحب نے جب پادری آتھم کے بارے میں پیشگوئی کی

کہ وہ پندرہ ماہ کے اندر اندر مر جائے گا اور جب وہ نہ مرا تو مرزا صاحب نے یوں پینترا بدلا کہ پیشگوئی میں یہ شرط تھی کہ اگر آتھم حق کی طرف رجوع نہ کرے تو وہ پندرہ ماہ کے اندر مرجائے گا اور اس نے (آتھم نے) ایک بڑے جلسہ میں ستر آدمیوں کے روبرو حق کی طرف رجوع کرلیا تھا۔

یہاں ایک شخص یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر آتھم نے واقعی پندرہ ماہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے حق کی طرف رجوع کرلیا تھا تو مرزا غلام احمد پندرہ ماہ کی مدت کی آخری رات تک خدا سے رو رو کر یہ دعا کیوں کرتا رہا کہ آتھم کو موت دے اور قادیانی اس کے لئے طرح طرح کی عملیات میں کیوں دن رات لگے رہے یعقوب علی عرفانی ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو اپنی جماعت کا حال ان لفظوں میں بیان کرتا ہے۔

آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن آ گیااور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں بعض لوگ مخالفین سے اسکی (آتھم کی) موت پر شرطیں لگا چکے ہیں ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوندا ہمیں رسوا مت کریو غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں۔

(سیرۃ مسیح موعود ص ۷)

اور اگر حق کی طرف رجوع سے مراد تبدیلی عقیدہ نہ تھی فقط دجال کہنے سے رک جانا مقصود تھا تو پھر جب آتھم پندرہ ماہ کے کچھ عرصہ بعد مرگیا تو پھر اس رجوع سے مراد اس کا عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہونا کیسے مراد لے لیا گیا۔ اس منظر میں اَب مرزا صاحب کی اس تحریر کو غور سے پڑھیں۔ یہ تحریر آپ نے اپنے مخالفین کے خلاف اس پیشگوئی کے غلط ہونے پر لکھی تھی۔

بار بار شور مچایا کہ آتھم پندرہ مہینے کے اندر نہیں مرا حالانکہ پیشگوئی میں
صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا گیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے
گا تو پندرہ مہینے میں نہیں مرے گا۔ سو اس نے عین جلسہ مباحثہ میں ستر
معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دجال کہنے
سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینہ تک اپنی
خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا۔

(کشتی نوح ۷، رخ جلد ۱۹، ص ۶)

پھر جب اس مباحثہ میں اس نے واقعی رجوع کر لیا تھا تو کیا اس وقت
یہ پیشگوئی بیکار نہ ہوگئی تھی۔ پھر اُسے پندرہ ماہ تک لٹکانے اور بار بار آتھم کی
موت کیلئے دعائیں کرنے اور کرانے کی کیا کچھ ضرورت باقی رہ گئی تھی؟ پھر
جب آتھم اس پندرہ ماہ کی مدت گذرنے کے بعد کسی وقت اپنی طبعی موت سے
مرا تو مرزا صاحب نے پھر اپنی وہی پیشگوئی کیوں زندہ کر دی؟ کہ اس نے چونکہ
اپنے عقیدے سے رجوع نہ کیا تھا اس لئے میرے مرنے سے پہلے مر گیا گو پندرہ
مہینے کی مدت کے بعد مرا (اور خدا کے وعدے کسی موت اور کسی وقت کے پابند
نہیں ہوتے)۔ استغفر اللہ العظیم۔ اب اس پیشگوئی پر پھر سے نظر کیجئے۔

اس نے رجوع سے (جس کا خدا کو بھی پتہ نہ چلا کہ وہ دل سے رجوع
نہیں کر رہا اور اس نے اسے پندرہ ماہ کے اندر اندر موت نہ دی)
صرف اس قدر فائدہ اٹھایا کہ پندرہ مہینے کے بعد مرا مگر مر تو گیا۔ یہ
اس لئے ہوا کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص
اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ سو وہ مجھ سے پہلے
مر گیا۔ (ایضاً)

اس سے قارئین پر یہ بات کھل گئی کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں پہیلیوں سے کچھ مختلف نہ ہوتی تھیں جب مرزا صاحب نے اپنی پیشگویوں کے لئے یہ پہیلیوں کا ایک پورا جال بچھادیا تو اب کون ہے جو مرزا صاحب کو اُنکی کسی پیشگوئی میں جھوٹا کر سکے۔ مرزا صاحب اپنی پیشگوئیوں کے اسی پیچ وخم پر پوری نگاہ رکھتے ہوئے اپنے پیرودں کو اس طرح بے وقوف بناتے ہیں۔

کوئی ایسی پیشگوئی میری نہیں ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی یا اسکے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا نہ ہوسکا۔ (محمدی بیگم کا خاوند گونہیں مرا مگر اس کا باپ تو مرگیا اور میری پیشگوئی آدھی تو پوری ہوگئی) اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اُسکونہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔

(کشتی نوح ۷، رخ جلد ۱۹)

یہاں مرزا صاحب نے منہ سے نکلی ہوئی کی ایک قید اور لگادی تا کہ قلم سے نکلی پیشگوئیوں میں کہیں لغزشِ قلم کا سہارا لیا جاسکے۔ اور پھر بات منہ سے نکلی تک جا پہنچے اس پر کیا نئے گواہ نہ مل سکیں گے؟۔ مرزا صاحب کی احتیاط اور؟ دماغی محنت کا اندازہ کیجئے کہ کس طرح، طرح کے فریب سے اُنہوں نے بہت سے نادانوں کو اپنے پیچھے لگارکھا تھا اور کس طرح اُن کے خلفاء اُن کے اس زیروبم پر مسرور تھے یہاں تک کہ مرزا کا پانچواں جانشین اسی نام سے موسوم ہوکر آ گیا

مرزا غلام احمد کی ان موم میں تراشیدہ پیشگوئیوں کو آپ اگلے مضمون (مرزا غلام احمد کی اپنی پیش کردہ صداقت کی کسوٹی) ملاحظہ میں فرمائیں اس سے اردو پڑھے لکھے لوگ قرآن وحدیث کے علمی مباحث میں الجھے بغیر مرزا غلام احمد کے اپنی پیشگوئیوں میں جھوٹا نکلنے کونہایت آسان رستے سے جان سکیں گے۔

مرزا غلام احمد کا معیار صدق و کذب

اس پر غلام احمد کو سمجھنے کی کوشش کیجئے

الحمدللّٰہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی امابعد

قادیانیوں کو ان کے مربیوں کی طرف سے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ عوام کے سامنے وہ مسائل زیر بحث لائیں جن کا سمجھنا قرآن و حدیث کے جاننے پر موقوف ہو اس کے لیے انھوں نے قادیانیوں کو چند مغالطے تیار کرائے ہوتے ہیں۔ جن کے بل بوتے وہ عام مسلمانوں کو جو قرآن و حدیث اور عربی زبان کا ضروری علم نہیں رکھتے چند علمی مسائل میں الجھا دیتے ہیں اور پھر ایسی عام نشستیں بغیر کسی نتیجہ کے برخواست ہو جاتی ہیں۔

ایسے مواقع پر عام مسلمانوں کو چاہیے کہ قرآن و حدیث کے علمی مسائل میں الجھے بغیر براہ راست غلام احمد قادیانی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ آسان راستہ کیا ہے جس سے مرزا غلام احمد کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے؟ مرزا غلام احمد نے وہ راہ خود اس طرح تجویز کی ہے۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

1- درحقیقت میرا صدق یا کذب آزمانے کے لیے یہی کافی ہیں۔

(ازالہ اوہام جلد 2 ص 318)

2- بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق و کذب جانچنے کے لیے ہماری پیشگوئیوں سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا ہے۔

(تبلیغ رسالت جلد 1 ص 118 اشتہار 10 جولائی 1888ء آئینہ کمالات اسلام ص 288)

-3 کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

(خاکسار مرزا غلام احمد 20 فروری 1893ء آئینہ کمالات اسلام ص 651)

-4 اگر ثابت ہو کہ میری سو پیشگوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی ہو تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔

(اربعین حصہ 4 ص 25 رخ جلد 17 ص 461)

سو پیشگوئیاں ایک طرف رہیں ہم اپنے قارئین کو صرف سات پیشگوئیوں پر لاتے ہیں ان کی پوری تفصیل اور تحقیق سے مرزا غلام احمد کا چہرہ پورا بے نقاب ہو جائے گا۔اور بلی تھیلے سے باہر آجائے گی

-1 پادری عبداللہ آتھم کی موت کی پیشگوئی

-2 مرزا غلام احمد کی اپنی عمر کی پیشگوئی

-3 محمدی بیگم کے نکاح کے بارے میں پیشگوئی

-4 مرزا سلطان محمد کی موت کی پیشگوئی

-5 ایک حمل سے ایک رحمت کے نشان کی پیشگوئی

-6 مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل چلنے کی پیشگوئی

-7 خواتین مبارکہ سے نکاح کی پیشگوئی

اب ہم پادری عبداللہ آتھم سے اس بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

-1 عبداللہ آتھم کی موت کی پیشگوئی

مرزا غلام احمد نے 5 جون 1893ء کو عبداللہ آتھم کی موت کی پیشگوئی کی اور کہا کہ خدا نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے۔ مرزا غلام احمد اور پادری عبداللہ آتھم کا تحریری مناظرہ امرتسر میں 22 مئی 1893ء سے شروع ہو کر

5 جون 1893ء تک پندرہ دن رہا۔ اس میں حکیم نور الدین اور مولوی سید محمد احسن مرزا صاحب کے معاون تھے اسی مناظرے کی روئیداد جنگ مقدس کے نام سے شیخ نور احمد مالک ریاض ہند پریس امرتسر نے شائع کی۔ مرزا غلام احمد نے اپنی آخری تحریر میں لکھا۔

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی 15 ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے...... میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی......تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔

(1) مجھ کو ذلیل کیا جائے (2) روسیاہ کیا جائے (3) میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے اور (4) مجھ کو پھانسی دی جاوے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (1) وہ ضرور ایسا ہی کرے گا (2) ضرور کرے گا (3) ضرور کرے گا (4) زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (جنگ مقدس ص 211 ر۔خ جلد 6 ص 292-293)

اس پیشگوئی کے مطابق آتھم کی موت کا آخری دن 5 ستمبر 1894ء قرار پایا مگر دنیا گواہ ہے کہ وہ 5 ستمبر کو صحیح سلامت موجود تھا اب عبداللہ آتھم کا خط بھی پڑھیں جو اس وقت کے اخبار ''وفادار'' لاہور میں شائع ہوا۔

''میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ مرزا صاحب کی کتاب نزول مسیح کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی موت کی پیشگوئی ہے...... اب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے اپنے دل میں چونکہ اسلام قبول کر لیا ہے اس لیے نہیں مرا۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو تاویل کریں کون کسی کو روک سکتا ہے میں دل سے اور ظاہراً پہلے بھی عیسائی تھا اور اب بھی عیسائی ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔''

یہ دل سے توبہ کرنے کا تصور بھی مرزا صاحب کی نئی شریعت ہے قرآن شریف تو اس توبہ کو لائق قبول ٹھہراتا ہے جو کھول دی جائے یہ اچھی توبہ ہے جو پیشگوئی کے جھوٹا نکلنے پر آتھم کے سر تھوپی جا رہی ہے قرآن کریم تو توبہ کے ساتھ اس کے بیان ہونے کو بھی لازم ٹھہراتا ہے:

الا الذين تابوا و اصلحوا و بينوا فاولئک اتوب عليهم (پ 2 البقره 160)

ترجمہ: مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور (اپنے بگاڑ کی) اصلاح کی اور اسے برسرعام بیان کیا وہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں۔

پھر اگر آتھم واقعی تائب ہو چکا تھا تو خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کو 5 ستمبر 1894ء سے پہلے کیوں اطلاع نہ دے دی۔ شیخ یعقوب علی عرفانی 5 ستمبر 1894ء کو اپنی جماعت کا حال ان لفظوں میں ذکر کرتا ہے:

''آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آ گیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رسوا مت

کریو غرض ایسا کہرام مچا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں۔"
(سیرت مسیح موعود ص 7)

خود مرزا صاحب کا حال اس دن کیا تھا اسے ان کے بیٹے بشیر احمد کے بیان میں دیکھیں آپ اس دن عملیات میں گھرے ہوئے تھے اور دانے پڑھوا رہے تھے وہ لکھتا ہے۔

"وظیفہ ختم کرنے کے بعد ہم وہ دانے حضرت صاحب کے پاس لے گئے کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا۔ اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر لے گئے اور فرمایا کہ یہ دانے کسی غیر آباد کنویں میں ڈالے جائیں گے اور فرمایا کہ جب میں دانے کنویں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہیے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہیے۔" (سیرت المہدی ج 1 ص 159)

یہ عملیات بتا رہے ہیں کہ اس دن مرزا غلام احمد آتھم کو اندر سے مسلمان ہوا نہ سمجھتا تھا پھر معلوم نہیں خدا نے اسے مسلمان ہوا کیسے سمجھ لیا اور اس سے موت ٹال دی۔

مرزا بشیر الدین محمود کا بیان بھی لائق دید ہے جو الفضل 20 جولائی 1940ء میں چھپا ہے وہ کہتا ہے۔

"اس دن کتنے کرب و اضطراب سے دعائیں کی گئیں چیخیں سو سو گز تک سنی جاتی تھیں اور ان میں سے ہر ایک زبان پر یہ دعا جاری تھی کہ یا اللہ آتھم مر جائے یا اللہ آتھم مر جائے۔"

مگر افسوس کہ اس کہرام اور آہ و زاری کے نتیجے میں بھی آتھم نہ مرا اور مرزا صاحب نے اعلان کر دیا کہ چونکہ وہ اندر سے توبہ کر چکا تھا۔ اس لیے

پندرہ مہینوں کے اندر اندر نہیں مرا۔

2- مرزا غلام احمد کی اپنی عمر کی پیشگوئی

مرزا غلام احمد نے کہا مجھے خدا نے الہام کیا ہے کہ تجھے اسی سال دنیا میں رہنا ہے۔

لنحیینک حیوۃ طیبۃ ثمانین حولاً او قریباً من ذلک.

(ازالہ اوہام ص 342 اربعین باب دوم ص 33)

خدا نے صریح لفظوں میں مجھے اطلاع دی کہ تیری عمر 80 برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم ص 97)

اسی برس یا پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم۔ (حقیقۃ الوحی ص 96)

مرزا غلام احمد کی تاریخ پیدائش ان کی اپنی تحریر (مندرجہ کتاب البریہ) کے مطابق 1839ء یا 1840ء تھی اور تاریخ وفات 26 مئی 1908ء۔ مرزا صاحب کی عمر اپنے الہامات کے مطابق کم از کم 76 سال اور زیادہ سے زیادہ 86 سال ہونی چاہیے تھی لیکن انھوں نے 68 یا 69 سال کی عمر میں ہیضہ سے وفات پائی۔ قادیانیوں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش کو بدلیں لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے اور تاریخ وفات کو بدلنا ان کے بس میں نہ تھا سو مرزا غلام احمد کی یہ پیشگوئی اس کے جھوٹا ہونے کی بڑی واضح دلیل ہے۔

خدا کے وعدے تو کبھی جھوٹے نہیں ٹھہرتے۔ قرآن کریم میں ہے

ولاتحسبن اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ. (پ ۱۳. ابراھیم ۴۷)

اس موضوع پر آگے انشاء اللہ العزیز ایک مستقل مضمون آ رہا ہے۔ اس لیے ہم یہاں اس کی تفصیل میں نہیں جاتے۔

3- محمدی بیگم سے نکاح کی پیشگوئی

یہ کمسن لڑکی ایک رشتہ سے مرزا صاحب کی بھانجی ایک رشتہ سے بھتیجی

اور ایک رشتہ سے مرزا کی بیوی کی بھتیجی تھی اور آپ کی بہو کی بھی رشتہ کی بہن تھی ہندوستان کے سماج میں یہ مرزا غلام احمد کی اولاد کے درجے کی تھی غلام احمد خود لکھتا ہے۔

هذه المخطوبة جارية حديثة السن عذراء و كنت حينئذ جاوزت خمسين. (آئینہ کمالات اسلام ص 574)

ترجمہ: یہ جس کے نکاح کی طلب ہے ایک کمسن چھوکری ہے اسے کسی نے نہیں چھوا ہے اور میں اس وقت پچاس سال سے تجاوز کر چکا ہوں۔

مرزا غلام احمد کی نظر اس پر بیٹی کی نظر کیوں نہ پڑی بیوی کی نظر ہی کیوں پڑی ہم اس وقت اس پر بحث نہیں کرتے۔ مرزا غلام احمد نے 25 جولائی 1892ء کو ایک خواب میں دیکھا۔

"چار بجے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے...... وہ عورت یکا یک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ جوان عورت ہے...... میں نے دل میں خیال کیا یہ وہی عورت ہے جس کے لیے اشتہار دیے تھے اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی اس نے کہا میں آ گئی ہوں۔" (تذکرہ ص 831)

مرزا کی خواہش ہوتی تھی کہ جو خواب دیکھے اسے ظاہراً بھی پورا کرے۔ مرزا کے چچا زاد بھائی مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین اور مرزا کمال الدین محمدی بیگم کے حقیقی ماموں تھے اور یہ مرزا صاحب کی چچا زاد بہن کی بیٹی تھی۔ اس چچا زاد بہن کے رشتہ سے مرزا احمد بیگ مرزا غلام احمد کا بہنوئی لگا یہ مرزا صاحب کا ماموں زاد بھائی بھی تھا۔ مرزا غلام احمد کے بیٹے فضل احمد کی بیوی

محمدی بیگم کی پھوپھی زاد بہن تھی۔ سو مرزا غلام احمد کے ہاں یہ کمسن لڑکی بہو کے برابر کی تھی۔

محمدی بیگم سے نکاح کی تحریک کیسے چلی؟

مرزا امام الدین کا ایک بھائی مرزا غلام حسین بھی تھا جو مفقود الخبر ہو گیا تھا اس کی بیوی مرزا احمد بیگ کی بہن تھی اس مفقود الخبر کی جائیداد بہن کے واسطہ سے مرزا احمد بیگ کو تب مل سکتی تھی کہ مرزا غلام حسین کے بھائیوں کی بھی اجازت ہو احمد بیگ ان کا بہنوئی تھا اس لیے وہ اس پر راضی تھے۔ جدی جائیداد ہونے کی وجہ سے برٹش لاء (British Law) میں مرزا غلام احمد کی اجازت بھی ضروری تھی گو شرعاً اس کا اس پر حق نہ بنتا تھا۔ مرزا احمد بیگ (مرزا کا ماموں زاد بھائی) مرزا غلام احمد سے دستخط کرانے آیا۔ تو مرزا نے یہ شرط لگا دی کہ اپنی کمسن بیٹی مجھ پچاس سال کے بوڑھے کو دے دے اور یہ زمین لے لے۔ احمد بیگ اس بوڑھے کی اس خواہش پر حیران رہ گیا۔ اسے غیرت آئی اور وہ واپس چلا گیا مرزا غلام احمد نے مرزا احمد بیگ کو کہا کہ مجھے تو خدا نے وحی کی ہے کہ احمد بیگ سے یہ لڑکی مانگ۔ غلام احمد لکھتا ہے۔

"الهمت من الله الباقي وانبئت من اخبار ماذهب وهلى قط اليها وماكنت اليها من المستد نين فاوحى الله الى ان اخطب صبية الكبيرة لنفسک. وقل له ليصاهرک اولاً ثم ليقتبس من قبسک. وقل انى امرت لاهبک ماطلبت من الارض وارضا خرى معها واحسن اليک باحسانات خرى على ان تنكحنى احدى بناتک التى هى كبيرتها." (آئینہ کمالات اسلام ص 572)

ترجمہ: اللہ الباقی کی طرف سے مجھے الہام کیا گیا اور مجھے وہ خبر دی گئی میرا خیال بھی کبھی اس طرف نہ گیا تھا اور نہ میں کبھی اس کا منتظر تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی کہ تو اس کی بڑی بیٹی کا رشتہ اپنے لیے مانگ اور اسے کہہ کہ وہ تجھے اپنی دامادی میں قبول کرے پھر تجھ سے وہ حصہ لے اور کہہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تیری مطلوبہ زمین تجھے ہبہ کر دوں اور اس کے ساتھ اور زمین بھی اور میں تجھ پر اور بھی بہت سے احسانات کروں گا اس شرط سے کہ تو اپنی دختر کلاں میرے نکاح میں دے۔

مرزا غلام احمد نے پھر یہ بھی کہا:

''اور اگر تو نے یہ بات نہ مانی تو جان لے کہ اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے اس کے لیے اور تیرے لیے ہرگز مبارک نہ ہوگا...... تو نکاح کے بعد تین سال میں مر جائے گا...... اور اسی طرح اس کا خاوند ڈھائی سال کے اندر اندر مر جائے گا اور آخر کار یہ میرے نکاح میں آ کر رہے گی۔''

اور پھر یہ بھی یقین دہانی کرائی کہ میں تجھے بہت کچھ دوں گا:

''میں تیری بیٹی (محمدی بیگم) کو اپنی کل زمین کا اور اپنی ہر مملوکہ چیز کا تیسرا حصہ بطریق عطاء دوں گا اور تو جو بھی مانگے تجھے دوں گا...... یہ جو میں نے تجھے خط لکھا ہے اپنے رب کے حکم سے لکھا ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص 573 ملخصاً)

دیکھئے قادیانیوں کا رب اس نکاح کی خاطر کس طرح احمد بیگ کی منتیں کر رہا ہے۔ جب مرزا احمد بیگ نے اپنی بیٹی مرزا سلطان محمد کے نکاح میں دے دی تو مرزا غلام احمد نے کہا۔

''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے

اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص 31 حاشیہ ر۔خ جلد 11 ص 31)

کیا مرزا غلام احمد کو محمدی بیگم کی ضرورت تھی؟

پچاس سال کے بوڑھے کو اتنی کمسن بیوی کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے؟ مرزا صاحب کو تو 1896ء کا اپنا خواب پورا کرنا تھا جب وہ خواب میں اس کے پاس آئی تو وہ اب ظاہر میں بھی اس کے پاس آئے اور اس پر خدا کی وحی بھی آ گئی ورنہ مرزا غلام احمد کو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی اس نے مرزا احمد بیگ کو لکھا تھا۔

''مجھے نہ تمہاری ضرورت تھی نہ تمہاری لڑکی کی۔ عورتیں اس کے سوا اور بھی بتیری ہیں۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص 574)

یعنی اگر یہ میرے نکاح میں نہ آئے گی تو اور کئی آ جائیں گی میرے یہ نکاح اللہ کے ہاں لکھے جا چکے ہیں۔

لیکن غلام احمد نے پھر خدا کے نام سے اپنے لیے محمدی بیگم کی پوری تعیین کر دی۔

''خدا تعالیٰ نے پیشگوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں (محمدی بیگم) انجام کار تمھارے نکاح میں آئے گی...... خدا ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لاوے گا باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ ہو کر اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔''

(ازالہ اوہام ص 306 روحانی خزائن جلد 3 ص 305)

مرزا غلام احمد کو ایک دفعہ شک گزرا کہ شاید اس پیشگوئی کا مطلب کچھ

اور ہو مگر بقول مرزا غلام احمد خدا تعالیٰ نے اس میں شک کرنے کا دروازہ بھی بند کر دیا مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

''اس عاجز کو ایک دفعہ سخت بیماری آئی یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی اس وقت یہ پیشگوئی آنکھوں کے سامنے آ گئی (کہ ابھی تک محمدی بیگم سے نکاح نہیں ہوا)...... تب میں نے اس پیشگوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں نہیں سمجھ سکا تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا۔ الحق من ربك فلا تكونن من الممترين۔ یعنی تیرے رب کی طرف یہ بات سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص 306)

یعنی تیرا نکاح محمدی بیگم سے ہو کر رہے گا تو کیوں شک کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی باتیں ٹلا نہیں کرتیں۔ یہ کوئی تقدیر معلق نہیں کہ کسی اور بات پر موقوف ہو اور نہ یہ کوئی انذاری پیشگوئی ہے کہ کس کے دل میں توبہ کرنے سے ٹل جائے۔

مرزا غلام احمد کا اشتہار 1894ء

''اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے متعلق الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبديل لكلمات الله یعنی میری یہ بات نہیں ٹلے گی پس اگر ٹل جاوے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔'' (اشتہار 6 اکتوبر 1894ء تبلیغ رسالت ج 3 ص 115)

ناظرین! غور فرمائیں کہ تقدیر مبرم اور لاتبديل لكلمات الله کا کیا انجام ہوا اور خدا کا یہ سات مرتبہ دہرانا بھی سن لیں وہ کس طرح مرزا صاحب کو تسلی پر تسلی دے رہا ہے۔ یہ یکے بعد دیگرے سات الہامات پڑھیں انھیں سنیئے اور سر دھنیے۔

محمدی بیگم کے نکاح میں آنے کے سات الہامات

(1) فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک (2) امر من لدنا انا کنا فاعلین (3) زوجنکھا (4) الحق من ربک فلا تکونن من الممترین (5) لاتبدیل لکلمات اللہ (6) ان ربک فعال لما یرید (7) انا رادھا الیک.

(انجام آتھم ص 60-61 ر۔خ جلد 11 ص 60-61)

ترجمہ: سو خدا ان کے لیے مجھے کفایت کرے گا اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا۔ یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی اسے پورا کرنے والے ہیں ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا۔ تیرے رب کی طرف سے یہ سچ ہے پس تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے۔ (کوئی نہیں جو اس کو روک سکے) ہم اس کو تیری طرف واپس لانے والے ہیں۔

مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی جو بار بار خدائی الہامات سے مرصع ہے اتنی مرتبہ دہرائی گئی ہے کہ شاید ہی اور کوئی پیشگوئی اس کے ہم وزن ہو مگر افسوس کہ مرزا صاحب ہمیں اس پر طعنہ دیتے ہیں کہ تم اسی پیشگوئی پر کیوں زیادہ بحث کرتے ہو کیا تمھیں اور کوئی پیشگوئی نہیں ملتی۔ (دیکھئے تحفہ گولڑویہ ص 209)

اور بھی بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو پوری ہوئیں ایک اسی پیشگوئی پر کیوں بحث کی جاتی ہے۔ (پیغام صلح لاہور 16 جنوری 1921ء)

اگر ایک یا دو پیشگوئیاں اس کی کسی جاہل اور بدفہم اور غبی کی سمجھ میں نہ آئیں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ وہ تمام پیشگوئیاں صحیح نہیں ہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین ص 41 طبع 1903ء)

مرزا غلام احمد کی کوشش کہ خدا کی بات غلط نہ نکلے

قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد خدا کی محبت میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ وہ نہ چاہتا تھا کہ خدا کی خبریں غلط نکلیں اور اس کے الہامات پورے نہ ہوں اس نے بہت کوشش کی کہ جس طرح بھی ہو سکے محمدی بیگم ضرور ان کے نکاح میں آ جائے۔ مرزا نے اپنے بیٹے فضل احمد کو آمادہ کیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے کیونکہ اس کے رشتہ دار محمدی بیگم کو اس کے نکاح میں نہیں دے رہے چنانچہ فضل احمد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر مرزا صاحب نے فضل احمد کی ماں (اپنی پہلی بیوی) کو بھی جو محمدی بیگم کے خاندان میں سے تھی طلاق دی کہ ممکن ہے فریق ثانی ان طرح طرح کی ابتلاؤں سے تنگ آ کر خدا کے الہامات کو پورا کر دیں۔ مرزا کی بیوی نصرت بھی خدا سے رو رو کر سوکن مانگتی رہی اور یہ بات بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں

مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

''والدہ صاحبہ مکرمہ نے بارہا رو رو کر دعائیں کیں اور بارہا خدا کی قسم کھا کر کہا کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں۔'' (سیرت المہدی جلد اول ص 277 روایت 290)

مگر تاریخ گواہ ہے کہ مرزا صاحب اسی حسرت کو لے کر قبر میں چلے گئے اور محمدی بیگم ان سے (58) اٹھاون سال بعد تک دنیا میں زندہ رہی اور قادیانی اپنی آخری چال میں بھی بری طرح ناکام ہوئے کہ محمدی بیگم کو کسی بہانے (ربوہ) چناب نگر کے بہشتی مقبرہ میں لا کر دفن کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ جو نکاح آسمان پر پڑھا گیا ہو اور خود خدا نے پڑھایا ہو وہ کسی نہ کسی شکل میں پورا

ہو ہی گیا ہے۔

محمدی بیگم کی پیشگوئی پوری نہ ہونے پر مرزا غلام احمد کی سزا

مرزا غلام احمد نے خدا کے نام سے محمدی بیگم کے اپنے نکاح میں آنے کی پیشگوئی بار بار کی اور اس کے پورا نہ ہونے پر اپنی سزا یہ تجویز کی۔

ہمیشہ کی لعنتیں برسنا

1- ''اگر یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت (بہ مرض ہیضہ) کے ساتھ ہلاک کر...... اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ لوگ مجھ پر ہمیشہ لعنت کرتے رہیں۔ مرزا کی یہ سزا محمدی بیگم سے نکاح نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔'' (اشتہار 27 اکتوبر 1894ء)

دس لاکھ آدمیوں میں رسوائی

2- ''یہ پیشگوئی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہو اور ایک جہاں کی اسی پر نظر لگی ہوئی ہے۔'' (اشتہار 17 جولائی 1890ء)

اپنے دجال ہونے کا اقرار

3- ''اگر یہ پیشگوئی خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال ہوں۔'' (اشتہار 6 اکتوبر 1894ء)

اب چاہیے کہ سب قادیانی مرزا صاحب کے ان بیانات پر آمین کہیں تا معلوم ہو یہ واقعی اس کے مقتدی ہیں۔ ایصال ثواب کا لفظ تو آپ نے عام سنا ہوگا ایصال عذاب کی یہ نئی اصطلاح سامنے آ گئی

کیا اس پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے یہ دس لاکھ لعنتوں کا

استقبال نہیں۔ اب جب یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو مرزا غلام احمد پر یہ سزا ضرور جاری ہونی چاہیے۔ مخالفین تو مرزا پر یہ سزا ہمیشہ جاری رکھتے ہیں لیکن یہ فرض اس کے لواحقین کا بھی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد پر یہ سزائیں جاری کریں تادنیا جان لے کہ مرزا کی بات جھوٹی نکلی اور یہ خدا کی بات نہیں تھی وہ قادیانی جو مرزا کے ان الہامات کو پڑھتے خود خدا سے ہی بدگمان ہونے لگے کہ وہ کیوں بار بار وہ چیز کہتا ہے جسے وہ کر نہیں سکتا وہ بار بار کہتا ہے کہ محمدی بیگم کو تیرے نکاح میں لاؤں گا مگر وہ لا نہیں سکا وہ خدا ہی کیا ہوا جو ایک کام کرنا چاہے اور اسے نہ کر سکے اور بار بار احمد بیگ کی منتیں کرے اور مرزا احمد بیگ خدا سے بھی (معاذ اللہ) سینئر نکلے۔

نکاح نہ ہونے کی صورت میں اپنے آپ کو چوہڑا چمار کہنا

مرزا غلام احمد کو جب معلوم ہوا کہ محمدی بیگم کا نکاح کسی اور جگہ ہونے والا ہے تو مرزا نے مرزا علی شیر بیگ کو جو مرزا احمد بیگ کا بہنوئی تھا۔ اور مرزا فضل احمد کا خسر تھا (اس کی بیٹی عزت بی بی مرزا غلام احمد کی بہو تھی) 4 مئی 1891ء کو یہ خط لکھا:

''میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں...... میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے...... اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا تھا کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار اور ننگ تھی۔ اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو (مرزا نے تو خود ان کی بہن حرمت بی بی کو اپنے سے فارغ کر کے بچے کی ماں بنا رکھا تھا اب بچے کے خسر کی یہ منت وسماجت کیوں؟) خدا

تعالیٰ سے خوف کرو کسی نے جواب نہ دیا بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کے لیے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بیشک وہ طلاق دے دیوے ہم راضی ہیں اور ہم نہیں چاہتے یہ شخص کیا بلا ہے ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کریں گے یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں...... یہ باتیں آپ کی بیوی کی مجھے پہنچی ہیں بیشک میں ناچیز ہوں ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے میں نے ان کی خدمت میں لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا...... اور اگر میرے لیے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا (محمدی بیگم کے دوسری جگہ نکاح کا) بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں...... آپ کی لڑکی کی آبادی کے لیے کوشش کروں گا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔"

دیکھیے اس لیے کہ ایک کمسن لڑکی ایک بوڑھے کے نکاح میں کیوں نہیں آتی کتنے پاپڑ بیلے جا رہے ہیں اور کتنے گھر برباد کیے جا رہے ہیں اپنی بیوی حرمت بی بی کو طلاق دی جا رہی ہے۔ بہو (عزت بی بی) کو طلاق دلوائی جا رہی ہے فضل احمد کو محروم الارث ہونے کی دھمکی دی جا رہی ہے اور محمدی بیگم سے نکاح ہونے کا پھر بھی یقین کامل ہے مرزا صاحب نے پھر اگست 1901ء کو یہ حلفیہ بیان دیا جو ان کے اخبار الحکم 10 اگست 1901ء میں شائع ہوا۔

"عورت (محمدی بیگم) اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ ضرور آئے گی یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں۔ ہو کر رہیں گی۔"

(عدالت گورداسپور میں مرزا صاحب کا حلفیہ بیان الحکم ص 14 کالم 3)

مذہبی دنیا میں انسانی حقوق کا ایسا کریہہ ڈرامہ شاید ہی کسی نے دیکھا ہو اور خدا کے نام پر ایسے صریح اور قطعی لفظوں میں شاید ہی کوئی جھوٹ باندھا گیا ہو محمدی بیگم مرزا کی وفات کے بعد 58 سال تک دنیا میں زندہ رہی اور اسلام پر اس کی وفات ہوئی اور اسے اور اس کے خاندان کو ذلیل و رسوا ہونے کی دھمکیاں دینے والے قانون کی نگاہ میں سر عام غیر مسلم ٹھہرائے گئے نصرت بیگم کی اولاد غیر مسلم ہو گئی اور محمدی بیگم کی اولاد مسلمانوں کی صف میں رہی یہ لوگ ایک اسلامی سلطنت کے آزاد شہری ٹھہرے اور نصرت جہاں بیگم کا پوتا مرزا طاہر مسلمانوں کی غلامی سے بھاگ کر لندن میں انگریزوں کے ہاں پناہ گزیں ہوا۔ یہ وہ بدنصیب ہیں جو ہمیشہ غیر اسلامی سلطنتوں کے سایہ میں رہیں گے اور آزادی کا سانس انھیں کبھی نصیب نہ ہوا اللہ تعالیٰ پاکستان کی آزادی کو قائم اور دائم رکھے یہ وہ تحفہ اور انعام الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مرزا غلام احمد کی مسیحیت کے منکرین کو 1947ء میں بخشا۔

یہ پیشگوئی کسی پر عذاب اترنے کی نہ تھی

یہ پیشگوئی کوئی انذاری پیشگوئی نہ تھی یہ محمدی بیگم کے مرزا کے نکاح میں آنے کی خبر تھی اور اس کے تقدیر مبرم ہونے کا اعلان تھا سو یہاں قادیانیوں کی یہ تاویل بھی نہیں چل سکتی کہ محمدی بیگم کے خاوند نے اپنے اس نکاح سے توبہ کر لی تھی اور محمدی بیگم کو فارغ کر دیا تھا وہ پوری عمر مرزا غلام احمد کی چھاتی پر مونگ دلتا رہا اور مرزا صاحب اپنی اس خواہش کو پورا کیے بغیر ہی قبر میں اتار دیے گئے اور وہ مدت دراز تک بعد میں زندہ رہا۔ مرزا 1908ء میں مرا اور محمدی بیگم کے خاوند نے پورے چالیس سال بعد 1948ء میں وفات پائی۔

جو پیشگوئی کسی کے صادق و کاذب ہونے کا معیار قرار دی گئی ہو اور

اس کے پورا ہونے کا انتظار عوام و خواص دونوں کو برابر لگا ہوا ہو اس میں کسی باریک تاویل کو راہ نہیں دی جا سکتی یہ اس لیے کہ صادق و کاذب کی اس پہچان میں عوام کو بھی اسے پہچاننے کا برابر کا حق حاصل ہے مرزا غلام احمد خود ہی بتائے کہ خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کو کس نے توڑا؟ مرزا سلطان محمد کی اتنی ہمت نہیں ہو سکتی کہ وہ خدا کا ارادہ توڑ دے مرزا خود لکھتا ہے:

''خدا کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک بکر ہو گی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ چار پسر اس سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔''

(تریاق القلوب ص 35 ر۔خ جلد 15 ص 201)

غلام احمد یہ بھی لکھتا ہے:

میرے خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ دو عورتیں تیرے نکاح میں لاؤں گا ایک کنواری ہو گی اور دوسری بیوہ۔ کیا کوئی قادیانی بتا سکتا ہے کہ وہ کون سی بیوہ عورت ہے جس سے مرزا صاحب نے نکاح کیا مرزا سلطان محمد تو مرا نہیں اور نہ ہی محمدی بیگم مرزا صاحب کی زندگی میں بیوہ ہوئی۔ پھر کیا خدا نے مرزا صاحب کو جھوٹی بشارت دی تھی؟ (معاذ اللہ) جیسا یہ نبی تھا ایسا ہی اس کا خدا نکلا۔ اس پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کی ایک ہی وجہ ہے جو مرزا غلام احمد نے خود لکھ دی ہے:

''جو شخص اپنے دعوے میں کاذب ہو اس کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص 322 و 323، ر۔خ جلد 5 ص 322 و 323)

4- مرزا سلطان محمد کی موت کی پیشگوئی

غلام احمد نے پیشگوئی کی تھی کہ اگر محمدی بیگم مرزا سلطان محمد سے بیاہی

گئی تو مرزا سلطان محمد ڈھائی سال کے اندر اندر مر جائے گا اور یہ بھی کہا:

''اگر میں جھوٹا ہوں تو وہ پیشگوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص 31)

تاریخ گواہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی 1908ء میں موت آ گئی اور مرزا سلطان محمد زندہ رہا وہ 1914ء کی جنگ میں بھی شامل ہوا اس کے سر پر گولی بھی لگی مگر وہ نہ مرا اس کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں جو مرزا غلام احمد کے کذب کی چلتی پھرتی تصویریں تھے۔ غلام احمد اس کی موت کو تقدیر مبرم کہتا تھا مگر مرزا کی اپنی تقدیر بدل چکی تھی نہ محمدی بیگم مرزا کی زندگی میں بیوہ ہوئی نہ اس کے نکاح میں آئی اور یہ چلتا بنا۔

مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت کی پیشگوئی اصل موضوع بحث نہیں۔ یہ غلام احمد کے کاذب ہونے کی ایک ضمنی شہادت ہے۔

اصل پیشگوئی مرزا غلام احمد کے محمدی بیگم سے نکاح کی تھی یہ بات ضمن میں آ گئی ہے کہ اگر مرزا احمد بیگ اپنی بیٹی کو کسی دوسری جگہ بیاہ دے تو انجام کار وہ بیوہ ہو کر مرزا کے نکاح میں آئے گی سو مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت محض ایک ضمنی پیشگوئی تھی مگر وہ بھی پوری نہ ہوئی۔

مرزا غلام احمد کی اپنی عمر کی پیشگوئی کس طرح غلط نکلی اس پر ایک مفصل مضمون اس کتاب میں موجود ہے اس لیے ہم اسے یہاں بحث میں نہیں لاتے۔ البتہ (1) پادری عبداللہ آتھم کی موت کی پیشگوئی (2) محمدی بیگم سے نکاح کی پیشگوئی (3) مرزا سلطان محمد کی موت کی پیشگوئی (4) مرزا غلام احمد کے لیے ایک رحمت کے نشان کی پیشگوئی (5) مکہ مدینہ کے مابین ریل چلنے کی پیشگوئی (6) کچھ اور خواتین مبارکہ کے اس کے نکاح میں آنے کی پیشگوئی، ان چند

پیشگوئیوں کا پیش کرنا ہم کافی سمجھتے ہیں۔ تین پیشگوئیاں ہم ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں کہ وہ کس طرح جھوٹی نکلیں ان پر پوری بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ اگلا مضمون کہ مرزا غلام احمد اپنی پیشگوئیوں میں چور دروازے رکھنے میں کس قدر ماہر تھا یہ خود مرزا غلام احمد کے صدق و کذب کا کھلا فیصلہ دینے کے لیے اپنے موضوع میں کافی و وافی ہوگا۔

5- مرزا غلام احمد کے لیے ایک رحمت کے نشان کی پیشگوئی

مرزا غلام احمد نے 20 فروری 1886ء میں جب کہ اس کی دوسری بیوی پہلے حمل میں تھی مخالفین اسلام کو اسلام کی چمک دکھلانے کے دعوے کے ساتھ ایک یہ پیشگوئی کی۔

خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے رحمت کا نشان دیتا ہوں...... تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں...... ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا...... وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا...... وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ (اشتہار 20 فروری 1886ء تبلیغ رسالت جلد 1 ص 58 مجموعہ اشتہارات جلد 1 ص 202)

مرزا صاحب نے جس سیاق میں پیشگوئی کی وہ یہ تھا کہ انہی دنوں ان کی بیوی حاملہ ہوئی تھی مرزا صاحب کے پہلے لڑکے سلطان احمد اور فضل احمد بائیس اور بیس سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور مرزا صاحب کو نئے بچوں کا بہت شوق تھا جونہی بیوی کے حمل ٹھہرا انھوں نے خدا کے نام سے یہ پیشگوئی کر دی بلیغ کلام وہ ہوتا ہے جو مقتضائے حال کے مطابق ہو سو مرزا صاحب کی اس خوشی

سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ رحمت کا نشان اسی حمل سے ظاہر ہوگا۔

اس پیشگوئی میں اسلام کی چمک کونسی ہے؟ ظاہر ہے کہ کچھ نہیں ہزاروں انسانوں کے ہاں بیٹے ہوتے ہیں مگر ان سے کہیں نہیں سمجھا جاتا کہ خدا اس کے باپ کے ساتھ ہے اور اگر وہ لڑکا اقبال مند بھی ہو تو یہ حقیقت کسی پندرہ بیس برس کے بعد ہی کھلے گی یہ بچے کی پیدائش سے کیسے کھل گیا کہ خدا اس بچے کے باپ کے ساتھ ہے اور اس کا نبی یا مسیح ہونے کا دعویٰ برحق ہے مرزا صاحب نے یہاں جو یہ بات لکھی ہے کہ اس بچے کی پیدائش اس لیے ہے تا لوگ یقین کریں کہ خدا اس کے باپ کے ساتھ ہے تعلیم یافتہ حلقوں میں اور سنجیدہ لوگوں میں یہ بات ایک لاف زنی سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتی اور لوگ اس پر ہنسے بغیر آگے نہیں گزر پاتے۔

پھر جونہی مرزا صاحب کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ پیشگوئی درست نہ نکلے تو اس کے دو ماہ بعد ایک اور پیشگوئی کر دی کہ آخر کچھ اور موقع بھی رہے آپ نے لکھا:

آج 8 اپریل 1886ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت ایک حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ (تبلیغ رسالت حصہ اول ص 74 مجموعہ اشتہارات ص 117)

ناظرین! بہت ہی قریب کے الفاظ پر غور کریں اس کا مفہوم یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ اسی حمل سے۔ لیکن مرزا صاحب نے اس کے ساتھ ہی ایک اور بات کہہ دی۔

یہاں مرزا صاحب نے اس بات میں کچھ شک ڈال دیا کہ وہ بچہ اس حمل سے ہوگا یا اگلے حمل سے اور اس کے لیے یہ احتیاط برتی کہ یہ موعود

بچہ...... ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

یعنی اس حمل میں اور اس لڑکے میں ایک مدت حمل سے زیادہ فاصلہ نہیں ہوگا پھر بھی جب مرزا صاحب کو اس پر پورا اطمینان نہ ہوا تو آپ اس دوسرے حمل کو آگے ڈھائی سال تک لے گئے پھر احتیاطاً یہ بھی کہہ دیا کہ اسے نو سال بھی لگ سکتے ہیں کہ پیشگوئی کا اونٹ آخر کسی کروٹ تو بیٹھے گا ہی نا۔ مرزا صاحب اپنے اس 8 اپریل 1886ء کے اس بیان کے متصل بعد لکھتے ہیں۔

مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے۔ جس کی ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی لدھیانوی نے کی ہے یعنی 9 برس یا اڑھائی برس۔

پھر مرزا صاحب کے ہاں جب اسی حمل سے جون 1886ء میں لڑکی پیدا ہوئی تو اس سے مرزا صاحب کے اپنے حلقوں میں ایک زلزلہ آ گیا۔ انھیں نبی بخش نے 13 جون کو ایک خط لکھا مرزا صاحب اسے اس طرح نقل کرتے ہیں۔

اپنے خط مرسلہ 13 جون 1886ء میں اس عاجز کو لکھتے ہیں کہ تمہاری پیشگوئی جھوٹی نکلی اور دختر پیدا ہوئی تم حقیقت میں بڑے فریبی اور مکار اور دروغ گو آدمی ہو۔ (تبلیغ رسالت حصہ اوّل ص مجموعہ اشتہارات ص 131)

ناظرین غور کریں کہ کیا لوگ اس حمل سے اس موعود لڑکے کا انتظار نہ کر رہے تھے؟ ہاں انھیں پتہ نہ تھا کہ مرزا صاحب اس سے آگے احتیاط کی کتنی کروٹیں لے چکے ہیں۔ مرزا صاحب کے ان الفاظ پر غور کریں۔

بھلا کوئی اس سے پوچھے کہ وہ فقرہ یا لفظ کہاں ہے جو کسی اشتہار میں اس عاجز کے قلم سے نکلا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ لڑکا اسی حمل میں پیدا ہوگا اس سے ہرگز تخلف نہیں کرے گا۔ (ایضاً)

پھر مرزا صاحب کی بیوی جب دوسری مرتبہ حاملہ ہوئی اور اس نے 7

اگست 1887ء کو لڑکا جنا تو اب مرزا صاحب پھولے نہ سماتے تھے۔ آپ نے 7 اگست کو ایک اشتہار دیا جو خوشخبری کے عنوان سے شائع کیا گیا اسے تبلیغ رسالت میں ملاحظہ فرمائیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے متعلق میں نے اشتہار 8 اپریل 1886ء میں پیشگوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا آج 16 ذیقعد 1304ھ مطابق 7 اگست 1887ء میں 12 بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ج 1 ص 141)

ہم یہاں اس بحث میں نہیں جاتے کہ یہ مولود مسعود سولہ ماہ کی عمر پا کر اس دنیا سے چل بسا اور مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی پوری نہ ہو پائی تو اب مرزا صاحب کو مدت حمل کو نو سال تک کھینچنے کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا اور مرزا صاحب اس کے لیے ایک چور دروازہ پہلے سے کھولے چلے آ رہے تھے مرزا غلام احمد کا بیان جو سرمہ چشم آریہ کے آخر میں چھپا ہے۔ ہم پہلے دے آئے ہیں۔ اسے پھر ملاحظہ فرمائیں۔

''مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا'' ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے جس کی ٹھیک ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی لدھیانوی نے کی ہے یعنی نو برس یا اڑھائی برس۔ (ر۔خ جلد 2 ص 316)

یعنی نو برس تک اگر نہ ہوا تو ڈھائی برس تک ضرور ہو گا یہ مرزا صاحب کی قوت استدلال کا ایک نادر نمونہ ہے۔

یہاں کوئی سنجیدہ آدمی یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ خدا جو ایسی

پیچدار باتیں کرے کیسا خدا ہوگا کیا وہ اپنے نبی مرسل کو ان پیچیدہ راہوں سے گزارے بغیر اس کی تصدیق کے کوئی کھلے نشان نہ دکھا سکتا تھا؟ اور پھر وہ نبی مرسل بھی کس قدر شرمندہ تعبیر ہوگا کہ اس کے مرید اس کے ذوالوجوہ الہامات کی تشریح کرنے پر مجبور ہوئے۔ مرزا صاحب خود اپنے بیان میں میر عباس علی لدھیانوی کی تشریح سے فیضیاب ہوتے ہیں اور ان کے مبلغ اللہ دتہ جالندھری کو مرزا صاحب کے ان عجیب وغریب الہامات پر تفہیمات ربانیہ جیسی کتاب لکھنی پڑھی ناظرین اس نبی کی صداقت کا اندازہ لگائیں جس کے ذوالوجوہ بیانات کی تفہیم خود رب کریم نہ کر سکے اور ان کے مرید کرتے رہے۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں آنحضرتؐ کی حدیث پڑھ دیں آپ نے فرمایا۔ من شر الناس ذوالوجھین الذی یاتی ھٰولاء بوجہ وھولاء بوجہ (رواہ مالکؒ)

اس وقت ہم یہاں اس پیشگوئی سے بحث نہیں کر رہے ناظرین کو مرزا صاحب کی ان قلابازیوں پر مطلع کر رہے ہیں جن سے وہ اپنی پیشگوئیوں کو مختلف بیانات میں مختلف عبارات سے لائے تھے۔ یہ پیشگوئیوں کے وہ چور دروازے ہیں جن سے مدعی الہام کا چہرہ بہت ہی بھیانک نظر آتا ہے۔

مرزا صاحب کا آخرکار اجتہادی غلطی کے سائے میں آنا

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ان مفسدانہ نکتہ چینیوں کو دیکھ کر جو مخالفین متعصبین نے اس عاجز کی دو پیشگوئیوں پر کی ہیں وہ نکتہ چینیاں یہ ہیں کہ:

8 اپریل 1886ء کے اشتہار میں اس عاجز نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ ایک لڑکا اس عاجز کے گھر میں پیدا ہونے والا ہے اور اشتہار مذکور میں

بہ تصریح لکھ دیا تھا کہ شاید اس دفعہ وہ لڑکا پیدا ہو یا اس کے بعد اس کے قریب کے حمل میں پیدا ہو سو خدا تعالیٰ نے مخالفین کا خبث باطنی اور ناانصافی ظاہر کرنے کے لیے اس دفعہ یعنی پہلے حمل میں لڑکی پیدا کی تو اس کے بعد جو حمل ہوا تو اس سے لڑکا پیدا ہوا...... دوسری نکتہ چینی مخالفین کی یہ ہے کہ لڑکا جس کے بارے میں پیشگوئی 8 اپریل 1886ء کے اشتہار میں تھی وہ پیدا ہو کر صغرسنی میں فوت ہو گیا...... جواب یہ ہے کہ آج تک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر پانے والا ہوگا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 1 ص 182)

کوئی بھلا مانس سوچے کہ کیا دنیا میں اب تک کسی کو بیٹا پیدا ہونے کی اس طرح خوشخبری دی گئی کہ وہ لڑکا عمر پانے والا ہوگا پھر جب تاریخ انسانیت میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی تو مرزا صاحب نے اپنی سچائی میں یہ فقرہ کیوں زیب قلم کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر ان کا اپنا ضمیر بھی مطمئن نہ تھا۔ سو وہ آخر اجتہادی غلطی کے سائے میں پناہ لینے پر آ گئے۔ آپ لکھتے ہیں:

اور اگر بفرض محال کے طور پر کوئی اجتہادی غلطی بھی کسی پیشگوئی کے متعلق اس عاجز سے ظہور میں آئی یعنی قطع و یقین کے طور پر اس کو کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کیا جاتا تب بھی کسی دانا کی نظر میں وہ محل آویزش نہیں ہو سکتی کیونکہ اجتہادی غلطی ایک ایسا امر ہے جس سے انبیاء بھی باہر نہیں ہیں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل ص 184)

مرزا صاحب خود کسی وبا سے آگے چل دیں تو یہ اور بات ہے لیکن ان کی یہ الہامی کروٹیں کبھی ختم نہ ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کا اپنا علم و فہم بھی اس ملبے میں جا دبے تو اس سے بھی یہی آواز سنائی دے گی کہ میری کوئی پیشگوئی اب تک جھوٹی نہیں نکلی میں نے اپنی پیشگوئیوں میں وہ چور دروازے رکھے ہیں

کہ جہاں چاہوں آسانی سے کسی گرفت سے نکل سکتا ہوں۔

20 فروری 1886ء کی پیشگوئی تین کو چار کرنے کی تھی

قادیانی مبلغین بھول بھلیوں میں کبھی یہ کہہ لیتے ہیں کہ خدا کی بات کہ وہ پسر موعود تین کو چار کرے گا مرزا صاحب کو سمجھ نہ آئی تھی اور وہ جو یہ سمجھے کہ وہ لڑکا اس حمل سے ہوگا یا یہ کہ اس کے اگلے حمل سے ہوگا۔ دونوں مرزا صاحب کی اجتہادی باتیں تھیں جو غلط نکلیں لیکن مرزا کی بتائی بات جو مرزا صاحب نہ سمجھ سکے درست رہی کہ مرزا صاحب کے ہاں چوتھا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود 1889ء میں پیدا ہوا اور وہ اس پیشگوئی کا پسر موعود تھا۔

(1) پہلا بیٹا سلطان احمد (2) دوسرا فضل احمد (3) بشیر اول جو پیدائش کے سولہ ماہ بعد فوت ہوگیا (4) بشیر الدین محمود۔ یہ تین کو چار کرنے والا تھا۔

ہم کہتے ہیں کہ وہ تین کو چار کرنے والا تبھی ہوسکتا ہے کہ پہلے تین زندہ ہوں جب مرزا محمود کی پیدائش کے وقت بشیر اول زندہ نہ تھا تو یہ تین کو چار کرنے والا کیسے ہوا؟ یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب نے کبھی مرزا بشیر الدین محمود (پیدائش 1889ء) کو 20 فروری 1886ء والا پسر موعود نہ مانا اور وہ 1899ء تک اس پسر موعود کے انتظار میں رہے جب مرزا صاحب کے ہاں 1899ء میں مبارک احمد پیدا ہوا تو آپ نے اسے 20 فروری 1886ء کا پسر موعود کہا اور وہ واقعی تین کو چار کرنے والا تھا اس دوسری بیوی کے چار بیٹے اس طرح ہوئے۔ (1) مرزا محمود (2) مرزا بشیر احمد (3) مرزا شریف احمد اور (4) مرزا مبارک احمد۔ مرزا مبارک احمد کی پیدائش پر مرزا صاحب نے لکھا۔

اور میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے اس کی نسبت پیشگوئی اشتہار 20 فروری 1886ء میں کی گئی اور پھر انجام آتھم کے ص 183 پر بتاریخ

14 ستمبر 1896ء یہ پیشگوئی کی گئی اور رسالہ انجام آتھم ماہ ستمبر 1896ء بخوبی ملک میں شائع کیا گیا...... سو خدا تعالیٰ نے میری تصدیق کے لیے اور تمام مخالفوں کی تکذیب کے لیے اس پسر چہارم کی پیشگوئی کو 14 جون 1899ء میں جو بمطابق 4 صفر 1317 تھی بروز چہار شنبہ پورا کر دیا۔ (تریاق القلوب ص 93)

مرزا صاحب کا اپنی اجتہادی غلطی کا ایک اور اعتراف

مرزا غلام احمد نے اپنے 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں اور دہم جولائی 1888ء کے اشتہار میں تطبیق دینے کی درد سر بھی مول لے لی۔ اسے آپ ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔

اس خدائے قادر اور حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمھارے لیے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے تم حصہ پاؤ گے جو اشتہار 20 فروری 1886ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال اور ایسا ہی اس کا والد تین سال تک فوت ہو جائے گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 ص 158)

یہ الفاظ کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر بتلاتے ہیں کہ اس وقت تک یعنی ۱۸۸۸ء تک غلام احمد نے محمدی بیگم کا رشتہ مانگنے کی کوئی ابتداء نہ کی تھی مرزا کے اپنے قول کے مطابق یہ ابھی خدا کا حکم ملا تھا کہ اس کوشش کی ابتداء کر سو یہ بات یقینی ہے کہ ۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب کے کسی حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں ان کے گھر آنی چاہیے۔

مرزا غلام احمد کی ایک جلی غلط بیانی

مرزا غلام احمد کے 20 جولائی 1886ء کے جس اشتہار میں اس کے ہاں ایک عظیم القدر بیٹے کی بشارت دی گئی تھی۔ اس وقت مرزا کے ذہن میں محمدی بیگم سے نکاح کا کوئی تصور تک نہ تھا اس اشتہار کے دوسرے حصہ میں جو پیش گوئی کی گئی تھی وہ صرف یہ تھی۔

تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد (اس موجودہ دوسری بیوی کے بعد) پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 1 ص 102)

ان خواتین مبارکہ میں محمدی بیگم کا کہیں نام اور پتہ نہیں ملتا محمدی بیگم کے بارے میں پہلی پیشگوئی 10 جولائی 1888ء کی ہے۔ اس سے پہلے 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں بھی محمدی بیگم کا کوئی تصور تک نہ تھا اور نہ اس وقت تک اسے خدا نے اس سلسلہ میں اس کے ادعاء میں کوئی الہام کیا تھا۔

سو ان دلائل قطعیہ یقینیہ سے واضح ہے کہ مرزا غلام احمد کے یہ الفاظ کہ خدائے قادر نے مجھے فرمایا ہے کہ احمد بیگ کی دختر کلاں کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر یہ مرزا کا خدا پر ایک افتراء تھا اور اس کی تعمیل میں مرزا غلام احمد کی تمام پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں۔

ومن اظلم ممن افترىٰ على اللّٰه كذباً اوقال اوحي اليّ ولم يوح اليه شيء. (پ۷ سورة الانعام آیت ۹۳)

6- مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل چلنے کی پیشگوئی

"واذا العشار عطلت پوری ہوئی اور پیشگوئی حدیث وليتركن القلاص فلا يسعى عليها نے اپنی پوری چمک دکھلائی...... مدینہ اور مکہ کے

درمیان جو ریل طیار ہو رہی ہے۔ یہی اس پیشگوئی کا ظہور ہے جو قرآن و حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے۔"

(ضمیمہ نزول مسیح ص 2 ر۔خ جلد 19 ص 108)

دنیا گواہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی موت کو ایک صدی گزر چکی ہے مگر اب تک مدینہ اور مکہ میں ریل نہیں چلی اور مسیح موعود کا یہ نشان ظہور میں نہیں آیا مرزا کی پیشگوئی کے مطابق 1905ء میں یہ ریل چل جانی چاہیے تھی۔

(دیکھو تحفہ گولڑویہ ص 64 روحانی خزائن جلد 17 ص 195)

افسوس کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی بھی بڑی صراحت سے جھوٹی نکلی۔

7- مرزا غلام احمد خواتین مبارکہ والی پیشگوئی کے ذیل میں ایک جگہ لکھتا ہے:

یہ ایک پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو دہم جولائی 1886ء کے اشتہار میں شائع ہو چکی جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے اگر وہ لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے ڈھائی سال کے عرصہ میں فوت ہوگا اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہو گی۔ (ایضاً)

قارئین کرام کے لیے ایک نازک لمحہ غور

ہم یہ فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں کہ 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں اس پیشگوئی کی طرف کیسے اشارہ ہو سکتا ہے جو پہلی مرتبہ 10 جولائی 1888ء کو منصۂ شہود پر آئی اور اس کے بعد مرزا صاحب نے محمدی بیگم سے نکاح کرنے کی تحریک شروع کی پھر مرزا صاحب نے اپنی روایتی چالاکی اور چابکدستی

سے اسے خواہ مخواہ خواتین مبارکہ والی 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی سے جا جوڑا۔ خواتین مبارکہ میں کسی سے نکاح ہو یہ ایک غیر معین بیوی کی خبر تھی اور احمد بیگ کی بیٹی سے نکاح ہو۔ یہ ایک معین بیوی کی خبر ہے۔ سو یہ دو باتیں آپس میں کوئی ربط نہیں رکھتیں اور یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا صاحب محمدی بیگم کو کس منہ سے خواتین مبارکہ میں لے آتے ہیں جبکہ وہ آخر دم تک مرزا صاحب پر ایمان نہ لائی تھی۔ کیا پہلے انبیاء میں سے بھی کسی نے اپنی نبوت نہ ماننے والی خواتین کو خواتین مبارکہ کہا ہے؟ ایسی کوئی عورت جنت میں نہیں جا سکتی پھر معلوم نہیں مرزا صاحب اپنے عقیدہ کی رو سے کیسے ایک مبارک خاتون کہہ رہے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مرزا صاحب کی دوسری بیوی جس کے حمل سے آپ نے اس عظیم القدر بیٹے کے پیدا ہونے کی خبر دی تھی اس کے بعد مرزا صاحب کے نکاح میں نہ کوئی مبارک خاتون آئی نہ کوئی نامبارک خاتون آئی اور مرزا صاحب اپنی اس پیشگوئی کو کسی تاویل سے بھی صحیح ثابت نہ کر سکے اور مرزا صاحب کا 1888ء کی پیشگوئی کو 1886ء کے اشتہار میں سمجھنا ایسا جلی طور پر غلط نکلا کہ مرزا صاحب کو بھی اس پر 1886ء لکھتے کچھ نہ کچھ حیاء ضروری آئی ہو گی۔ پھر آپ نے ایک پرانی ضرب المثل پر اعتماد کرتے ہوئے بڑی جرأت سے اس پر ۱۸۸۶ء لکھ دیا ہوگا۔ ہم وہ ضرب المثل بھی ہدیہ ناظرین کیے دیتے ہیں۔

؎ بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

آپ نے وہاں 20 فروری 1888ء لکھ کر اسے 10 جولائی 1888ء سے جوڑ دیا اور ان میں تطبیق تلاش کرنے لگے۔ قادیانی مبلغ مولوی عبداللطیف بہاولپوری نے مرزا صاحب کی اس غلطی پر پردہ ڈالنے کے لیے اسے سہو کاتب

کہا تاہم جملہ قادیانی مبلغ مرزا صاحب سے اب تک اس کی دھول دھو نہیں سکے۔

مرزا صاحب کے اس ربط پیدا کرنے کی کوشش میں یہ الفاظ بین رہے وہ اپنے ان رشتہ داروں کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں۔

ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار 20 فروری 1888ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 1 ص 158)

اس کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

اصل اشتہار میں کاتب کی غلطی سے 1888ء لکھا گیا ہے جو دراصل 1886ء ہے ہم نے نقل مطابق اصل کی ہے (المرتب) کیونکہ امتی کے لیے کس طرح زیبا نہیں کہ وہ اپنے نبی کی اصلاح کرے۔

مرزا صاحب اس 10 جولائی 1888ء کے اشتہار میں بھی تصریح کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو...... ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لا دے گا۔ (ایضاً)

خواتین مبارکہ میں بطور بشارت اور بیویوں کی خبر دی گئی تھی محمدی بیگم سے نکاح کو قادیانی اب ایک انذاری پیشگوئی کہتے ہیں۔ کوئی پڑھا لکھا شخص بشارت اور نذارت کے اس اجتماع کی حمایت نہیں کر سکتا یہاں مرزا صاحب نہایت قابل رحم صورت میں بے بس نظر آتے ہیں۔

حسرت ہے اس مسافر بے بس کے حال پر
جو تھک کے رہ جائے ہے منزل کے سامنے

غلام احمد کے اپنی پیشگوئیوں میں رکھے گئے چور دروازے

1- پہلا چور دروازہ
پیشگوئی کے پورا نہ ہونے پر اس میں خفیہ شرائط لگانا

اور ان کے بہانے اپنے جھوٹا ہونے کو بچانا مثلاً آتھم کی پیشگوئی میں مرزا صاحب اس چور دروازے سے نکلے اور پھر انجام آتھم جیسی کتابیں لکھ کر اپنے پیروؤں کو کچھ ٹھنڈا کیا اور انھیں مغالطوں کے بھنور میں گھیرے رکھا۔ پنڈت لیکھ رام کا انجام جس طرح کسی ایسے سبب سے ہونا چاہیے تھا جو عام انسانی ہاتھوں سے بالا ہو اور مقابلے میں کسی ایسے سبب کا ہی انتظار ہوتا ہے جب ایسا نہ ہوا تو مرزا صاحب نے لیکھ رام کے قتل پر اپنی پہلی پیشگوئی میں اس کے چھری سے مارا جانے کا اضافہ کر دیا جب یہ بات اٹھائی گئی تو قادیانی کہنے لگے یہ بات پہلے سے تھی جو لکھنے میں نہ آ سکی تھی ہمارا ان غیب کی باتوں پر پورا ایمان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یومنون بالغیب ان کا ایک مبلغ اللہ دتہ جالندھری لکھتا ہے۔

پیشگوئی کی غرض ایمان پیدا کرنا ہے اور ایمان وہی مقبول ہے جو یومنون بالغیب کا مصداق ہو کوئی پیشگوئی ایسے طور پر پوری نہیں ہو سکتی جو یومنون بالغیب سے باہر لے جائے۔ (تفہیمات ربانیہ)

ہم قادیانیوں کے اس چور دروازے کو خود غلام احمد قادیانی کے اپنے اس قرار سے بند کرتے ہیں۔

پیشگوئی میں تو وہ امور پیش کرنے چاہیں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ سکے اور پہچان سکے۔ (تحفہ گولڑ دیہ ص 121 رخ جلد 17 ص 301)

کسی کا دل میں ایمان لانا شاید اگلے جہان میں اسے فائدہ دے سکے

تاہم دنیوی امور میں کسی مخفی عمل سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

آئندہ جہان کی نجات تو ایک مخفی امر ہے اور ایسا مخفی امر کب اس لائق ہے کہ پیشگوئی میں ایک بدیہی امر کی طرح اس کو دکھلایا جائے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

قارئین خود اندازہ کریں کہ قادیانی کس طرح ان چور دروازوں میں گھستے ہیں اور پھر کس طرح ان سے نکلتے ہیں۔

2- دوسرا چور دروازہ

خدا کی بات میں اور اپنی بات میں ایک حد فاصل تجویز کرنا۔

بات صحیح جا پڑے تو واہ واہ ہو جائے اور اگر بات نہ بن آئے تو مرزا صاحب کہہ دیتے ہیں میں نے یہ کب کہا تھا کہ مجھے خدا نے ایسا بتایا ہے یہ تو میری اپنی بات تھی خدا کی بات درست ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ سچی نکلتی ہے۔ یہ میری سمجھ تھی کہ اسے سمجھ نہ پایا کیا ایسی اجتہادی غلطیاں پہلے انبیاء سے بھی نہیں ہوتی رہیں (استغفراللہ)

اب اس راہ میں مرزا صاحب کی ایک کوشش ملاحظہ کیجئے۔

اور نیک عورتیں نکاح میں آنے کی پیشگوئی

مرزا صاحب کی دوسری بیوی جب پہلی مرتبہ حمل سے ہوئی تو مرزا صاحب نے نیا بیٹا آنے کی خوشی میں کچھ اور بیویاں بھی (خواب میں) دیکھیں اور 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں آپ نے اس کی خبر دی آپ یہ بشارت عظمٰی پہلے پڑھ آئے ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

پھر خدائے کریم جل شانہ مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت

سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن کو تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔ (تبلیغ رسالت اشتہار 20 فروری 1886ء مجموعہ اشتہارات جلد 1 ص 102 ص 117)

یہاں اور خواتین مبارکہ کا ملنا بطور انعام بتایا گیا ہے (اور اسے ایک بشارت کہا گیا ہے) بطور انذار نہیں کہ کچھ لوگوں کو کسی اترنے والے عذاب سے ڈرایا گیا ہے مرزا صاحب نے بطور دعوی یہ بات خدا کی طرف سے کہی ہے۔

پھر مرزا غلام احمد نے دو تین سال بعد اس پیشگوئی کو محمدی بیگم کے اپنے نکاح میں آنے کی خبر کہا۔ 20 فروری کے اشتہار میں صرف یہ ایک غیر معین عورت کی خبر تھی۔ جو آئندہ کبھی غلام احمد کے نکاح میں آئے گی اور وہ خبر بشارت کے طور پر تھی کسی عذاب اور نذارت کے طور پر نہ تھی کہ اسے کوئی قادیانی مرزا صاحب کی انذاری پیشگوئی کہے مرزا صاحب نے پھر 10 جولائی 1888ء کو یہ خواتین مبارکہ کی بشارت والی پیشگوئی محمدی بیگم پر اتاری اور کہا خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کرنی ہے کہ ان میں سے ایک شخص احمد بیگ نام ہے اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس کے قریب فوت ہو جائے گا اور وہ جو (اس لڑکی سے) نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے ڈھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا اور آخر وہ عورت (بیوی ہوکر) اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔ (مجموعہ اشتہارات حصہ اول ص 102 اور 130)

اس پیشگوئی کی آخری سطر دیکھیں اس میں واضح ہے کہ اس احمد بیگ

کی بیٹی (محمدی بیگم) کے مرزا صاحب کے نکاح میں آنے کے وقت مرزا صاحب کی کئی بیویاں ہوں گی۔ مرزا صاحب نے اپنی 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی میں اسے اسی طرح سے ذکر کیا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ 20 فروری 1886ء کے بعد مرزا کے نکاح میں نہ کوئی اور خواتین آئیں اور نہ کوئی خاتون (محمدی بیگم) آپ کے نکاح میں آسکی محمدی بیگم مرزا سلطان محمود کے نکاح میں گئی اور وہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد بھی کافی دیر تک زندہ رہا۔ اب مرزا صاحب کے لیے اس کے سوا اور کوئی راہ نہ تھی کہ اپنی 20 فروری کی مذکورہ پیشگوئی کو بشارت کی بجائے نذارت سے بدلیں خدا کی خبر کو سچی خبر کہیں اور اسے محمدی بیگم پر محمول کرنے کو ایک اپنی رائے بتائیں اور اس بڑی غلطی کو اپنی سمجھ ٹھہرائیں اور کہیں کہ اجتہادی غلطی تو کئی پہلے انبیاء سے بھی ہوتی رہی ہے۔ (استغفراللہ)

مرزا صاحب اپنی پیشگوئیوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنے میں یہ چور دروازہ کھلا رکھتے تھے کہ خدا کی وحی کو سمجھنے میں کسی نبی سے کسی غلطی کا ہو جانا کوئی ایسی غلطی نہیں ہے۔ جس سے اس کا کوئی پیرو اس کی نبوت میں کسی قسم کا کوئی شک کر سکے یہاں صرف ان چور دروازوں کی گفتگو ہے جو مرزا غلام احمد اپنی پیشگوئیوں میں کھلے رکھتا تھا۔

3- تیسرا چور دروازہ

ایک پیشگوئی کو مختلف بیانات میں مختلف الفاظ سے پیش کرنا کہ شاید کوئی عبارت صحیح اتر آئے۔ مرزا صاحب کی ان قلابازیوں کو آپ مرزا صاحب

کی پانچویں پیشگوئی میں دیکھ آئے ہیں۔ جس میں آپ نے ایک حمل سے اپنے لیے خدا کی طرف سے ایک رحمت کے نشان کی پیشگوئی کی تھی۔ جب اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو مرزا صاحب کئی دن تک اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔

4- چوتھا چور دروازہ

لوگوں کو کسی وبا یا بلا سے ڈرا کر اپنے سلسلہ میں لانا اور انھیں یقین دلانا کہ اب وہ اس وبا یا بلا سے محفوظ رہیں گے اور آگے دبے لفظوں میں الا نادراً یا اسے ''مگر کوئی کوئی'' کا پیوند لگا دینا یہ بھی ایک چور دروازہ ہے جس سے اس پیرایہ کی ہر پیشگوئی سچی کی جا سکتی ہے مثلاً: مرزا صاحب کا ایک یہ ''شاذ و نادر'' ملاحظہ ہو۔

میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوگا کہ میرے گھر کی چار دیوار کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے اور میرا تمام سلسلہ نسبتہ و مقابلۃً طاعون کے حملہ سے بچا رہے گا...... اور قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہیں آئے گی۔ الا کم اور شاذ و نادر...... کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بذریعہ طاعون کوئی موت سے جائے تو ہمارے نشان کے قدر و مرتبہ میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ (کشتی نوح ص 5 رخ جلد 19 ص 5)

مرزا صاحب کے چور دروازے اور بھی کئی رہے لیکن ہم اس وقت ان پانچ عنوانوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ وقت نے مساعدت کی تو شاید ہم کسی دوسرے وقت ان کا استقصاء کر سکیں۔

1- گو بظاہر کوئی وعید شروط سے خالی ہو مگر اس کے ساتھ پوشیدہ طور پر

ارادہ الٰہی میں شروط ہوئی ہیں بجز اس الہام کے جس میں ظاہر کیا جائے کہ اس کے ساتھ شروط نہیں ہیں۔ پس ایسی صورت وہ قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے اور تقدیر مبرم قرار پاتا ہے۔

(حاشیہ انجام آتھم ص 10 ر۔خ جلد 11 ص 10)

2- جس قدر عذاب کی اس نبی نے پیشگوئیاں کی ہیں ان میں سے بعض تو ضرور پوری ہو جائیں گی گو بعض التواء میں رہ جائیں گی۔ پس نص قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ عذاب کی پیشگوئی کا پورا ہونا ضروری نہیں۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص 131 ر۔خ 22 ص 568)

3- جب تک خدا تعالیٰ نے خاص طور پر تمام مراتب کسی پیشگوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اس کی کسی شق خاص کا کبھی دعویٰ نہ کیا۔

(ازالہ اوہام حصہ اول ص 406 ر۔خ جلد 3 ص 310)

4- میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ مخالفانہ جوش سے بھرے ہوئے آج تمھیں نظر آتے ہیں تھوڑے ہی زمانہ کے بعد تم انھیں نہیں دیکھو گے۔ (ازالہ اوہام ص 32 ر۔خ جلد 3 ص 119)

5- خدا تعالیٰ ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔ جو ابراہیم کے دل کے موافق دل رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ابراہیم ہے اور جو عمر فاروق کا دل رکھتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک عمر فاروق ہے۔ کیا تم یہ حدیث پڑھتے نہیں کہ اگر اس امت میں بھی

محدث ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے تو وہ عمر ہے۔ اب کیا اس
حدیث کے یہ معنی ہیں کہ محدثیت حضرت عمر پر ختم ہوگئی۔ ہرگز نہیں۔
(فتح اسلام ص 16 ر۔خ 3 ص 11)
مرزا غلام احمد کی ان پیشگوئیوں سے بڑھ کر ان کا کوئی اور محک امتحان
نہیں ہو سکتا مزید تفصیل کے طالبین مزید تفصیل چاہیں تو وہ راقم الحروف کی
تالیف آسان راستہ کی مراجعت فرمائیں۔ قرآن و حدیث کے علمی مسائل میں
الجھے بغیر غلام احمد قادیانی کو سمجھنے کے لیے شاید ہی اس راہ سے زیادہ کوئی اور
آسان راستہ ہو۔

هذا ما عندی و عند الناس ما عندهم و للّٰه علٰی ما اقول شهید.

پیغمبروں کا اپنی عبدیت پر غیر متزلزل یقین

وہ کبھی خدائی طاقتوں کے مدعی نہیں ہوتے
نہ وہ کبھی بندگی کے پیمانے سے باہر نکلتے ہیں

الحمدللّٰہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد.

ہم ہر نماز کے آخر میں اپنے آقا و مولیٰ حضور اکرم ﷺ کی عبدیت اور رسالت کی اس طرح شہادت دیتے ہیں۔

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ.

سو پیغمبروں کی عبدیت اور رسالت ان کی ایسی دو صفات ہیں جن سے باہر وہ کبھی ایک لحہ زندگی میں بھی نہیں نکلتے۔ یہ بات آپ کے ذہن میں ہر وقت رہے کہ پیغمبروں کا اپنی نبوت پر غیر متزلزل یقین ہوتا ہے۔ وہ کبھی اس سے نکلنے پر کسی سے کوئی شرط نہیں لگاتے اسی طرح وہ اپنے بارے میں کبھی اس تصور میں نہیں گھرتے کہ وہ خدائی طاقتیں پا چکے ہیں قرآن کریم کہتا ہے۔

ماکان لبشر ان یوتیہ اللّٰہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللّٰہ...... ایامو کم بالکفر بعد اذانتم مسلمون. (پ ۳ آل عمران ۷۹)

ترجمہ: کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب وحکمت اور نبوت دے پھر وہ لوگوں کو کہنے لگے کہ تم میرے بندے بن جاؤ (مجھ میں خدا کی

طاقتیں مان لو) خدا سے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ تمھیں کفر پر لے آئے
بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے۔

آنحضرت ﷺ اپنے احساس عبدیت میں اتنے یقین پر تھے کہ آپ نے کبھی اپنے میں خدا کی طاقت کا دم نہیں مارا آپ نے جب اپنے سید ولد آدم (کہ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں) ہونے کو بیان کیا تو ساتھ ہی کہہ دیا ولا فخر میں اس پر کسی فخر کا دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ سب عطاء خداوندی سے ہے۔

بندہ خدا کی ذات میں فنا کیوں نہ ہو جائے وہ کبھی خدا کا بروز نہیں بنتا کہ خدا اس میں اترا ہو اور وہ خدا کی سی بات کہنے لگے پیغمبروں کی ایک قانونی حیثیت ہوتی ہے ان کے دعویٰ اور کلام سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کا ایمان بنتا ہے اور ان کی کسی ایسی بات سے جس سے وہ اپنی نبوت میں متزلزل دکھائی دیں یا اپنے آپ کو عبدیت سے نکال کر خدائی صفات میں آ جائیں تو اس سے ان ہزاروں لاکھوں انسانوں کا ایمان جاتا رہے گا سو خدا ہرگز پیغمبروں کو ملنگوں کی سی بھڑکیں مارنے نہیں دیتا کہ ہم خدا بنے بیٹھے ہیں جو لینا ہے ہم سے لے لو۔

ہم اس نقطہ نظر سے جب مرزا غلام احمد کی زندگی کو دیکھیں تو ہمیں اس میں ایسے دعوے بھی ملیں گے کہ خواب میں میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں خدا ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ واقعی میں خدا ہی ہوں۔

اسلامی عقیدے میں پیغمبر کبھی بندگی اور عبدیت کے پیمانے سے باہر نہیں نکلتے۔ اب مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ بھی پڑھ لیں۔

اعطیت صفة الافناء والاحیاء من الرب الفعال (خطبه الهامیه ص ۵۵ طبع قدیم رخ جلد ص)

ترجمہ: مجھے خدا کی طرف سے یہ صفت دی گئی ہے کہ کسی کو فنا کروں

اور کسی کو زندگی دوں۔ (استغفر اللہ العظم)

پھر کہا یہ گمان نہ کرنا کہ مجھے خدا کی یہ دو صفتیں ہی ملی ہیں ایسا نہیں مجھے خدا نے کن فیکون کے کل اختیارات بھی دیے ہیں اور مجھے کہا ہے۔

انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول کن فیکون. (تذکرہ ص ۵۲۵)

(ترجمہ) جب تو کسی بات کا ارادہ کرے تو اتنا کہہ کن سو وہ چیز اسی وقت وجود میں آ جائے گی۔ (بس تیرے کن کہنے کی دیر ہے)

افسوس کہ مرزا صاحب محمدی بیگم کو لینے کے لیے کن پر کن کہتے رہے اس کے باپ کو خطوں پر خط لکھتے رہے، اسے زمین دینے کے بڑے بڑے وعدے کرتے رہے مگر اسے کوئی اور نکاح کر کے لے گیا اور یہ دیکھتے کے دیکھتے رہے اور وہاں آپ کوئی خدائی طاقت نہ دکھا سکے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب الہام غلط تھے۔

مرزا صاحب کا ایک یہ خواب بھی سنئے بایں اعتقاد کہ پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے۔

رایتنی فی المنام عین اللّٰہ و تیقنت اننی ھو ولم یبق لی ارادۃ ولا خطرۃ ولا عمل من جھۃ نفسی. (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴)

(ترجمہ) میں نے خواب میں اپنے آپ کو خدا پایا اور میں نے یقین کر لیا کہ میں واقعی خدا ہوں میرا اپنا کوئی ارادہ خیال اور عمل اپنی (انسانی) جہت سے نہ رہا۔

مرزا غلام احمد نے پھر اپنی اس خدائی پوزیشن میں قضاء و قدر کے کچھ فیصلے بھی کیے اسے بھی آپ اس سے سن لیں۔

وبینما انا فی هذه الحالة کنت اقول انا نرید نظاماً جدیداً وسماء جدیدة وارضاً جدیدة و خلقت السموات والارض اولاً بصورة اجمالیة لا تفریق فیها ولا ترتیب ثم فرقتها و رتبتها بوضع هو مراد الحق وکنت اجد نفسی علی خلقها کالقادرین ثم خلقت السماء الدنیا. (ایضاً ۵۶۵)

(ترجمہ) میں اسی حالت میں تھا میں نے کہا اب میں کائنات میں ایک نیا نظام چلاؤں اور نئے زمین و آسمان بناؤں میں نے پھر پہلے اجمالی طور پر آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس میں کوئی تفریق اور ترتیب نہ تھی پھر میں نے علیحدہ علیحدہ ...... واضح اور ترتیب دی میں اپنے آپ کو ان تمام امور پر قادر پا رہا تھا پھر میں نے آسمان دنیا پیدا کیا۔

قادیانی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ منصور حلاج نے بھی تو انا الحق کہا تھا ہم کہتے ہیں یہاں بات اولیاء کرام یا درویشوں کی نہیں ہو رہی ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مقام نبوت نہایت اونچے درجے کا چشمہ صافی ہے اور انبیاء کرام کبھی اپنے منہاج شریف سے نہیں گرتے اور ان کے اقوال کو کبھی ملنگوں کی اس قسم کی بھڑکوں کے ساتھ نہیں تولا جا سکتا مرزا غلام احمد کی اس قسم کی باتوں کو اگر اس کے مرض مراق کا نتیجہ کہیں تو ہوسکتا ہے عام عقل اس کی کوئی صورت تجویز کر دے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی رو سے پیغمبر کبھی خدائی طاقتوں کے مدعی نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ پیغمبروں سے جب کوئی معجزہ سرزد ہوتا ہے تو وہ ایک ساتھ اذن الٰہی کہتے ہیں تا کہ کوئی نادان ان کی طرف کسی خدائی دعوے کی نسبت نہ کر سکے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پیرائے میں

اپنے معجزات دکھائے اور بار بار باذن اللہ کہا۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللّٰہ و ابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللّٰہ.

(پ ۳ آل عمران ۱۴۰)

ترجمہ: میں بناتا ہوں تمھارے لیے گارے سے ایک پرندے کی شکل پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاتا ہے اڑتا جانور اللہ کے حکم سے۔ اور میں اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور میں جلاتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے۔

غلام احمد کے ان الہامات کے دعوے کو دیکھیں اور پھر حضرت عیسیٰ بن مریم کے اس بیان کو دیکھیں اب کیا کوئی کہہ سکے گا کہ مرزا غلام احمد کسی اعتبار سے بھی مثیل مسیح تھا؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ملنگوں کی بھڑکوں پر نبوت کو قیاس کرنا داناؤں کا کام نہیں۔ نبوت کی سیرت انا الحق کہنے والوں سے کہیں مختلف ہے غلام احمد کی اپنے گلے میں رسہ ڈالنے کی پیشکش کیا منصور حلاج کے انجام کو پہنچنے کے لیے تھی؟ نبوت کو اس درجے میں لانا شاید ہی کوئی اسکی تائید کر سکے

سیرت نبوت کے بنیادی نقوش

حضور ﷺ کی کامل پیروی سے نبوت پانے کا ایک جھوٹا دعوی

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ اما بعد

مرزا غلام احمد نے اپنے شروع دعوی سے یہ بات چلا رکھی ہے کہ اسے نبوت حضور ﷺ کی کامل پیروی سے ملی ہے اس کے پیروؤں کو چاہیے کہ مرزا صاحب کی زندگی میں سیرت نبوت کے ان نقوش کو تلاش کریں انہیں اس میں نبوت کی کوئی جھلک تک دکھائی نہ دے گی۔

ہم یہاں سیرت نبوت کے پانچ بنیادی نقوش پیش کیے دیتے ہیں (۱) بدن لباس اور زبان کی پاکیزگی (۲) آپ کے پاکیزہ اخلاق اور بے حیائی سے نفرت (۳) دنیا کے مال و دولت سے بے رغبتی (۴) اپنے خاندان کو جماعتی قیادت کے لئے آگے نہ کرنا (۵) اور اپنی نبوت پر پورے یقین سے قائم رہنا کہ اپنی نبوت کے جھوٹا ہونے کا خیال تک زبان پر نہ آسکے۔

اب ہم نبوت کے یہ بنیادی نقوش ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

اسلام میں ظلی نبوت کا کوئی تصور نہیں۔ تاریخ انبیاء میں یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی انسان کو کسی دوسرے نبی کی پیروی سے نبوت ملی ہو اس مغالطے سے نکلنے کے لئے سیرت نبوت کے یہ چند بنیادی نقوش سامنے رکھیں اور پھر دیکھیں کہ جو شخص نبوت کے سائے میں ظلی نبوت پانے کا مغالطہ دیتا ہے کیا وہ کبھی ان صفات نبوت کا مظہر بنا؟ کیا اس میں ان پاکیزہ صفات کی کوئی جھلک تک کبھی

پائی گئی؟ یہ وہ بات ہے جو آسانی سے ہر کسی پر کھل سکتی ہے۔ وہ راز کبھی چھپے نہیں رہ سکتے جن سے محفلیں گونجتی ہوں۔

نہاں کے ماند آں رازے کرو سازند محفلھا

نبوت کے عالی مقام حاملین ظاہری پاکیزگی۔ باطنی شرم و حیا۔ دنیا کے مال و متاع سے طبعی بے پرواہی اور قومی اقتدار کو وراثت بنانے سے انکار کرنے کے بنیادی نقوش کا مظہر ہوتے ہیں وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے قریب کرنے کی وہ جاذب صدا ہوتے ہیں کہ ان کی عبدیت سراپا عبادت ہوتی ہے وہ کسی ایسے عقیدے پر کبھی نہیں ٹھہرے ہوتے کہ بعد میں انہیں اس سے توبہ کرنی پڑے مختلف شرائع میں اعمال کا اختلاف تو ہوتا رہا لیکن عقائد میں یہ سب ایک ہی آسمانی گنبد میں رہے ہیں۔ کوئی دوسرا شخص ان عالی مقام حضرات کی ان امور میں برابری نہیں کرسکتا۔ انبیاء کی سیرت میں نظر و فکر کی پاکیزگی کا وہ چلتا پھرتا نور نظر آتا ہے کہ دنیا ان کی آسمانی رہنمائی سے ایک انقلاب دیکھتی ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سورج چمکے اور اسکی روشنی نہ پھیلے۔

ہم سیرت کے ان پانچ بنیادی نقوش کو سیرت انبیاء کا ایک اجتماعی کارنامہ کہہ سکتے ہیں اب ہم انہیں ترتیب وار آپ کے سامنے رکھتے ہیں ستارے کتنے ہی کیوں نہ ہوں ایک سورج کی برابری نہیں کرسکتے اولیاء مقربین اور شہداء صالحین کتنے ہی کیوں نہ ہو ایک نبی کی برابری نہیں کرسکتے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آسمانی آواز پورے جوش سے لگے اور دنیا کے عالمی حالات ویسے کے ویسے ہی رہیں اور اس پر ایک صدی بھی پوری گزر جائے اور ہو کچھ بھی نہ۔

لاکھ ستارے برفلک ظلمت شب جہاں جہاں
اک طلوع آفتاب...... کوہ ودمن سحر سحر

☆...... ظاہری پاکیزگی کا نقش اول : بدن لباس اور زبان کی پاکیزگی

لباس کی پاکیزگی ہو یا زبان کی پاکیزگی، کردار کی پاکیزگی ہو یا فطری تقاضوں کا اعتدال...... نبوت کے عالی مقام حاملین اس ظاہری پاکیزگی میں سب بنی نوع انسان سے بڑھ جاتے ہیں ان سے کوئی ایسی چیز صادر نہیں ہوتی کہ قریب آنے والوں کو اس سے گھن آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آغاز وحی میں لحاف سے لے کر پورے لباس تک اور زندگی کی ایک ایک ادا میں پاکیزگی قائم رکھنے کا حکم دیا گیا۔ آپ پر پہلا آسمانی نور اس طرح برسا۔

یا ایها المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطهر والرجز فاهجر ولا تمنن تستکثر (پ ۲۹)

(ترجمہ) اے لحاف اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو (اپنے رب کی پکڑ سے) ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی پکار اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور ہر گندگی سے (وہ زبان کی ہو یا دل کی، لباس کی ہو یا ماحول کی) دور رہ آپ کے مکارم اخلاق میں کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی پر احسان کر کے اس سے زیادہ امید لگائیں۔

ابتداء میں ہی آپ کو ہر قسم کی گندگی سے دور رہنے کا حکم دیا گیا اللہ کے ہاں اس کی ابتداء یہ کی گئی کہ آپ کو اس دنیا میں کائنات کے نفیس ترین سلسلہ سے بھیجا حضرت انس بن مالکؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آیت کی ایک قرات اس طرح روایت کرتے ہیں۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم (بفتح الفاء) وقال انا انفسکم نسبا صهراوحسبا ولیس فی آبائی من لدن آدم سفاح کلنا نکاح

(رواه ابن مردویه شرح مواهب اللدنیه ج ا ص ٦٧)

(ترجمہ) بے شک آئے تمہارے پاس ایک رسول نفیس ترین ......آباء نسب کی طرف سے بھی۔ سسرالی رشتوں سے بھی اور اپنی وجاہت سے بھی۔ آپ کے پورے سلسلہ آباء میں کوئی زنا کار نہیں ہوا سب نکاح سے آگے بڑھتے آئے ہیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا میرے والدین آدم سے لے کر اب تک نکاح سے چلتے آئے ان میں کوئی باپ زنا کی گندگی میں آلودہ نہیں ہوا یہ بھی فرمایا ......ما بغت امراۃ نبی قط (درمنشور جلد ٦ ص ١٢٥) کسی نبی کی بیوی کسی زنا میں آلودہ نہیں ہوئی

اخلاق کی پاکیزگی کا درس آپ کے مقاصد نبوت کا ایک جلی نقش ٹھہرا حضرت جابرؓ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله بعثنی لتمام مکارم الاخلاق و کمال محاسن الافعال.

(مشکوٰۃ ص ۵۱۴)

(ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا کہ میں تمام اخلاقی بزرگیوں کی اور اعمال کے جملہ محاسن کی تکمیل کروں۔

زفرق تابہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل سے کشد کہ جا اینجاست

کبھی کوئی گندہ لفظ یا بے حیائی کا جملہ آپ کی زبان سے نہ سنا گیا آپ کے خادم خاص حضرت انسؓ کہتے ہیں۔

لم یکن رسول اللهصلی الله علیه وسلم فاحشا ولا لعانا ولاسبابا کان یقول عند المعتبة ماله ترب جبینه

(رواه البخاری . مشکوٰۃ ص ۵۱۹)

(ترجمہ) اور نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو اور نہ کسی فرد پر لعنت کرنے والے اور نہ کسی فرد یا چیز کو برا بھلا کہنے والے کسی کو غصہ کے وقت بس اس قسم کی بات کہتے...... کیا ہوا اس کو اور کیا کرتا ہے وہ...... اور یہ کہ خاک آلود ہو اس کی پیشانی۔

آپ کی کامل اتباع کرنے والوں سے بھی آپ گالی کے گندے الفاظ اور بے حیائی کے کھلے کلمات کبھی نہ سنیں گے۔ فحش کا لفظ گندے الفاظ اور بے حیائی کے الفاظ دونوں پر آتا ہے سو اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں کی نفی کی گئی ہے۔ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے شاگرد نواب قطب الدین شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں۔

اہل اصلاح اور حیا مند ایسی باتوں سے اعراض کرتے ہیں اور کنایہ اور ابہام پر اکتفا کرتے ہیں بلکہ بول اور غائط کو بھی قضائے حاجت وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ (مظاہر حق، شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۴۹۱)

نجاست اور گندگی کو کھلے الفاظ میں ذکر کرنا اور صفائی کرنے والوں کو بے حجاب الفاظ سے ذکر کرنا یہ کبھی پاکیزہ اخلاق لوگوں کی عادت نہیں ہوتی انہیں پاخانہ کی گندی نالیوں کو صاف کرنے والے کہتے ہوئے ہر پاکیزہ طبع انسان گھن محسوس کرتا ہے ہم نے انگلینڈ اور یورپ میں بھی کئی جگہ Toilet کے بجائے Incoveneance کا بورڈ دیکھا سو یہ قوم بھی جو اس فضا کی پروردہ ہے ایسے مواقع میں کھلے الفاظ سے کچھ حیا اور شرم محسوس کرتی ہے اس سے آپ غلام احمد کی اخلاقی حالت کا پتہ چلائیں جو ان موقعوں پر گندے سے گندے الفاظ لانے میں بھی کچھ حیا محسوس نہیں کرتا اور پھر اسے دعوی نبوت کرتے بھی کچھ حیاء محسوس نہیں ہوتی۔ اور وہ کہتا ہے کہ مجھے صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع سے یہ

مرتبہ ملا ہے (استغفر اللہ)

ہم یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق کا تذکرہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے کس طرح آپکو لحاف سے لے کر زندگی کے پورے لباس تک پاکیزگی بخشی تھی ۔ ظاہر ہے کہ آپ کی پیروی میں اگر یہ پاکیزگی اور حیاء کسی کا نصیب نہیں تو اس سے کسی کا نبوت لیے سامنے آنا کس طرح ممکن ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

اہل بیت رسالت میں بھی یہ پاکیزگی برابر قائم رکھی گئی

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا. (پ ۲۲ الاحزاب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کپڑے پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ابتداء وحی میں ہی اس کی پابندی کر دی گئی پھر ایک مدت کے بعد پوری نوع انسانی میں لباس کی یہ وسعت بتلائی گئی کہ تمہاری بیویاں بھی تمہارا ایک لباس ہیں۔

ھن لباسکم وانتم لباس لھن (پ ۲ البقرہ ۱۸۷)

(ترجمہ) تمہاری بیویاں بھی تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

معلوم ہوا کہ اس پاک پیغمبر کی بیویاں ازواج مطہرات امہات المومنین بھی حضور کا لباس رہیں اور ان میں سے کسی کی پاکیزگی کو اس شرف سے دور نہیں رکھا گیا۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی کبھی کسی بے حیائی میں ملوث نہیں پائی گئی۔

ایک موقعہ آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اولاد کو بھی ایک چادر اوڑھائی اور انہیں بھی اپنے اہل بیت میں داخل فرمایا اور ان پر بھی آیت تطہیر پڑھی ۔ یہ آیت ازواج مطہرات کے لیے اتری تھی

حضور ﷺ نے اس کے بعد اپنی اولاد کو بھی اس فضیلت میں شامل فرمایا اور ان پر بھی یہ آیت پڑھی۔

انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا (پ ۲۲ الاحزاب ۳۳)

☆......پیغمبر کا خواب بھی ہر بے حیائی سے پاک ہوتا ہے

خواب میں عام انسان کبھی اپنے غلط خیالات میں کھو جاتا ہے اور اسے احتلام ہو جاتا ہے احتلام کا لفظ حلم سے نکلا ہے۔ حلم عربی میں خواب کو کہتے ہیں پیغمبر اپنی نظر و فکر میں اتنے پاکیزہ ہوتے ہیں کہ مجال ہے کہ شیطان خواب میں بھی ان تک رسائی پائے حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔

مااحتلم نبی قط وانما الاحتلام من الشیطان . رواه الطبرانی

(ترجمہ) کبھی کسی نبی کو احتلام نہیں ہوا اور سوائے اس کے نہیں کہ احتلام میں شیطان اثر انداز ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد کے خادم میاں حامد علی کا بیان دیکھئے

ایک سفر میں مرزا غلام احمد کو احتلام ہوا جب میں نے یہ بات سنی تو بہت تعجب ہوا کیونکہ میرا خیال تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔

(سیرت المہدی جلد ۳ ص ۲۴۲)

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ مرزا غلام احمد کو احتلام کیوں ہوا ہم صرف یہاں یہ گزارش کئے دیتے ہیں کہ یہاں مرزا صاحب کے ایک دوسرے خواب پر بھی غور فرمائیں اور ان کے فرشتوں کی گندی زبان کو ملاحظہ کریں مرزا غلام احمد کا یہ خواب ۱۸۷۴ء کا ہے اسے کسی دوسری وحی سے منسوخ نہیں کیا گیا۔ غلام احمد لکھتا ہے

مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ ایک بڑی لمبی نالی ہے جو کئی کوس تک چلی جاتی ہے اور اس نالی پر ہزار ہا بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں ۔ نالی شرقاً غرباً واضح ہے بھیڑوں کے سر نالی پر جنوب کی طرف رکھے گئے ہیں اور ہر ایک بھیڑ پر ایک قصاب بیٹھا ہے اور تمام قصابوں کے ہاتھ میں ایک ایک چھری ہے جو ہر ایک بھیڑ کی گردن پر رکھی ہے اور آسمان کی طرف ان قصابوں کی نظر ہے گویا خدا تعالیٰ کی اجازت کے منتظر ہیں ۔ تب میں ان کے قریب گیا اور میں نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی ۔

قل ما یعبئوا بکم ربی لولا دعاؤکم . (پ ۱۹ الفرقان ۷۷)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں میرا رب تمہاری ذرا پرواہ نہیں کرتا اگر تم عبادت نہ کر پاؤ۔

میرا یہ کہنا ہی تھا کہ فرشتوں نے سمجھ لیا کہ ہمیں اجازت ہو گئی ہے (گویا میرے منہ کے لفظ خدا کے لفظ تھے) فرشتوں نے جو قصابوں کی شکل میں بیٹھے تھے فی الفور اپنی بھیڑوں پر چھریاں پھیر دیں اور چھریوں کے لگنے سے بھیڑوں نے ایک دردناک طور پر تڑپنا شروع کیا تب فرشتوں نے سختی سے ان بھیڑوں کی گردن کی تمام رگیں کاٹ دیں اور کہا تم چیز کیا ہو گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی تو ہو ۔ (تذکرہ ص ۱۹ ر خ جلد ۵ ص ۲۶۴)

قادیانی اس جملے کو بھی اپنے روحانی خزائن میں جگہ دیتے ہیں اب آپ یہ دیکھیں کہ کیا یہ گندی زبان فرشتوں کی یا نبیوں کی ہو سکتی ہے اور یہ قصہ جو مرزا صاحب نے لکھا ہے کیا اسے خدا کی بات سمجھا جا سکتا ہے مرزا صاحب خود یہاں خدا کا روپ بنے کھڑے ہیں کچھ سوچئے خدا کیا کسی کو گوہ کھانے کی بات کہہ سکتا ہے ۔ خدائے قدوس سے اس زبان کی امید رکھنا کیا کسی خدا آشنا انسان

کا فعل ہوسکتا ہے؟ دیکھئے اور دیدہ عبرت سے دیکھئے یہ فرشتے بھی کیسے غلط کار تھے جنہوں نے خدا (مرزا صاحب) کے کہنے پر لاکھوں بھیڑیں یونہی تڑپا دیں اوران کا نکلا خون مرزا صاحب کی آنکھوں میں اترتا رہا۔

فرشتے اس انتہائی گندے لفظ کی بجائے کیا اسے نجاست نہ کہہ سکتے تھے؟ یا مرزا صاحب کو اس لفظ سے ہی مزا آتا تھا۔

☆..... قادیانیوں کا ایک جواب

قادیانی کہتے ہیں کہ یہ گوہ کھانے کے الفاظ مرزا صاحب کے نہیں فرشتوں کے تھے مرزا صاحب اس کی بجائے نجاست کھانے کا لفظ استعمال کرتے تھے دیکھئے وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

ایسے شخص سے زیادہ خطرناک کون ہوسکتا ہے کہ جس نے جھوٹے طور پر پیغمبری کا دعویٰ کیا اور خنزیر کی طرح جھوٹ کی نجاست کھائی۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۵۱۳)

آپ ایک دوسری جگہ بھی لکھتے ہیں۔

بھنگی..... پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے۔

(تریاق القلوب ص۱۵۴ رخ جلد ۱۵ ص ۲۸۰)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ گوہ کھانے کی بجائے نجاست کھانے کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

ہم کہتے ہیں اس سے آگے بھی پڑھو مرزا صاحب کیا پھر گوہ اٹھانے پر نہیں آگئے؟

پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۸۰)

دیکھئے مرزا صاحب پاخانے کو گوہ کہنے میں کیا ذوق فصاحت پا رہے ہیں۔

مرزا صاحب کی گندی زبان کی ایک اور مثال ملاحظہ کیجئے۔ ان کے منہ سے کس طرح کے الفاظ نکلتے تھے وہ ان کی درج ذیل عبارت میں ملاحظہ کیجئے۔

اور ممکن ہے کہ مثلاً بھنگی یعنی چوہڑے چمار جو ہمارے ملک میں سب قوموں سے رذیل تر خیال کئے جاتے ہیں کسی زمانے میں شریف ہوں اور اپنے بندوں کے انقلاب کو خدا ہی جانتا ہے (تریاق القلوب ص ۱۵ رخ جلد ۱۵ ص ۲۷۸)

مرزا صاحب نے اللہ کے بندے یہاں کن کو کہا ہے؟ چوہڑوں کو پھر بھنگی کے بعد یہ چوہڑہ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا بھنگی کا لفظ از خود واضح نہ تھا مگر مرزا صاحب کا چسکا ملاحظہ فرمایئے کہ اگلے صفحہ پر پھر انہیں لفظ چوہڑہ استعمال کرنے کی خواہش ہوئی اور پھر انہوں نے ضرورت محسوس کی کہ ایک دفعہ پھر چوہڑے کو بھنگی کہہ کر اپنا شوق پورا کریں۔ آپ لکھتے ہیں۔

مثلاً ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔ (تریاق القلوب ص ۱۵۲ رخ جلد ۱۵ ص ۲۸۰)

اس عبارت میں مرزا صاحب پھر لفظ گوہ پر آ گئے ہیں معلوم نہیں انہیں اس لفظ کا بار بار استعمال کیوں اتنا پسند تھا۔ از کوزہ ہماں تراود کہ دروست۔ یہ محاورہ آپ سے چھپا ہوا نہ تھا (دیکھئے چشمہ معرفت)

مرزا صاحب کی اس زبان کی ایک اور مثال بھی سامنے رکھئے بازاری عورتوں کو بازاری کہنا بھی کیا ان کی پستی اور اخلاقی گراوٹ کے لئے کافی نہ تھا؟ مگر مرزا صاحب انہیں عام لوگوں کی طرح کنجریاں کہنے میں زیادہ تسکین محسوس

کرتے تھے پھر آپ ان کی اس ناپاکی کو بار بار کئی پیرایوں میں دہراتے ہیں آپ اسے بھی ملاحظہ کریں۔

بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں تھیں سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں اور بعض پلید اور فاسق اور حرام خور اور کنجروں سے بھی بد تر اور بے دین ملحد جو اباحیتوں کے رنگ میں زندگی بسر کرتے ہیں اپنی خوابیں بیان کیا کرتے ہیں...... اور اس راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع لوگ اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۸۲ رخ جلد ۱۷ ص ۱۶۸ حاشیہ)

ہم یہاں اس سے بحث نہیں کرتے کہ مرزا صاحب نے اسے اپنا ذاتی تجربہ کیسے کہہ دیا ہے لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مرزا صاحب اپنی اس تحریر میں گندے سے گندے الفاظ کو بار بار استعمال کرنے میں ایک عجیب حظِ نفس محسوس کرتے تھے اس مختصر پیرائے میں آپ نے لفظ کنجر دو دفعہ پلید کا لفظ دو دفعہ اور ناپاک کا لفظ بھی دو دفعہ استعمال کیا ہے شریف لوگ ان گندے الفاظ کو بار بار زبان پر لانے میں کوئی شرافت محسوس نہیں کرتے اور نہ کبھی یہ شریف لوگوں کا پیرایہ گفتگو ہوتا ہے۔

مرزا صاحب کی زبان کی ایک اور گندگی ملاحظہ ہو۔

اولیاء اللہ اور رسول اور نبی حق پر خدا کا رحم اور فضل ہوتا ہے اور خدا ان کو اپنی طرف کھینچتا ہے وہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو دوسروں کی اصلاح کے لئے مامور نہیں ہوتے۔ ان کے لیے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ کسی عالی خاندان اور عالی قوم سے ہوں۔ صرف ان کی تقویٰ دیکھی جاتی ہے گو وہ دراصل

چوہڑوں میں سے ہوں یا چماروں میں سے یا مثلاً کوئی ان میں سے ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشہ سے توبہ کر لی ہو (تریاق القلوب ص ۱۴۹)

ناظرین کرام مرزا صاحب کے قلم سے یہ بار بار چوہڑے کا لفظ صادر ہوتا دیکھیں پھر وہ چوہڑہ کے آگے یعنی کہہ کر اس پر لفظ بھنگی کا اضافہ کرتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے اور پھر اس پر لفظ کنجر بڑے سلیقہ سے لاتے ہیں یہ ان کا عجیب ذوق طبع تھا جس کو ان کے پیرو اب تک پہچان نہیں سکے۔

حقیقۃ الوحی کی اس عبارت پر بھی غور کریں۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں جن کا پیشہ مردار کھانا اور ارتکاب جرائم ان کا کام تھا انہوں نے ہمارے رو برو بعض خوابیں بیان کیں اور وہ سچی نکلیں اس سے بھی عجب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجر جن کا دن رات زنا کاری کام تھا ان کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں انہوں نے بیان کیں اور وہ پوری ہو گئیں (حقیقت الوحی ص ۳ رخ ۲۲ ص ۵)

یہاں بھی مرزا صاحب نے ضرورت محسوس کی کہ چوہڑی کی تشریح بھنگن سے کی جائے اور پھر آگے کنجروں کی طرف رجوع کیا اور ان کی خوابوں کا سچ نکلنا بیان کیا۔ معلوم نہیں کنجر کا لفظ بار بار مرزا صاحب کی زبان پر کیوں آتا تھا پڑھنے والے اس سے بھی بہت گھن محسوس کرتے ہیں مگر لکھنے والا انہی لفظوں میں لذت پاتا رہا مرزا صاحب اس کے آگے لکھتے ہیں کہ اسلام میں چودہ قومیں نیچی قومیں سمجھی جاتی ہے اور آپ نے آگے ان کی فہرست مرتب کی ہے آپ غور کریں یہ فہرست مرتب کرنے میں آپ نے کتنی محنت کی ہوگی اور آپ کس نا پسندیدہ پیرائے میں اپنے رب کو خوش کرتے ہونگے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

ان قوموں میں سے جو اسلام میں دوسری قوموں کی خادم اور نیچی قومیں

سمجھی جاتی ہیں جیسے حجام، موچی، تیلی ڈوم، میراثی، سقے، قصائی، جولا ہے، کنجری، تنبولی، دھوبی، مچھوے، بھڑ بھونجے، نانبائی وغیرہ یا مثلاً ایسا شخص ہو کہ اسکی ولادت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔

(تریاق القلوب ص ۱۴۹ رخ ۱۵ جلد ص ۴۷۷)

مرزا صاحب جب پہلے لکھ آئے تھے ذات کا کنجر پھر یہاں آخر میں یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ یا اسکی ولادت میں شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔ یہ سوائے اسکے کہ اپنا ذوق درونی پورا کر رہے ہوں اور کوئی وجہ اسکی نہیں بتائی جاسکتی۔

پھر یہ بھی زبردست جھوٹ ہے کہ اسلام میں یہ چودہ قومیں نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں انسانی خدمت کے کسی پیشے کو نیچ سمجھنا قطعاً صحیح نہیں قرآن وسنت میں کہیں ان کو نیچی قومیں نہیں کہا گیا یہ سب بنی نوع انسان کے خدمت گزار ہیں۔ ان کو نیچا سمجھنا خود اس کا اپنا نچلا پن اور اس کی اپنی گراوٹ ہے۔

کنجر کا لفظ مرزا صاحب کو سب سے زیادہ پسند تھا مگر آپ اس پر اکتفا نہیں کرتے آگے ولد الزنا لکھ کر اپنا شوق پورا کرتے ہیں اور اسکی بار بار مشق کرتے ہیں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں مگر اس آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی۔

صرف آریوں کو ولد الزنا لکھنے پر بھی مرزا صاحب نے اکتفا نہیں کی تمام مسلمانوں کو جو مرزا صاحب کی کتابوں کو قبول نہیں کرتے مرزا صاحب کنجریوں کی اولاد لکھتے ہیں اور انہیں (سب مسلمانوں کو) ذریۃ البغایا لکھنے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔

تلک کتب ینظر الیها کل مسلم بعین المحبة والمودة وینتفع من معارفها ویقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریة البغایا.

(آئینہ کمالات اسلام (ص ۵۴۷)

(ترجمہ) یہ میری کتابیں ہیں جنہیں ہر مسلمان محبت اور وابستگی سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے نفع اندوز ہوتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور، میرے دعوے کی تصدیق کرتا ہے سوائے کنجریوں کی اولاد کے۔

مرزا صاحب کی یہ زبان بھی ملاحظہ کریں اور بتائیں کہ کیا یہی اسلام کی روشنی ہے؟

اب جو شخص...... ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں ہے......حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ صحیح راہ اختیار نہ کرے (انوار الاسلام ص ۳۱_۳۲ رخ جلد ۹ ص ۳۲)

ہندوستان کے گورنر جنزل لارڈ الن برا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

میں نے سنا ہے کہ لارڈ الن برا صاحب بہادر کی بیوی جو پہلے زمانے میں ہندوستان کے گورنر جنزل تھے ایک بزرگ خاندان میں سے تھی جو قدیم ہونے کا دعوی کرتا تھا پھر اس پر دوسری بزرگی اس لیڈی کو یہ حاصل ہوئی کہ جو لارڈ صاحب کی جورو بنی اب اسکے ذاتی کمالات کا بھی حال سنئے کہتے ہیں کہ یہ عورت اب تک زندہ ہے اور اگر چہ جائز طور پر نو خصم بھی کر چکی ہے مگر آشناؤں کی کچھ گنتی نہیں اور اکثر آشناؤں کے ساتھ بھاگتی بھی رہی ہے پھر آخر عبدل نامی مسلمان قوم شتربان سے نکاح کیا اور اس کے تلے بھی نہ ٹھہری۔

(شحنہ حق ص ٦٦ رخ جلد ۲ ص ۳۹۲)

آخری جملے پر غور کریں (اور اس کے تلے بھی نہ ٹھہری) اس میں مرزا صاحب کی بے حیائی کا کھلا منظر ہے گدھوں کا بزرگی کا دم مارنا کب ہوتا ہے جب وہ اپنے کو بڑا ہو کر دکھائیں کیا کوئی شریف انسان اپنے قارئین کو اس کا تصور باندھنے کی تعلیم دے سکتا ہے جو مرزا صاحب نے دی ہے آپ اس عبارت سے پہلے یہ لکھ آئے ہیں۔ صرف انھیں کے لحاظ سے دم مارنا گدھوں کا کام ہے نہ انسانوں کا۔ (شحنہ حق ص ٦٦) چوہڑے چمار کا لفظ مرزا غلام احمد کی کتابوں میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کرتے ہر شریف آدمی گھن محسوس کرتا ہے کہ کیا میں چوہڑوں چماروں کو پڑھنے کے لئے رہ گیا ہوں؟

☆...... ہندوؤں کے مسئلہ نیوگ میں مرزا صاحب کی زبان

ہندوؤں کے مسئلہ نیوگ پر مرزا غلام احمد نے ایک پوری کہانی جوڑی ہے اس میں آپ کو اس کی بے حیائی پورے عروج پر ملے گی پھر مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ انہوں نے یہ کہانی خود نہیں گھڑی صرف نام بدلے ہیں تاکہ کسی خاندان کی رسوائی نہ ہو ہم مرزا صاحب کی بیان کردہ یہ کہانی قارئین پر چھوڑتے ہیں کیا کوئی انسانی سوسائٹی کسی آبادی یا کسی قصبہ میں اس درجہ گر سکتی ہے پھر اس کہانی میں نیوگ کا حق صرف برہمنوں کا مانا گیا ہے اور پھر اس کہانی میں نیوگ میں پرنام سنگھ کھڑک سنگھ جسمیل سنگھ لہنا سنگھ بوہڑ سنگھ جیون سنگھ اور دیال سنگھ کے نام زیب داستان کے طور پر کیوں داخل کئے گئے ہیں؟ یہ سکھوں کے نام ہیں یا ہندوؤں کے؟ یہ آپ ہی فیصلہ کریں کہ کیا مرزا صاحب نے واقعی صرف نام بدلے ہیں یا ان کے مذہب بھی بدلے ہیں۔ سو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ ساری داستان بے حیائی مرزا صاحب کی اپنی ہی کہانی ہے کہ کوئی بے حیاء سے بے حیاء شخص بھی بے حیائی میں اتنا وقت نہیں لگاتا۔

پہلے ہم مرزا صاحب کی گندی زبان سے ہی کچھ کم نالاں نہ تھے یہ ان کے گندے جذبات کی تیار کردہ کہانی اور بھی افسوسناک ہے گندے الفاظ گندی زبان کی پیداوار ہوتے ہیں اور گندے خیالات گندے جذبات سے عیاں ہوتے ہیں شرافت زبان کی گندگی سے بچاتی ہے اور حیاء گندگی سے روکتی ہے اسلام میں حیاء کو ایمان کی علامت بتلایا گیا ہے۔ الحیاء من الایمان۔

مرزا غلام احمد کی یہ نیوگ کی کہانی آپ اس کی کتاب آریہ دھرم ص ۲۸ روحانی خزائن جلد ۱۰ ص ۳۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہماری کتاب ''پڑھتا جا شرماتا جا'' میں بھی آپ اسے دیکھ سکتے ہیں۔

☆...... سیرت انبیاء کا نقش دوم: پاکیزہ اخلاق اور ہر بے حیائی سے دوری

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے کے ایام زندگی کس طرح آپ کی شان نبوت کی دلیل بنے وہ آپ کے پاکیزہ اخلاق اور آپ کی ہر گندگی سے نفرت اور دوری تھی اس کو سامنے لانے کے لئے آپ نے اہل مکہ سے کھلے طور پر خطاب کیا:

فقد لبثت فیکم عمراً من قبله افلا تعقلون (پ ۱۱ یونس ۱۶)

(ترجمہ) بے شک میں تم میں کتنی مدت پہلے رہ چکا ہوں کیا تم سمجھتے نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار.

(جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۲ . وقال هذا حسن صحیح)

(ترجمہ) حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان کا ٹھکانہ جنت ہے اور فحش

گوئی باطل امور میں ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حضرت ابو سعید الخدریؓ آنحضرت ﷺ کی شان حیاء کا اس نفیس پیرائے میں ذکر کرتے ہیں۔

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اشد حیاء من العذراء فی خدرها و کان اذا کره شیئا عرفناه فی وجهه (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۵)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کنواری عورت جب وہ پردے میں ہو اس سے بھی زیادہ باحیا تھے آپ اگر کسی بات کو ناپسند کرتے تو ہم اسے آپ کے چہرے سے پہچانتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح فحش الفاظ اور فحش خیالات سے دور رہتے اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حضور ﷺ کی ایک حدیث بھی پیش کی ہے۔

لم یکن فاحشاً ولا متفحشا وقال قال رسول الله ﷺ ان من خیارکم احاسنکم اخلاقاً (رواه مسلم)

(ترجمہ) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی بے حیائی کی بات نہ کرتے اور نہ کوئی بے ہودگی کی بات کرتے (آپ نے یہ بھی فرمایا) تم میں اچھے لوگ وہی ہیں جو تم میں اخلاق میں اچھے ہوں) ان کے اخلاق سے حسن نظر آئے۔

پیغمبرانہ شان حیاء کو ایک بے مثل عزت ملی ہے حیا پیغمبرانہ نسبت سے بھی آپ کو پوری پھیلی ملے گی۔ حضرت شعیبؑ کی بیٹی جب موسیٰ علیہ السلام کو اپنے والد کا پیغام دینے آئی تو وہ کس شان حیاء سے چلی آئی اسے قرآن کریم

میں دیکھئے۔

فجاء ته احداهما تمشي علی استحياء قالت ان ابی يدعوک ليجزيک اجر ما سقيت لنا. (پ ۲۰ القصص ۲۵)

(ترجمہ) پھر آئی حضرت موسیٰ کے پاس دونوں میں سے ایک پوری شرم سے چلتے ہوئے اس نے کہا میرا باپ آپ کو بلا رہا ہے تاکہ تجھے تمہاری نیکی کا بدلہ دے جو تم نے پانی پلایا ہمارے جانوروں کو۔

وہ صفت حیاء تھی جس سے یہ پیغمبر زادی بات کر رہی تھی اس شان شرافت کی عورتیں دوسرے مردوں سے عام طور پر چہرہ چھپا کر بات کرتی ہیں انکی شریعت میں پردے کا حکم نہ تھا لیکن عورتوں میں حیاء کی یہ فطری صدا ہمیشہ سے کارفرما رہی ہے۔ حیا نوع انسانی کی شروع سے ایک فطری شان رہی ہے حضرت آدمؑ اور حضرت حواء سے جب جنت کا لباس اترا تو یہ دونوں بے ساختہ جنت کے پتوں کی طرف بڑھے کہ ان سے اپنے ستر کو ڈھانپ لیں حالانکہ اس وقت ان پر ستر چھپانے کا کوئی حکم نہ اترا تھا یہ شرف انسانی کا ایک پہلا فطری تقاضا تھا جو انہوں نے یکا یک بے ساختہ محسوس کیا۔

فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سواتهما وطفقا يخصفن عليهما من ورق الجنة (پ۸ الاعراف ۲۲)

(ترجمہ) پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان دونوں کی شرمگاہیں اور لگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے۔

اس آیت پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ لکھتے ہیں۔

یعنی برہنہ ہوکر شرمائے اور پتوں سے بدن ڈھانپنے لگے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ آدمی پیدائش کے وقت ننگا ہوتا ہے مگر فطری حیاء مانع ہے کہ ننگا رہے (فوائد القرآن)

یہ انسان کا شرف انسانی ہے جو حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے کمال عظمت کو پہنچا اب جو شخص حضورؐ کی پیروی میں سراپا اخلاص ہو اور آپ کی محبت میں اپنے آپ نے فنا ہو چکا ہو اس میں حیاء اس طرح نمایاں ہو گی جس طرح یہ امام المتقین حضرت عثمان غنیؓ میں روشن تھی بے حیاء کسی دور کی تاویل سے بھی حضورؐ سے کوئی ظلی شرف نہ پا سکے گا ہندوؤں کے عمل نیوگ نے جس طرح اس شرف انسانی کو مجروح کیا ہے شاید ہی اقوام عالم میں کوئی گروہ اس طرح بے حیا ہو کر پھرا ہو پھر نیوگ کی اس فرضی کہانی کو جس طرح مرزا غلام احمد نے جنسی لذت فراہم کی اس سے بڑھ کر اخلاقی قدروں سے کھیلنا شاید ہی کسی گروہ یا فرد کا کبھی نصیب ہوا ہو۔

حضورؐ کا ہاتھ بھی کبھی کسی غیر محرم سے لذت پذیر نہیں ہوا

امیمہ بنت الرقیقہؓ کہتی ہیں کہ میں انصار کی کچھ عورتوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں ہم نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔

نبایعک علی ان لانشرک باللہ شیئا ولانسرق ولانزنی ولاناتی ببھتان نفترینہ بین ایدینا وارجلنا ولا نعصیک فی معروف قال فیما استطعتن واطقتن قالت قلنا اللہ ورسولہ ارحم بنا ھلم نبایعک یارسول اللہ فقال رسول اللہ ﷺ انی لااصافح النساء انما قولی لمائۃ امراۃ کقولی لامراۃ واحدۃ او مثل قولی لامراۃ واحدۃ (رواہ النسائی جلد ۲ ص ۱۸۳)

(ترجمہ) حضرت امیمہؓ کہتی ہیں میں انصار کی کچھ عورتوں کے ساتھ حضورؐ کے پاس آئی ہم آپ کی بیعت کرنے کے لئے آئی تھیں ہم

نے کہا یا رسول اللہؐ ہم آپ سے عہد کرتی ہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی ...... امیمہؓ کہتی ہے ہم نے اللہ اور اسکے رسول کو قبول کیا ہم پر مہربانی کیجئے کیا ہم آپ سے ہاتھ نہ ملائیں؟ حضورؐ نے فرمایا میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا میری بات سو عورتوں میں بھی اسی طرح ہے جیسی ایک عورت سے ہو۔

حضور کی پوری زندگی میں آپ کا ہاتھ کسی نا محرم سے مس نہیں ہوا یہ آپ کے جذبات کی پاکیزگی تھی۔ ہاتھ ملانا تو ایک طرف رہا کسی مرد اور غیر محرم عورت کو آپ نے ایک جگہ خلوت میں بیٹھنے کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ ایک دوسرے کے ہاں آزادانہ آنا جانا بھی اسلام میں نا جائز رکھا گیا۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے آپ کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا۔

الا لا یبیتن رجل عند امراۃ ثیب الا ان یکون ناکحا او ذامحرم.

(صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۱۵)

(ترجمہ) خبردار کوئی شخص کسی بیوہ عورت کے ہاں رات بسر نہ کرے مگر یہ کہ اس نے اس سے نکاح کیا ہو یا یہ کہ وہ اس کا محرم ہو)

امام محی الدین النووی اس پر لکھتے ہیں:

فی ھذا الحدیث والاحادیث بعدہ تحریم الخلوۃ بالاجنبیۃ واباحۃ الخلوۃ بمحارمھا وھذان الامر ان مجمع علیھما

(نووی ج ۲ ص ۲۱۵)

(ترجمہ) اس حدیث میں اور جو احادیث اس کے بعد آ رہی ہیں ان میں عورت کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا حرام کہا گیا ہے اور محرموں کے

ساتھ خلوت میں بیٹھنا ہمیشہ سے مباح ہے ان دونوں باتوں پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

قادیانی مرزا صاحب کی اس قسم کی خلوتوں پر غور کیوں نہیں کرتے؟

مرزا صاحب کی بھی خلوتیں بھی ملاحظہ کیجئے

مرزا غلام احمد کو سردی کی راتوں میں سوتے وقت ٹانگیں دبوانے کا بہت شوق تھا اس کے لئے ایک بیوہ عورت جسے قادیانی لوگ حضرت امۃ اللہ بھانو رضی اللہ عنہا کہتے ہیں خلوت میں ان کی ٹانگیں دباتی تھی ایک رات اسے مرزا صاحب کی ٹانگ اور چارپائی کے بازو میں اشتباہ ہوگیا یہ پوری روایت آپ کو مرزا بشیر احمد کی ایک روایت میں جو وہ بواسطہ ڈاکٹر محمد اسماعیل روایت کرتے ہیں ملے گی۔ پوری روایت پیش کرنے میں ہمیں شرم آ رہی ہے اسے مرزا بشیر احمد کی روایت سے لیجئے۔

حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسمات بھانو تھی، وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی حضور کو دبانے بیٹھی اسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں وہ حضور کی ٹانگیں نہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ (سیرت المہدی جلد ۳ ص ۲۱۰)

مرزا صاحب عام کہتے رہے کہ پیغمبروں کا کلام استعارہ سے آراستہ ہوتا ہے۔

مرزا صاحب کی ان محسنات میں ایک زینب بھی تھی یہ ڈاکٹر عبدالستار شاہ کی جواں سال بیٹی تھی اسکی روایت بھی سن لیجئے وہ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی وہ کہتی ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے

گزر جاتی تھی دو دفعہ ایسا موقعہ پیش آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا۔ (ایضاً ص ۲۷۳)

اس روایت میں یہ چند امور ملحوظ رہیں۔ مرزا صاحب کی زندگی میں مرزا صاحب کی ان راتوں اور خلوتوں کا چرچا عام ہوگیا تھا قادیانیوں کی طرف سے ۱۹۰۷ میں ان کا جو جواب دیا گیا ہم اسے بھی ہدیہ قارئین کرتے ہیں زینب نے پنکھا ہلانے کے ساتھ اور جس خدمت کا ذکر کیا ہے اسکی وضاحت نہیں کی کہ وہ ٹانگیں کس طرح دباتی تھی نہ اس نے اس بات کو کھولا ہے کہ اسے خوشی اور سرور کس وقت پیدا ہوتا تھا صرف اتنا کہا کہ "ساری رات خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ تاہم اس سے اتنی بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ مرزا صاحب تہجد نہ پڑھتے تھے اور غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت میں گزر اوقات کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ کبھی اس پر پوری پوری رات گزر جاتی تھی۔

لیکن ان ۶۔رتوں میں مرزا صاحب کے ایک مرید غلام محمد قادیانی کی پندرہ سالہ بیٹی عائشہ کی خدمات مرزا غلام احمد کو بہت پسند تھیں آپ نے اس کے والد کو یہ مشورہ دے رکھا تھا کہ اسکی شادی قادیان میں ہی ہو کسی دوسرے شہر میں نہ کرنا تاکہ میری خدمت کا سلسلہ قائم رہے اس نوجوان عورت کے خاوند کا بیان سنئے۔

میری بیوی پندرہ سال کی عمر میں دارالامان میں حضرت مسیح موعود کے پاس آئیں حضور کو مرحومہ کی خدمت پاؤں دبانے کی بہت پسند تھی۔

(الفضل قادیان ۲۰ مارچ ۱۹۲۸)

یہ دار الامان کس کو کہا گیا ہے؟ قادیان کو اسے دارالامان کہنے کی قلعی اس وقت کھلی جب یہ بلدہ مرزا بشیر الدین محمود ۱۹۴۷ء میں چھوڑ کر اپنے پیروؤں

کو ساتھ لے کر قادیان سے لاہور کی طرف چلے۔

☆......قادیانیوں کی طرف سے مرزا صاحب کی ان خلوتوں کی حمایت

ہم مرزا صاحب کی ان خلوتوں میں دخل نہیں دیتے لیکن ہم قادیانیوں کو یہ مشورہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ایسے حالات میں اسلام میں شریعت محمدی کا موقف آپ پہلے جان چکے ہیں اب آپ کو یہ حق نہیں ملتا کہ مرزا غلام احمد کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ حضورؐ کی پیروی میں اس قدر کھو گئے تھے کہ اس سے ان کو مقام نبوت مل گیا تھا۔ اگر کوئی شخص غیر محرم عورتوں کی ان خدمات اور ان سے اپنی تسکین میں اس درجہ دور چلا جائے تو اس سے وہ اپنے مالی امور میں کبھی نقطہ اعتدال پر نہیں رہ سکتا محمدی بیگم کو اپنے نکاح میں لانے کے لئے مرزا غلام احمد نے اسکے والد کو جن عطیات کی پیشکش کی تھی وہ کسی سے مخفی نہیں اسے آپ مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں مزید دیکھ لیں۔

سوال۔ حضرت اقدس غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے تھے۔

جواب۔ وہ معصوم ہیں ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے۔ (الحکم قادیان جلد ۱۱ ص ۱۳ مورخہ ۷ اپریل ۱۹۰۷)

یہ جواب مرزا غلام احمد کی زندگی میں چھپا اور اس نے اس پر کوئی انکار نہیں کیا اگر اسلام کا یہ موقف کہ پیغمبر اپنی قوم کے لئے اسوہ ہوتے ہیں صحیح ہے تو کیا مرزا غلام احمد کے ان حالات کو نمونہ اور اسوہ مان کر تمام معروف قادیانی اپنی بہنوں بیٹیوں کو اپنے لندن کے سالانہ جلسے میں لے جا کر مرزا طاہر کی ٹانگیں دبانے کی تلقین ضرور کرتے ہوں گے کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں یہ ان کا ایک اپنے گھر کا معاملہ ہے لیکن ہم انہیں یہ مشورہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پھر لوگوں میں یہ غلط بات کہنی چھوڑ دیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اس پیغمبر

کی سچی اطاعت سے یہ ظلی نبوت ملی تھی حضور ﷺ تو برسر عام کہتے تھے۔

لا اصافح النساء میں غیر محرم عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ (رواہ النسائی) غلام احمد یہاں آپ کی اطاعت میں کیوں گم نہیں ہوا۔

پھر قادیانیوں کا یہ جواب اگر واقعی صحیح تھا تو یہ اس عورت نے کیوں نہ جواب دیا کہ مرزا صاحب پیغمبر ہیں وہ کبڑی ہوکر کیوں چلنے لگی تھی اگر یہ خیال تھا کہ مرزا صاحب یہاں تک نہیں جاتے تو یہ کیوں کہہ دیا کہ مرزا صاحب اندھے ہیں وہ عورت کون تھی مرزا غلام احمد کے مفتی محمد صادق مرزا صاحب کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی ایک دفعہ اس نے کیا حرکت کی کہ جس کمرے میں بیٹھ کر حضرت لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے اور وہاں ایک کونے میں ایک کھرا بنا ہوا تھا جسکے پاس پانی کے گھڑے رکھے تھے وہاں کپڑے اتار کر اور ننگی بیٹھ کر نہانے لگی حضرت صاحب اپنے تحریر کے کام میں مصروف رہے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔ (ذکر حبیب ص ۲۸)

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اس طرح نہانے والیوں کے کپڑے مرزا صاحب کے قریب رکھے ہوتے تھے۔ مرزا غلام احمد کے ایک دوسرے مخلص مرید پیر سراج الحق نعمانی سے بھی اسکی تائید حاصل کیجئے۔ مرزا صاحب کا اپنا زنانخانہ کس تقوی و طہارت کا مرکز تھا اسے پیر سراج الحق کے اس بیان میں دیکھئے۔

پچاس ساٹھ کے قریب عورتیں اندر زنانہ میں ہوتی تھیں اور ان کی باتوں کا ایک شور و غل رہتا تھا کوئی ہنستی کوئی کھیلتی کوئی لڑتی لیکن آپ کی توجہ اس طرف نہ ہوتی تھی اور کچھ پروا نہ کرتے تھے۔ ایک عورت نہا کر اٹھی اور اس کا

کپڑا دور رکھا تھا وہ اٹھ کر کبڑی کبڑی ٹیڑھی ٹیڑھی جا کر کپڑا اٹھا لائی اور دوسری عورت نے کہا مرزا جی بیٹھے ہیں اور تو برہنہ کپڑا اٹھا لائی ہے اس نے جواب دیا مرزا جی تو اندھے ہیں کسی عورت کی طرف دیکھتے نہیں (تذکرۃ المھدی ص ۲۵۵)

اس عورت نے جب نہانا مرزا صاحب سے کچھ فاصلے پر تھا تو وہ کپڑے مرزا صاحب کے قریب کیوں اتار آئی تھی اور اب جب وہ وہاں کپڑے لینے گئی تو وہیں کیوں نہ پہن لئے یہاں ننگی کیوں آئی اور اپنی کبڑی چال چلنے کی ادا کیوں دکھائی اور جب مرزا صاحب نے ادھر نہ دیکھا تو انہیں غصہ میں اندھا کیوں کہہ دیا ہم ان تمام باتوں کو سمجھ نہیں پائے تاہم اتنی بات ہم ضرور سمجھ پائے ہیں کہ مرزا صاحب کے زنان خانہ کی عورتوں میں کوئی تقوی و طہارت کا رنگ نہ تھا۔ جھوٹی نبوت کے حلقہ ارادت کی عورتیں اس طرح ڈنڈ پیلتی ہیں۔

☆...... سچی نبوت کے حلقہ ارادت میں خدا خوفی کے نقشے

حضور کے پاس جب مومن عورتیں آتیں تو انہوں نے آپ سے ملنے کا کوئی خلوت خانہ نہ بنایا ہوا تھا وہ سراپا تقوی و طہارت کا پیکر ہوتی تھیں مجال ہے کہ کسی کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی ہو جائے وہاں مرزا غلام احمد کے زنان خانہ کی طرح شور و غل نہ ہوتا تھا اور مجال ہے کہ وہ مومنات حضورؐ کی کسی بات میں آپ کی نافرمانی کریں۔

یا ایھا النبی اذا جاء ک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن (پ ۲۸ الممتحنہ ۱۲)

(ترجمہ) اے نبی جب آئیں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت

کرنے اس پر کہ وہ نہ شریک کریں گی کسی کو اللہ کا اور نہ چوری کریں
گی اور نہ بدکاری اور اپنی اولاد کو نہ قتل کریں گی اور کسی پر اپنے ہاتھوں
اور پاؤں سے کوئی بہتان نہ باندھیں گی اور کسی بھلے کام میں تیری
نافرمانی نہ کریں گی تو تو ان کی بیعت لے لے۔

اس دنیا میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام رسالت لے کر
تشریف لائے اور ایک مدت تک لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتے رہے آپ
نے اپنی قوم کو کہا۔

**ویا قوم لا اسئلکم علیه مالا ان اجری الا علی الله وما انا
بطارد الذین آمنوا انهم ملقوا ربهم ولکنی اراکم قوماً
تجهلون .(پ ۱۲ هود ۲۹)**

(ترجمہ) اور اے میری قوم میں تم سے کوئی مال نہیں مانگتا میرا اجر بس
اللہ کے ہاں ہی ہے اور میں ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں
انہیں یہاں سے نکالنے والا بھی نہیں ہوں وہ بیشک اپنے رب سے ملنے
والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نادانی کر رہے ہو۔

**اذ قال لهم اخوهم نوح الا تتقون .... وما
اسئلکم علیه من اجر ان اجری الاعلی رب العالمین : (پ
۱۹ الشعراء ۱۰۹)**

(ترجمہ) اور جب کہا ان سے انکے بھائی نوح علیہ السلام نے
......میں اس کام کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو بس اللہ
کے ہاں ہی ہے۔

ملکہ بلقیس نے جب حضرت سلیمانؑ کو مالی ہدیہ دینا چاہا تو حضرت

سلیمانؑ نے کیا کہا؟ اسے قرآن کریم میں دیکھئے۔

فلما جاء سلیمان قال اتمدونن بمال فما اتنی الله خیر مما اتاکم بل انتم بهدیتکم تفرحون (پ ۱۹ النحل ۳۶)

(ترجمہ) پس جب (اس کا قاصد) حضرت سلیمان کے پاس آیا آپ نے اسے کہا کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو اللہ نے جو مجھے دیا ہے اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی ہو جو اس تحفے پر خوش ہوئے جا رہے ہو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبرانہ سیرت میں دنیوی مال کی کوئی جذب نہیں ہوتی شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا یہ تحفہ تمہیں ہی مبارک رہے کیا تم نے مجھے ایک دنیوی بادشاہ سمجھا ہے جو مال و متاع کا لالچ دیتے ہو تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے جو روحانی اور مادی دولت مجھے عطا فرمائی ہے وہ تمہارے ملک و دولت سے کہیں بڑھ کر ہے ان سامانوں کی ہمیں کیا پروا۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا۔ **قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی ومن یقترف حسنة نزد له فیها حسنا (پ۲۵ الشوری ۲۳)**

ترجمہ: آپ کہہ دیں میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا مگر تم میں قرابت کی محبت تو چاہئے اور جو نیکی کرے گا ہم اس کے لئے ثواب بڑھا دیں گے۔

یعنی آپ نے ان کو اپنے رشتے کا احساس کرا دیا اس خیر خواہی اور احسان کا میں تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسبی اور خاندانی تعلقات ہیں کم از کم انہیں نظر انداز نہ کرو کیا اتنی دوستی اور

فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں۔ اس سے بھی پتہ چلا کہ نبوت کی نظر کبھی کسی کے مال پر نہیں ہوتی۔

دنیا میں پہلے رسول اور آخری رسول دونوں کا نظریہ مال آپ کے سامنے آ گیا ہے یہی نقطہ نظر آپ کو سب نبیوں کی سیرت میں ملے گا حضرت ہود علیہ السلام نے بھی قوم عاد سے یہی کہا (دیکھیے سورہ الشعراء آیت ۱۲۷) حضرت صالح علیہ السلام نے بھی قوم ثمود سے یہی کہا (آیت ۱۲۵) حضرت لوط علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا (آیت ۱۶۴) حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا۔ (آیت ۱۸۰)

تمام پیغمبروں کی درباره مال اجتماعی سیرت یہی رہی ہے کہ وہ اسکی فکر میں نہیں گھرتے اور نہ وہ اس کے درپے گھومتے ہیں ان کا ہر ضرورت میں اعتماد صرف اللہ رب العزت پر ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں مال و زر کی حقیقت کیا بتلائی گئی ہے۔

واعلمو انما اموالکم واولادکم فتنة وان الله عنده اجر عظیم

(پ۱۰ الانفال ۲۸ پ ۲۸ التغابن ۱۵) اور جان لو کہ بے شک تمہارے مال و اولاد تمہارے لئے محض ایک آزمائش ہیں اور بیشک اللہ کے پاس تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

المال والبنون زینة الحیوة الدنیا والباقیات الصالحات.

(پ ۱۵ الکهف ۲۶)

مال اور اولاد سب دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی چیزیں تو بس نیک اعمال ہی ہیں۔

یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی الله بقلب سلیم.

(پ ۱۹ الشعراء ۸۸)

اس دن نہ کوئی مال کام آئے گا اور نہ بیٹے مگر جو آیا اللہ کے پاس ایک قلب سلیم لے کر۔

اعلمو انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد (پ۲۷ الحدید ۲۰)

اور جان لو کہ دنیا کی زندگانی ہے ہی کھیل اور تماشا اور بناؤ سنگھار اور بڑائیاں کرنی آپس میں اور کثرت طلب مال کی اور اولاد کی۔

☆...... سیرت انبیاء کا نقش سوم۔ دنیا کے مال ودولت سے بے رغبتی

انبیاء کی سیرت میں آپ کو ان کی دنیا کے مال و دولت سے بے رغبتی عام ملے گی یہ ان کی سیرت کا نہایت روشن نقش ہے ہم اس کے لئے قرآن پاک کی چار آیتیں ہدیہ قارئین کرتے ہیں آپ ان میں سیرت انبیاء کی یہ جھلک نہایت روشن دیکھیں گے انبیاء کرام کی محنت اموال کی بجائے زیادہ اعمال پر ہوتی ہے اپنے لوگوں سے وہ اپنی خدمت ابلاغ پر کوئی مالی طلب نہیں رکھتے۔

مال و دولت کی نسبت زیادہ کس طرف رہی؟

قرآن کریم میں مال و دولت کی نسبت زیادہ دنیا داروں کی طرف ملتی ہے۔

۱. واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الاخساراً.

(پ ۲۹ نوح ۲۱)

۲. کانوا اشدّ منکم قوۃ واکثر اموالاً واولاداً.

(پ ۱۰ التوبہ ۶۹)

۳. انک اٰتیت فرعون وملأہ زینۃ واموالاً فی الحیوٰۃ الدنیا.

(پ ۱۱ یونس ۸۸)

۴. وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی.

(پ ۲۲ سبا ۳۷)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ سے پوچھا گیا حضور اکرم ﷺ کی سیرت کیا رہی؟ آپ نے فرمایا قرآن۔ اس سے یہ بات پوری طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ حضورِ اکرمؐ کی سیرت مالِ دنیا میں گھرنے اور اس کی فکر میں لگنے کی نہ تھی۔ انبیاء کرام کی سیرت کا اجتماعی نقطہ نظر یہی رہا ہے کہ اُنہیں اموالِ دنیا کی فکر نہ ہو۔ قرآنِ کریم کی رو سے اموالِ دنیا پر نازٗ اور اعتماد اور اسکی فکر زیادہ انہی لوگوں کو رہی جو غفلت میں ڈوبے اور اللہ تعالیٰ سے دور رہنے والے ہوتے تھے۔

اب ہم قادیانی دوستوں کو کچھ اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ ایک طرف مرزا غلام احمد کے اس دعوے کو دیکھیں کہ مجھے حضورِ اکرمؐ کی کامل پیروی سے نبوت ملی ہے اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ مرزا غلام احمد کا پہلا تعارف عوام میں براہین احمدیہ کی پیشگی قیمت مانگنے سے ہوا تھا جو مال ابھی تقوم میں نہیں آیا یہ اُسکی قیمت لی جارہی ہے اور قوم سے اسکے پچاس حصوں کا وعدہ کیا جارہا ہے اسلام میں کیا یہ جائز بیع ہے؟ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں۔

مرزا غلام احمد کا دل کس طرح مال و دولت میں لگا ہوا تھا

مرزا غلام احمد کی پوری زندگی پر نظر کریں کہ اس کا دل اموالِ دنیا میں کیسے گڑا ہوا تھا اور اپنے والد کے عہد سے کس طرح اسکی توجہ انگریزوں کی امداد اور اپنے والد کی پنشن پر ہوتی تھی۔

ناظرین اس پر توجہ کریں کہ مرزا صاحب کے قریب رہنے والے لوگوں نے مرزا صاحب کو کس طرح دنیا کے مال میں گھرے پایا یہاں تک کہ مرزا صاحب پر اُن کی زندگی میں مال کے بے جا خرچ کرنے کی تہمتیں بھی لگیں۔

مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کی وفات کا وقت قریب آیا تو مرزا صاحب کو اس کی فکر تھی کہ والد کی وفات کے بعد گھر کے اخراجات کیسے

چلیں گے اس وقت وہ اللہ پر اعتماد کرنے کی دولت سے کلیۃ خالی تھے مگر اپنے دعوے میں وہ اس وقت بھی ملہم ربانی تھے۔ مرزا صاحب اس وقت کی اپنی کہانی اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

''میرے والد مرزا غلام مرتضٰی مرحوم کی وفات کا وقت جب قریب آیا اور صرف چند پہر باقی رہ گئے تو خدا تعالیٰ نے اُنکی وفات سے مجھے ان الفاظ عزا پرسی کے ساتھ خبر دی۔ والسماء والطارق.......... چونکہ ان کی زندگی سے بہت سے وجوہِ معاش ہمارے وابستہ تھے اس لئے بشریت کے تقاضا سے یہ خیال دل میں گزرا کہ اُن کی وفات ہمارے لئے بہت سے مصائب کا مؤجب ہوگی کیونکہ وہ رقم کثیر آمدنی کی ضبط ہوجائے گی جو ان کی زندگی سے وابستہ تھی۔ اس خیال کے آنے کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا اَلیس اللہ بکاف عبدہ۔ تب وہ خیال یوں اُڑ گیا جیسا کہ روشنی سے تاریکی اُڑ جاتی ہے اور اسی دن غروبِ آفتاب کے بعد میرے والد صاحب فوت ہوگئے۔'' (تریاق القلوب ص ۷۰، رخ ۱۵ ص ۱۹۸)

مرزا صاحب نے اپنے الہام پر دو گواہ بھی کھڑے کئے ہیں کہ اُنہوں نے اِنہیں قبل از وقت یہ الہام سنایا تھا۔ کیا یہ گواہ قسم کھا کر کہہ سکتے تھے کہ مرزا صاحب نے واقعی اُنہیں والد صاحب کی وفات ہونے سے پہلے اس الہام کا گواہ بنالیا تھا۔ مرزا صاحب اپنے گواہوں کی ثقاہت اور پختگی اس طرح بیان کرتے ہیں ان کے نام سنئے اور مرزا صاحب کے دین و ایمان پر سر دھنئے۔

الہام اَلیس اللہ بکاف عبدہٗ بہت سے لوگوں کو قبل از وقت سنایا گیا جن میں لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل کھتریان ساکنان قادیان حلفاً بیان کرسکتے ہیں۔ (ایضاً ۷۰)

مرزا صاحب نے اپنے ملہم ربانی ہونے کی یہ ہندو شہادتیں بڑے اعتماد سے قریہ قریہ میں پیش کیں۔

پھر قادیان میں یہ دونوں کھتری محلہ محلہ جا کر کعبہ کی قسم کھاتے کہ واقعی پرمیشر نے مرزا صاحب کو یہ الہام کیا ہے اور ہم بھی خدا کی یہ بات سن رہے تھے۔

ہم اس وقت یہ بحث نہیں کررہے کہ لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل نے خدا کی یہ آواز کیسے سنی۔ ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کو اس وقت باپ کے مرنے کا اتنا غم نہ تھا۔ جتنا اس مال کثیر کے ہاتھ سے جانے کا تھا جو مرزا صاحب کے والد کو سرکارِ انگلشیہ کی طرف سے انگریزوں کی حمایت کے لئے ملا کرتا تھا۔ قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ والے دنیا کے مال کے اتنے درپے نہیں ہوتے جتنے مرزا صاحب تھے۔ چہ جائیکہ پیغمبرانہ زندگی کی کوئی جھلک اُنکی زندگی میں دیکھی جاسکے اور وہ کہیں کہ مجھے حضور ﷺ کی کامل پیروی سے نبوت ملی ہے

قادیانی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس وقت واقعی مرزا صاحب اس نقطہ یقین پر نہ تھے کہ اب گھر کا خرچہ کیسے چلے گا۔ اور مرزا صاحب کا بڑا بھائی غلام قادر بھی مرزا صاحب کی اس فکر میں اُن کے ساتھ شریک نہ تھا بریلی میں اس کی اچھی خاصی ملازمت تھی

پھر جب خدا نے اُنہیں اُلیس اللہ بکاف عبدہٗ کہہ کر تسلی دی تو اُنہیں اس الہام سے خدا کی قدرت پر پورا یقین ہوگیا کہ وہ اُن کے گھر میں کوئی کمی محسوس ہونے نہ دے گا اور لوگوں کے منی آرڈروں پر منی آرڈر آئیں گے۔

ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب والد کی وفات سے پہلے بھی تو بقول خود ملہم ربانی تھے۔ کیا آپ کو اس وقت خدا کی شانِ رازقیت پر پورا یقین نہ تھا کہ وہ خود اُن کی ضرورتیں پوری کرے گا؟

قادیانی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ بیشک مرزا صاحب کو اُس وقت بھی خدا کی شان رازقیت پر پورا یقین تھا لیکن اُلیس اللہ بکاف عبدہٗ کے

الفاظ سے اُنہیں جو سکون ہوا وہ پہلے نہ تھا۔ اور لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل اس کے گواہ ہیں۔

الجواب۔ مرزا صاحب کا یہ الہام دراصل قرآن کریم کی ایک آیت ہے جو مرزا صاحب نے پہلے بھی ہزاروں دفعہ پڑھی ہوگی۔ اب یہ کیسے مان لیا جائے کہ مرزا صاحب کیلئے یہ کوئی نئے الفاظ تھے۔ قرآنِ کریم میں ہے:۔

"الیس اللہ بکاف عبدہٗ ویخوفونک بالذین من دونہ ومن یضلل اللّٰہ فمالہ من ھاد". (پ ۲۴ الزمر ۳۶)

(ترجمہ) "کیا اللہ کافی نہیں ہے اپنے بندہ کو۔ اور وہ تجھے ڈراتے ہیں اللہ کے ماسوا سے (اپنے معبودوں باطلہ سے)"۔

شیخ الاسلام اس آیت پر لکھتے ہیں:۔

"مشرکین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے بتوں سے ڈراتے تھے کہ دیکھو ہمارے دیوتاؤں کی توہین کر کے اُنہیں غصہ نہ دلاؤ۔ وہ کہیں تم کو بالکل خبطی اور پاگل نہ بنادیں۔ اس کا جواب دیا کہ جو شخص ایک زبردست خدا کا بندہ بن چکا اُسے ان عاجز اور بے بس خداؤں کا کیا ڈر ہوسکتا ہے۔"

اس آیت میں مالی امداد بھیجنے کی کوئی بشارت نہیں ہے نہ حضور اکرم ﷺ کو کبھی اس سے مال ملنے کی کوئی لمبی چوڑی اُمیدیں رہیں۔ ہاں مرزا صاحب کے بقول جب اُن پر یہ آیت الہام بن کر اُتری تو اب اس کا رُخ مالی تھا کہ مرزا صاحب مال نہ ملنے سے پریشان نہ ہوں۔ اُنہیں اپنے پیروؤں سے منی آرڈر پر منی آرڈر اور نوٹوں پر نوٹ ملا کریں گے۔

ہم اس وقت اس بحث میں نہیں جاتے کہ قرآنِ کریم نے اس آیت کو جس موضوع پر پیش کیا ہے اُسکے واقعی وہی معنی ہیں جو شیخ الاسلام نے لکھے ہیں

یا اُن سے مراد مرزا صاحب کو مالی امداد کا پے در پے ملنا ہے۔ ہم اس وقت صرف یہ بتا رہے ہیں کہ مرزا صاحب کس طرح ذہنی طور پر دنیوی مال میں کھوئے ہوئے تھے۔ طلب مال کی یہ سیرت پیغمبرانہ سیرت کے اس اجتماعی نقطہ نظر سے یکسر مختلف ہے جو ہمیں قرآن کریم سے ملتا ہے۔

مرزا صاحب کی دنیوی مال سے دل لگی کی ایک اور جھلک

مرزا غلام احمد کے والد نے خاندانی جائیداد کے بعض گاؤں پر کافی مال خرچ کیا لیکن برادری کے دوسرے شریکوں نے اس میں کوئی حصہ نہ ڈالا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے الہام کیا کہ ہم تیرے اُن شریکوں کے بارے میں کوئی دعا قبول نہ کریں گے۔

اجیب کل دعائک الا فی شرکائک. (تریاق القلوب ص ۸۲، رخ جلد ۵، ص ۲۱۰)

(ترجمہ) میں تیری تمام دعائیں قبول کروں گا مگر تیرے شرکاء کے بارے میں نہیں۔

دیکھیے مرزا صاحب نے کس طرح خدا کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا کہ جن لوگوں نے مرزا صاحب کے والد کے اُن دیہات کو آباد کرنے میں مرزا صاحب کی مالی مدد نہ کی تھی اب خدا بھی اُن کی کوئی بات نہ سنے گا۔

ٹیکس لگنے پر مرزا صاحب کی پریشانی کی ایک جھلک

مرزا صاحب پر ٹیکس لگتے ہی پوری جماعت اس عذرداری میں شریک ہوگئی اور یہ سب لوگ مل کر اس مصیبت کو ٹالنے کے درپے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھاری رقوم کا حساب کتاب تھا۔ اس میں اشارہ ملتا ہے کہ واقعی ان دنوں مرزا صاحب پر آمدنی کے دروازے چاروں طرف سے کھلے تھے۔ اب ذرا وہ نقشہ ملاحظہ فرمائیں جب یہ لوگ حساب لکھنے بیٹھے تھے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

جب میرے پر ٹیکس لگایا گیا اور اس پر عذر داری کی گئی تو ہم چھوٹی مسجد میں جو ہماری کھڑکی کے ساتھ ہے بیٹھ کر آمدن اور خرچ کا حساب کر رہے تھے اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے اور ایسا ہی کئی اور جماعت کے لوگ وہاں موجود تھے اور خواجہ کمال الدین بی اے اور مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کاغذات حساب آمد و اخراجات کے متعلق کچھ دیکھ رہے تھے تو اُس وقت مجھ پر ایک کشفی حالت طاری ہوکر دکھایا گیا کہ ہندو تحصیلدار بٹالہ جسکے پاس یہ مقدمہ ٹیکس کا تھا بدل گیا ہے۔ اس لئے ٹیکس معاف اور مثل مقدمہ داخل دفتر ہو۔ (رُخ جلد ۱۵ ص ۳۳۱)

اس سے آپ اندازہ کریں کہ کس طرح خدا بھی مرزا صاحب کے مالی امور میں اُن کا مددگار ہوگیا تھا۔ محکمہ ٹیکس سے اُنہیں معافی دلوادیتا تھا اور اس طرح اُن کا ٹیکس معاف ہوجاتا تھا۔

قادیان کے عام لنگر کا انتظام کن ہاتھوں میں ہوتا تھا

مرزا صاحب کی مالی خواہشات میں مرزا صاحب کا خدا بھی اُنکے ساتھ تھا۔ خدا کا منشاء بھی یہی رہا کہ لنگر کا انتظام مرزا صاحب کے ہاتھوں میں رہے۔ کسی دوسرے جماعتی ساتھی کو نہ دیا جائے۔

سیّد سرور شاہ قادیانی مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو ایک جگہ مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''جب میں نے جناب کو کہا تھا کہ آج مجھے پختہ ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے گھر میں بہت اظہارِ رنج فرمایا کہ باوجود میرے بتانے کے کہ خدا کا منشاء یہی ہے کہ میرے وقت میں لنگر کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں رہے اور اگر اس کے خلاف ہوا تو لنگر بند ہوجائے گا مگر یہ احباب وغیرہ ایسے ہیں کہ بار بار مجھے کہتے ہیں کہ لنگر کا انتظام ہمارے سپرد کردو اور مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔ (کشف الاختلاف ص ۱۴، تالیف سرور شاہ قادیانی)۔

یہ کیسا پیغمبر ہے جسکے مرید اسپر مالی امور میں کس قدر بدگمان ہیں

مرزا غلام احمد پر منی آرڈروں اور نوٹوں کی بارش

مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

''میں ایک گمنام انسان تھا جو قادیان جیسے ویران گاؤں میں زاویہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ پھر بعد اس کے کہ خدا نے اپنی پیشگوئی کے موافق ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور ایسی متواتر فتوحات سے مالی مدد کی کہ جس کا شکریہ بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی اُمید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو اُٹھاتا ہے اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے، اُس نے میری دستگیری کی کہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے۔ اور شاید اس سے زیادہ ہو۔ اگرچہ منی آرڈروں کے ذریعہ ہزاروں روپے آچکے ہیں مگر اس سے زیادہ وہ ہیں جو خود مخلص لوگوں نے آکر دیئے ہیں اور جو خطوط کے اندر نوٹ آئے (حقیقت الوحی ص ۲۱۲۔ رخ ج ۲۲ ص ۲۲۱)

☆...... مرزا غلام احمد کو خفیہ رقوم بھی آتی تھیں

اور بعض مخلصوں نے نوٹ یا سونا اس طرح بھیجا جو اپنا نام بھی ظاہر نہیں کیا اور مجھے اب تک معلوم نہیں کہ اُن کے نام کیا کیا ہیں (ایضاً)

اگر میرے اس بیان کا اعتبار نہ ہو تو بیس برس کی ڈاک کے سرکاری رجسٹروں کو دیکھو تا کہ معلوم ہو کہ کس قدر آمدنی کا دروازہ اس تمام مدت میں کھولا گیا۔ یہ آمدنی صرف ڈاک کے ذریعہ تک محدود نہیں بلکہ ہزارہا روپیہ کی آمدنی اس طرح بھی ہوئی ہے کہ لوگ خود قادیان میں آکر دیتے ہیں۔ نیز ایسی آمدنی جو لفافوں میں نوٹ بھیجے جاتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۲۱۲۔ رُخ جلد ۲۲، ص ۲۲۱/۲۲۰)

مرزا صاحب کو یہ مال پہنچانے والے کس قسم کے لوگ ہوتے تھے۔
اسے مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں دیکھیں۔

"اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی کے ذی عزت عہدیدار ہیں جو ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور تحصیل دار وغیرہ معزز عہدوں والے آدمی ہیں۔ ایسا ہی پنجاب اور ہندوستان کے کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ ایف اے، بی اے، ایم اے اور بڑے بڑے تاجر اس جماعت میں داخل ہیں۔ غرض ایسے لوگ جو عقل اور علم اور عزت واقبال رکھتے ہیں یا بڑے بڑے عہدوں پر سرکار انگریزی کی طرف سے مامور تھے۔ (کتاب البریہ، ص۔ حاشیہ رخ جلد ص)

مرزا صاحب نے جو اپنی عاجزانہ درخواست میں لکھا تھا کہ اپنے خود کاشتہ پودا کے بارے میں حزم واحتیاط سے کام لے۔ مرزا صاحب کی یہ تحریرات اس کی تفسیر ہیں کہ سرکار انگلشیہ نے پودا کس لئے کاشت کیا تھا۔ آپ نے کتاب البریہ میں اندر کی حقیقت کھلے الفاظ میں اگل دی ہے۔ مرزا صاحب کو جو وحی بھی آتی تھی، اُنہیں مال ہی دلواتی تھی۔

اب تک کئی لاکھ انسان قادیان آچکے ہیں اور اگر خطوط بھی، اس کے ساتھ شامل کئے جائیں جن کی کثرت کی خبر بھی قبل از وقت گمنامی کی حالت میں دی گئی تھی۔ تو شاید اندازہ کروڑ تک پہنچ جائے گا۔"

(براھین احمدیہ حصہ پنجم ص۶۱/۶۰۔ رُخ جلد ۲۱، ص۷۵)

مرزا صاحب کا 6 مارچ 1895ء کا ایک خط
جو آپ نے سیٹھ عبدالرحمٰن کو لکھا تھا

"السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ! کل کی ڈاک میں بذریعہ تار مبلغ پانچ سو روپے مرسلہ آنمکرم مجھ کو پہنچ گئے۔ کچھ تھوڑے دن ہوئے کہ مجھ کو خواب آیا تھا

کہ ایک جگہ میں بیٹھا ہوں۔ ایک دفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ غیب سے کسی قدر روپیہ میرے سامنے موجود ہوگیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ کہاں سے آیا۔ آخر میری رائے ٹھہری کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے نے ہماری حاجات کے لئے یہاں رکھ دیا ہے۔ پھر ساتھ الہام ہوا کہ انی مرسل الیکم ھدیۃ۔ کہ میں تمہاری طرف ہدیہ بھیجتا ہوں۔ اور ساتھ ہی میرے دل میں ہوا کہ اسکی یہ ہی تعبیر ہے کہ ہمارے مخلص دوست حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب اس فرشتہ کے رنگ میں متمثل کئے گئے ہوں اور غالبًا وہ روپیہ بھیجیں گے۔'' (مکاتیب احمدیہ حصہ اوّل ص۳)

مرزا صاحب کا عقیدہ تھا کہ مریدوں سے چندہ لینے کے لئے جس قدر اُن کی خوشامد کی جائے کم ہے وہ۔ وہ لکھتے ہیں:۔

''مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا اُنہی سے پیوند ہے، یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو میری (مرزا غلام احمد کی) اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔ (لوح الھدیٰ ص۱، رخ جلدص)

☆......مرزا صاحب پر منی آرڈروں کے غیبی انکشافات

بلی کو ہمیشہ خواب میں چھچھڑے نظر آتے ہیں۔ برسات کے اندھے کو ہر جگہ ہرا ہی ہرا دکھائی دیتا ہے۔ مرزا صاحب کو بھی خدا کی طرف سے جب غیبی خبریں ملتی تھیں تو اُن میں زیادہ تر منی آرڈر آنے ہی کی خوشخبریاں ہوتی تھیں۔ آپ ان الہامات سے اس شخص کے اندر کی کیفیات بخوبی معلوم کرسکتے ہیں کیا یہی سیرت نبوت ہے جس میں مرزا صاحب اس قدر جذب ہوگئے تھے اور کہتے تھے مجھے حضور ﷺ کی سچی اطاعت سے نبوت ملی ہے اور پڑھئے:

۱۔ایک دفعہ صبح کے وقت وحی الٰہی سے میری زبان پر جاری ہوا ''عبداللہ خان ڈیرہ اسمٰعیل خان'' اور تفہیم ہوئی کہ اس نام کا ایک شخص آج کچھ روپیہ بھیجے گا۔ میں نے چند ہندوؤں کے پاس اس الہام کا ذکر کیا اور میں نے

بیان کیا کہ اگر آج یہ روپیہ نہ آیا تو میں حق پر نہیں۔ ایک ہندو، بشن داس نام، قوم کا برہمن، جو آج کل ایک جگہ پٹواری ہے۔ بول اُٹھا کہ میں اس کا امتحان لوں گا اور میں ڈاکخانہ جاؤں گا۔ وہ اسی وقت ڈاکخانہ گیا اور نہایت حیرت زدہ ہوکر جواب لایا کہ عبداللہ خان نامی ایک شخص نے جو ڈیرہ اسمٰعیل خان میں اکسٹرا اسسٹنٹ ہے کچھ روپیہ بھیجا ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۳۲۴، رُخ جلد ۲۲ ص ۲۷۶)

مرزا صاحب کا ایک خط ملاحظہ ہو۔

۲۔ مجی عزیزی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ تعالیٰ! السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج کی ڈاک میں مبلغ پچاس روپے مرسلہ آپ کے مجھ کو مل گئے۔ جزاکم اللہ خیراً۔ عجب اتفاق ہے کہ مجھ کو آج کل اشد ضرورت تھی۔ آج ۴ نومبر 1898ء میں خواب میں مجھ کو دکھلایا گیا کہ ایک شخص روپیہ بھیجتا ہے۔ میں بہت خوش ہوا کہ آج روپیہ آئے گا۔ چنانچہ آج ہی ۴ نومبر 1898ء کو آپ کا روپیہ آ گیا۔ فالحمد اللہ وجزاکم اللہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روپیہ بھیجنا درگاہِ الٰہی میں قبول ہے۔ خاکسار غلام احمد عفی عنہ۔ (مندرجہ اخبار الفضل قادیان 28 اگست 1946)

۳۔ ایک دفعہ مجھے الہام ہوا کہ بست و یک روپیہ آنے والے ہیں۔ یہ الہام بھی آریوں کو بتلایا گیا اور الہام میں تفہیم ہوئی کہ وہ روپیہ آج ہی آئے گا۔ چنانچہ اسی روز وزیر سنگھ نامی ایک بیمار نے آکر مجھے ایک روپیہ دیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ باقی بیس روپیہ شاید مجھے ڈاک کی معرفت آئیں گے۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۳۰۶۔ رخ جلد ۲۲، ص ۳۱۸)

۴۔ ایک دفعہ مارچ 1905ء کے مہینے میں بوقت قلت آمدنی لنگر خانہ کے مصارف میں بہت دقت ہوئی۔ کیونکہ کثرت سے مہمانوں کی آمد تھی اور اسکے مقابل پر روپیہ کی آمدنی کم۔ اس لئے دعا کی گئی۔

5 مارچ 1905ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک (انگریز) شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ بعد اس کے خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا ڈاک کے ذریعہ سے اور کیا براہِ راست لوگوں کے ہاتھوں سے اس قدر مالی فتوحات ہوئیں جن کا خیال وگمان نہ تھا اور کئی ہزار روپیہ آ گیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص۳۳۴۔ رخ، ص ۳۴۶)

☆......دو ہزار سے زیادہ دفعہ روپیہ آنے کی وحی

ایسا اتفاق دو ہزار مرتبہ سے بھی زیادہ گزرا ہے کہ حق تعالیٰ نے میری حاجت کے وقت مجھے اپنے الہام یا کشف سے یہ خبر دی کہ عنقریب کچھ روپیہ آنے والا ہے پھر بعض اوقات روپیہ کی تعداد سے بھی مجھے خبر دے دی گئی اور بعض وقت یہ خبر بھی دی کہ اس قدر روپیہ فلاں تاریخ میں فلاں شخص کے بھیجنے سے آنے والا ہے اور ایسا ہی ظہور میں آیا (ضمیمہ تریاق القلوب۔ رخ۔ ج۱۵ص ۱۹۹)

پھر مرزا صاحب کو یاد آ گیا کہ ایسی وحی دو ہزار دفعہ نہیں پچاس ہزار دفعہ سے زیادہ دفعہ ہوئی تھی یہ دو ہزار دفعہ پہلے کی بات ہوگی۔ اب یہ دوسری وحی بھی سن لیں۔

☆......ایسا کتنی دفعہ ہوا؟ پچاس ہزار دفعہ

مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

”یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کی مجھ سے یہ عادت ہے کہ اکثر جو نقد روپیہ آنے والا ہو یا اور چیزیں تحائف کے طور پر آنے والی ہوں اُن کی خبر قبل از وقت بذریعہ الہام یا خواب کے مجھ کو دے دیتا ہے اور اس قسم کے نشان پچاس ہزار سے کچھ زیادہ ہوں گے۔“ (ایضاً)

”جب میں نے اپنی کتاب براھین احمدیہ تصنیف کی جو میری پہلی تصنیف تھی، تو مجھے یہ مشکل پیش آئی کہ اسکی چھپوائی کے لئے کچھ روپیہ نہ تھا اور

میں ایک گمنام آدمی تھا۔ مجھے کسی سے تعارف نہ تھا۔ (جو روپیہ میں اسکی پیشگی قیمت کے طور پر لے چکا تھا وہ مجھ سے خرچ ہو چکا تھا)۔ سب سے اوّل خلیفہ سیّد محمد حسن وزیر ریاست پٹیالہ کی طرف خط لکھا۔ پس خدا نے جیسا کہ اس نے وعدہ کیا تھا اُن کو میری طرف مائل کر دیا۔ اُنہوں نے بلا توقف اڑھائی سو روپیہ بھیج دیا اور پھر دوسری دفعہ اڑھائی سو روپیہ بھیج دیا۔ اور چند اور آدمیوں نے بھی روپیہ کی مدد کی۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۳۳۸۔ رُخ جلد ۲۲ ص ۳۵۰)

1900ء میں یہ حال تھا کہ خالص روپوں کی آمد سے بھی کم از کم دو ہزار مرتبہ آپ کو خوشخبری دی گئی۔ ہم مرزا صاحب کی یہ عبارت پہلے نقل کر آئے ہیں:۔

''ایسا اتفاق دو ہزار مرتبہ سے بھی زیادہ گذرا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری حاجت کے وقت مجھے اپنے الہام یا کشف سے یہ خبر دی کہ عنقریب کچھ روپیہ آنے والا ہے اور بعض اوقات یہ خبر دی کہ اس قدر روپیہ فلاں تاریخ میں اور فلاں شخص کے بھیجے سے آنے والا ہے اور ایسا ہی ظہور میں آیا اور اس بات کے گواہ بھی بعض قادیان کے ہندو اور کئی سو مسلمان ہوں گے۔''

(تریاق القلوب ص ۲۷۔ رُخ جلد ۱۵ ص ۱۹۹)

یہ 1900ء کی بات ہے اور اس کے بعد یہ فتوحات حقیقۃ الوحی کے حوالے کے مطابق پچاس ہزار سے بھی سبقت لے گئیں۔ اب تو مرزا صاحب کو ہر رات منی آرڈروں کے ہی خواب آتے تھے۔ بایں ہمہ آپ اپنے لنگر کو اپنے ہاتھ میں ہی رکھتے تھے۔ خواجہ کمال الدین کو دینے کے لئے کبھی آمادہ نہ ہوئے۔

لنگر خانہ اور گھر کے من پسند اخراجات سے مرزا صاحب کے قریب کے کئی لوگ اُنکے دعوی نبوت میں تذبذب کا شکار ہوگئے۔ خصوصاً خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی اور عبدالرحمٰن مصری وغیرہ۔ وہ سوچتے تھے کہ مرزا صاحب اپنے مالی معاملات اور دیگر کئی معاشی امور میں اس مقام پر دکھائی نہیں دیتے جو

امانت اور دیانت میں پیغمبروں کا ہوتا ہے لیکن حکیم نور الدین کی حکمت نے اُن لوگوں کو اُس وقت کھلنے اور اظہار مافی الضمیر سے روکے رکھا۔ مرزا صاحب کے یہ پرانے پیرو پھر اس وقت کھلے جب مرزا بشیر الدین محمود اس سلسلے کے سربراہ ٹھہرے اور وہ اپنے امورِ معاشرت میں اپنے والد صاحب سے بھی بہت آگے نکل گئے۔ اُس وقت اُن لوگوں نے کھلے بندوں مرزا غلام احمد کی نبوت سے انکار کیا اور اسے صرف مسیح موعود ہونے پر بند رکھا اور اُسے نبوت سے فارغ کردیا۔ جہاں دیکھا کہ کام نہیں بنتا وہاں اُسے مجازی نبی کہہ دیا۔ اُن لوگوں کا مؤقف مرزا غلام احمد کے بارے میں بقول مرزا بشیر الدین محمود یہ تھا کہ مرزا صاحب سے صرف کبھی کبھی ایسے امور صادر ہوتے تھے جو مقامِ نبوت کے مناسب نہ ہوتے تھے۔ آپ کا ہمیشہ کا حال یہ نہ تھا۔

☆...... مال خرچ کرنے میں اتہام سے بھی بچنا چاہیے

نبوت کی سیرت اتنی بے داغ ہوتی ہے کہ مالی امور میں خیانت تو درکنار اتہام کا کوئی چھینٹا بھی اُنکے دامن کو آلودہ نہیں کرتا۔

مال کا جمع کرنا اور اس سے سائلین اور مساکین کے حقوق ادا کرنا اسلام میں ہرگز کوئی عیب نہیں۔ **وفی اموالھم حق للسائل والمحروم** (پ۲۹) جمع مال اسی صورت میں عیب ہے کہ اس سے غرباء و مساکین کے حقوق ادا نہ ہوں اور مالی امور میں یہ بھی عیب ہے کہ دولت چند خاندانوں میں سمٹ کر رہ جائے۔ سرمایہ دار امیر تر ہوتے جائیں اور غرباء اپنے بنیادی حقوق تک سے محروم تڑپتے مریں۔

تاہم نبوت کے عالی مقام حاملین نے اس امر مباح کو بھی نہیں لیا۔ مطلقاً مال جمع نہیں کیا اور نہ ہی اُن پر کبھی زکوٰۃ فرض ہوئی۔ **ولاتجب علی الانبیاء (زکوٰۃ)** (درمختار ج۲ ص ۲)

حضرت خاتم النبین ﷺ نے اپنے خاندان اور اپنی اولاد کو بصورت ناداری بھی صدقات لینے کی اجازت نہ دی۔ تاکہ اُن پر کبھی یہ الزام نہ آئے کہ وہ دوسروں کے مال پر خوشحال ہیں۔ رحمۃ للعالمینؐ نے اُمت کے غریبوں کیلئے تو مال زکوٰۃ طیب قرار دیا لیکن خاندان بنوہاشم کے لئے زکوٰۃ جائز قرار نہ دی۔ آپ نے مالی امور میں اپنے آپ کو اور اپنے گھرانے کو ہر اتہام سے بھی پوری طرح محفوظ رکھا۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو زندگی کے اس موڑ پر بھی ذرا تنقیدی نظر سے دیکھیں۔ قادیانی نوجوان بھی اندھی عقیدت میں اس کے مالی امور میں متہم ہونے سے صرف نظر نہ کریں۔ مرزا غلام احمد کے ایک نظامِ لنگر کو ہی دیکھئے۔ اس میں مرزا صاحب کے اخراجات کے خلاف کوئی بٹالہ یا گورداسپور کے لوگ ہی نہ تھے۔ خود قادیان دارالامان کا بھی امن لٹ رہا تھا اور مرزا صاحب پر شکوک بڑھ رہے تھے۔

مرزا غلام احمد پر اسکی زندگی میں اسراف کا الزام لگا۔ اس پر مرزا صاحب نے 1905ء میں ایک مفصل بیان دیا جو اُنکے پرچہ اخبار الحکم میں 31 مارچ کی اشاعت میں چھپا اور پھر الفضل کی 19 دسمبر 1936ء میں اور کچھ 2 جولائی 1938ء کی اشاعت میں چھپا اسے اب ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

''جو شخص کچھ مدد دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے۔ ایسا حملہ قابل برداشت نہیں۔ اصل یہ ہے کہ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہوکر چندہ بند کردیں یا مجھ سے منحرف ہوجائیں تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے وہ اور جماعت ان سے بہتر پیدا کردے گا۔''

اس میں دو باتیں بڑی وضاحت سے معلوم ہوئیں۔

۱۔ ایک یہ کہ مرزا غلام احمد اپنی زندگی میں متہم بالاسراف ہوئے اور ان پر قوم کا پیسہ کھانے کا الزام لگا۔

۲۔ اور دوسری یہ کہ آپ کو اسراف کا طعنہ دینے والے خود آپ کی جماعت کے ہی لوگ تھے، کوئی باہر کے لوگ نہ تھے۔

پھر مرزا صاحب کے اس بیان میں یہ بھی ہے:۔

''میں ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ میں ایسے خشک دل لوگوں کو چندہ کیلئے مجبور نہیں کرتا جن کا ایمان ہنوز ناتمام ہے.......... میں تاجر نہیں ہوں کہ کوئی حساب رکھوں۔ میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں۔ میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ برابر بھی میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے۔اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ (ایضاً)

نامناسب نہ ہوگا کہ یہاں مرزا بشیر الدین محمود کا وہ خط جو اس نے حکیم نور الدین کے دورِ خلافت میں اس کے نام لکھا اور اسے مولوی محمد علی نے اپنے رسالہ حقیقت اختلاف میں نقل کیا ہے ہم اسے بھی ہدیۂ قارئین کردیں:۔

''باقی آپ سے میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ابتلا اگر حضرت صاحب زندہ رہتے تو ان کے عہد میں بھی پیش آتا کیونکہ یہ لوگ اندر ہی اندر تیاری کررہے تھے۔ چنانچہ نواب صاحب نے بتایا کہ اُن سے اُنہوں نے کہا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ حضرت صاحب سے حساب لیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی وفات سے کچھ ہی پہلے کہا کہ خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں کہ میں قوم کا روپیہ کھا جاتا ہوں۔ اُن کو ایسا نہ کرنا چاہیئے ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب مولوی

محمد علی کا ایک خط لے کر آئے اور کہا مولوی محمد علی نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچہ تو تھوڑا سا ہوتا ہے۔ باقی ہزاروں روپیہ جو آتا ہے وہ کہاں جاتا ہے؟۔ اور گھر میں آکر بہت غصہ ظاہر کیا کہ یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں۔

(حقیقت اختلاف ص۵۰)

اس سے اتنا تو پتہ چل گیا کہ مرزا غلام احمد کو اس کے بعض اپنے پیرو بھی ان کی زندگی میں مالی امور میں حرام خور سمجھتے تھے اب کیا ایسے شخص کے بارے یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ اسے حضور اکرم ﷺ کی سچی پیروی سے نبوت ملی تھی؟ استغفر اللہ العظیم۔

مولوی سرور شاہ قادیانی نے مولوی محمد علی لاہوری کو اس واقعہ کی اس طرح اطلاع دی:۔

''مجھے پختہ ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھر میں بہت اظہار رنج فرمایا کہ باوجود میرے بتانے کے کہ خدا کا منشا یہی ہے کہ میرے وقت میں لنگر کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں رہے۔ اگر اس کے خلاف ہوا تو لنگر بند ہو جائے گا۔ مگر یہ خواجہ صاحب وغیرہ ایسے ہیں کہ بار بار مجھے کہتے ہیں کہ لنگر کا انتظام ہمارے سپرد کر دو۔ اور مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے بوجہ محبت آپ کو کہا تھا کہ آپ آئندہ کبھی اس معاملہ میں شریک نہ ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ حضرت اقدس کی زیادہ ناراضگی کا موجب ہو جائے اور آپ کو نقصان پہنچے۔'' (کشف الاختلاف ص۱۴، تالیف مولوی سیّد سرور شاہ)

یہی مولوی سیّد سرور شاہ، اس سے پیچھے خواجہ کمال الدین مولوی محمد علی کے اہل خانہ کی یہ رپورٹ بھی لکھ آئے ہیں۔ یہ حضرات تانگہ میں سوار تھے۔ آگے تانگے کا کوچوان اور خواجہ صاحب بیٹھے تھے اور سرور شاہ اور مولوی محمد علی پیچھے بیٹھے تھے۔ وہاں خواجہ صاحب نے اپنے دیگر رفقاء سے یہ سوال کیا:۔

"پہلے ہم اپنی عورتوں کو یہ کہہ کر کہ انبیاء اور صحابہ والی زندگی اختیار کرنی چاہئے۔ وہ کم اور خشک کھاتے اور خشن پہنتے تھے اور باقی بچا کر اللہ کی راہ میں دیا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم کو بھی کرنا چاہئے۔ غرض انہیں ایسے وعظ کر کے کچھ روپیہ بچاتے تھے اور پھر وہ قادیان بھیجتے تھے۔ لیکن جب ہماری بیبیاں خود قادیان گئیں اور وہاں پر رہ کر اچھی طرح وہاں کا حال معلوم کیا تو واپس آ کر ہمارے سر پر چڑھ گئیں کہ تم بڑے جھوٹے ہو۔ ہم نے قادیان جا کر خود انبیاء اور صحابہ کی زندگی کو دیکھ لیا ہے۔ جس قدر آرام اور تعیش وہاں عورتوں کو حاصل ہے اس کا تو عشر عشیر بھی باہر نہیں حالانکہ ہمارا روپیہ اپنا کمایا ہوا ہوتا تھا اور اُن کے پاس جو روپیہ جاتا ہے وہ قومی اغراض کے لئے قومی روپیہ ہوتا ہے۔

(کشف الاختلاف ص ۱۳)

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ قادیانی مرزا صاحب کے جن احباب کو صحابہ کہتے ہیں ان کی بیویاں انھیں صریح طور پر کاذب کہتی تھیں جو دنیوی امور میں خود اپنے گھروں میں جھوٹے ٹھہرتے تھے وہ دینی امور میں کس قدر دیانت اور امانت کے حامل ہوں گے۔ یہ آپ سوچیں

☆......مرزا صاحب کی دیانت براھین احمدیہ کی قیمت لینے میں

مرزا غلام احمد کے ان الفاظ پر غور کریں:۔

"پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفاء کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ (پچاس کا) وعدہ پورا ہو گیا۔"

دوسرا سبب اس التواء کا جو تیئیس برس تک حصہ پنجم نہ لکھا تھا یہ تھا کہ خدا تعالٰی کو منظور تھا کہ ان لوگوں کے دلی خیالات ظاہر کرے جن کے دل مرضِ

بدگمانی میں مبتلا تھے اور ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ اس قدر دیر کے بعد خام طبع لوگ بدگمانی میں بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ بعض ناپاک فطرت گالیوں پر اُتر آئے اور چار حصے اس کتاب کے جو طبع ہو چکے تھے کچھ تو مختلف قیمتوں پر فروخت کئے گئے اور کچھ مفت تقسیم کئے گئے تھے۔ پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں اکثر نے گالیاں بھی دیں اپنی قیمت بھی واپس لی۔" (دیباچہ براھین احمدیہ، حصہ پنجم ص۹)

کتاب کی طے شدہ قیمت کے بعد اسے مختلف قیمتوں میں فروخت کرنا اور پھر اپنی مرضی سے اسکی قیمتِ بڑھاتے جانا اور خریداروں کو اتنے لمبے انتظار میں رکھنا یہاں تک کہ اپنے معتقدین سے گالیاں سننا معلوم نہیں مرزا صاحب کی کس اخلاقی شان اور مالی خواہشات کے کس عظیم حوصلے کا آسمانی نشان ہیں۔ اس کو ہم بس اسی بات پر چھوڑتے ہیں کہ ایسی دنیا ایک مردار چیز ہے، اس پر لپکنے والے کون ہوتے ہیں ہم یہاں اُنہیں ذکر نہیں کرتے اس لئے کہ مرزا صاحب کے اس کردار پر ناراض ہونے والوں میں اب یہاں کوئی نہیں ہے۔

☆...... انبیاء کی شفقت اپنے اُمتیوں کے ایمان کی حفاظت میں

انبیاء کرام اپنی اُمت کا ایمان بچانے میں اس قدر اُن کے خیر خواہ ہوتے ہیں کہ اس کے مقابلے میں ان کی نظر دنیا کے مال و زر پر قطعی نہیں رہتی تھی۔ ایک شخص پر ایک عمل کی غلطی میں صدقہ دینا واجب تھا۔ اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی۔ "حضور! اس صدقے کا سب سے زیادہ حقدار شاید میرے سوا کوئی اور نہ ہو۔" حضورؐ نے اسی کو وہ مال دے دیا جو دوسرے کا لایا ہوا مال تھا، اور وہ اسے اپنے عیال کے لئے لے گیا۔

عن ابی ھریرۃؓ...... فاتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم بعَرق

فیه تمر فقال تصدق بھٰذا فقالءَ افقر منا فمابین لابتیھا اھل بیت احوج الیه منا فضحک النبی صلی اللّٰه علیه و آلهٖ وسلم حتیٰ بدت انیابه ثم قال اذھب فاطعمه اھلک.

(ترجمہ) ''حضورؐ کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں کا لایا گیا۔ سو آپؐ نے کہا (یہ لے لو اور) اسے صدقہ کر دو۔ اس نے کہا کہ مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی مسکین ہے؟ مدینہ کے دونوں اطراف (کنکریلے کالے پتھروں) کے مابین کوئی گھر مجھ سے بڑھ کر محتاج نہیں ۔آپ نے فرمایا ''لے اِنہیں اپنے گھر والوں کو کھلا۔'' (صحیح مسلم جلد۱، ص۳۵۴)

سچے پیغمبروں کے ہاں اُن کے پیروؤں کے ایمان کی اتنی قدر ہوتی ہے کہ اُنہیں صدقہ دینے کے بجائے صدقہ لینے والا بنا کر بھی وہ ان کے ایمان کو باقی رکھتے ہیں۔ ایمان جس طرح بھی باقی رہ سکے وہ اس میں ذرا کوتاہی نہیں ہونے دیتے لیکن جھوٹے پیغمبروں کے ہاں پیسہ ہی سب سے بڑی دولت ہوتی ہے۔ پیسہ نہ ملے تو وہ اپنے پر ایمان لانے والوں کو بھی بیک جنبش نظر اپنے حلقہ ایمان سے باہر کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے پیرو اگر چندہ نہ دیں تو مرزا صاحب کھلے بندوں ان کو ایمان سے باہر کرتے تھے۔ گویا ان کے ہاں اصل لائق قدر چیز پیسہ ہی پیسہ ہے نہ کہ ایمان۔

مرزا غلام احمد نے 1903ء میں چندہ مانگنے کا اعلان کیا

''دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ چندہ کے بغیر نہیں چلتا...... بس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے۔ اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیں تو بھی بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔'' (اخبار بدر مؤرخہ 9 جولائی 1903ء۔ الفضل قادیان جلد ۱۷، ص ۶۷، فروری 1930ء)

دیکھئے مرزا صاحب کس طرح ایک پیسے کو اپنے اُمتی کے اخلاص اور ایمان سے زیادہ محبت دے رہے ہیں۔ اور اگر وہ ایک پیسہ نہ دے تو مرزا صاحب اُسے اپنی جماعت میں رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ فیصلہ اب آپ ہی کریں کہ اس شخص کو دولت زیادہ عزیز تھی۔ یا اپنے کسی معتقد کا اپنے ایمان پر قائم رہنا زیادہ مطلوب تھا۔ مال آنا چاہئے گو وہ کسی بے حیا عورت نے زنا کرا کر ہی کمایا ہوا ہو۔ مرزا صاحب کا بیٹا بشیر احمد لکھتا ہے کہ اسے مرزا صاحب کے ساتھی عبداللہ سنوری نے بتایا کہ ایک شخص کی بہن کنجنی تھی۔ اس نے اس کام سے بہت روپیہ کمایا تھا۔ اس کی موت کے بعد اسکے بھائی کو وہ مال وراثت میں ملا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اگر اب اس کا بھائی اس گندے دھندے سے توبہ کرلے تو وہ مال قابل استعمال ہو جائے گا۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:۔

''حضرت صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے خیال میں اس زمانہ میں ایسا مال اسلام کی خدمت میں خرچ ہوسکتا ہے۔''

(سیرت المھدی حصہ اوّل، ص ۳۴۳)

پیش نظر رہے کہ ان دنوں خدا کی طرف سے اسلام کی خدمت مرزا صاحب کے ہی سپرد تھی اور یہ صرف مرزا صاحب کا اپنا خیال ہی نہ تھا۔ وہ خدا کی وحی سے یہ بات جان چکے تھے کہ اب اس کنجنی کی طرف سے اس کا بھائی توبہ کرے تو اس سے اُس کی بہن کا کمایا ہوا مال طیب ہو جائے گا۔ استغفر اللہ العظیم۔

ایسی روایات ہم کہاں تک لکھیں مرزا غلام احمد کے روحانی خزائن میں اس کی روح کی یہ پکار آپ کو تقریبا ہر جگہ ملے گی غلام احمد کا خدا سے تعلق (بقول خود) دعا سے ہوتا تھا وہ دعا کے عنوان سے اپنے حلقے سے کس طرح بڑی بڑی فیسیں مانگتے تھے اس کے لئے ایک مندرجہ ذیل روایت بھی ملاحظہ کیجئے۔

☆......ایک دعا پر ایک لاکھ روپے کی فیس

ایک شخص کو اولاد نرینہ کی خواہش تھی اس نے مرزا غلام احمد سے اس خواہش کا ذکر کیا مرزا صاحب کا جواب تھا کہ۔

اس سے کہو کہ ایک لاکھ روپیہ دے تو ہم پھر دعا کریں گے۔

(سیرت المہدی ج۱ص ۲۵۷)

ان دنوں کا لاکھ آج کیا قیمت رکھتا ہے یہ کوئی بڑے اکاونٹنٹ ہی بتا سکتے ہیں ہم یہاں صرف یہی بتلائے دیتے ہیں کہ دنیا طلبی کے یہ ڈھب کبھی اللہ والوں میں نہیں ہوتے۔

مرزا صاحب کا خدا بھی ان کی اس زر طلبی سے خوب واقف تھا وہ بھی انہیں ایسے ایسے الہام کرتا کہ دنیا کے ہر طرف سے ان کے پاس قیمتی تحفے آئیں گے اور پھر یہ ان سے مخالفین کو طعنے دیں گے کہ کیا تمہارے پاس بھی اس قسم کے تحفے آتے ہیں؟ وفات سے ایک سال پہلے انہیں خدا نے تحائف ملنے کی ان الفاظ میں خوشخبری دی یاتیک تحائف کثیرۃ

مرزا صاحب کی یہ وحی ان کے اخبار بدر کی ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں شائع ہوئی وہاں سے شرکت اسلامیہ ربوہ نے تذکرہ ص ۷۱۷ میں اسے مرزا صاحب کے مجموعہ الہامات میں شائع کیا ہے اس سے اس قول کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ بلی کو ہمیشہ چھیچھڑوں کے خواب آتے ہیں۔

قادیانی اکثر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی اپنی عنایت ہے کہ وہ مرزا صاحب کو تحفے بھجواتا ہے اس میں بے چارے مرزا صاحب کا تو کوئی قصور نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ جب وہ ایک مرید سے صرف دعا کرنے کی فیس ایک لاکھ روپیہ مانگتے تھے

تو کیا اس سے بھی ان کا مریدوں کی دولت سمیٹنے کا شوق کھل کر سامنے نہیں آتا جو مرید آپ کو روپیہ نہ دیتا مرزا صاحب ایسے مریدوں کے لئے دعا تو درکنار اسے اپنی صف میں رکھنے کے بھی قطعا روادار نہ ہوتے ہیں۔

اب کیا اس شخص کے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی تابعداری سے نبوت پائے ہوئے تھا۔اور وہ اپنی بھی کے مختلف اطوار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں جذب ہوچکا تھا

سیرت انبیاء کا نقش چہارم

اپنی ذات، اپنے گھر اور اپنے خاندان کو جاہ طلبی سے دور رکھنا
پیغمبروں کی زیادہ عملی محنت کس پر؟
خدا کی باتیں منوانے یا اپنے آپ کو منوانے پر؟

الحمد لله و سلام علي عباده الذين اصطفى اما بعد

خدا کی باتیں اصل غایت رسالت ہیں پیغمبر اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ بنی نوع انسان کو ان باتوں کی خبر دیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے اور ان باتوں کی بھی نشاندہی کریں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے یہ بشارت اور نذارت کی باتیں اصل غایت رسالت ہیں انبیاء اس راہ کے خدائی خدمتگار ہیں ان کے معجزات ان کی سفارت کے کاغذات ہیں ان سے ان کی سفارت کا پتہ چلتا ہے انبیاء کی زیادہ علمی محنت اپنے آپ کو منوانے پر نہیں خدا کی باتیں پھیلانے پر ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے جب پانچ ارکان اسلام بیان کیے تو پہلے رکن کا نصف ثانی اپنے دعویٰ رسالت کی تصدیق کو ٹھہرایا اس سے اشارہ ملتا ہے کہ پیغمبروں کی باتیں نو حصے خدا کی باتیں منوانے کے لیے ہوتی ہیں اور اپنی رسالت کی تصدیق ان کی جملہ تعلیمات کا زیادہ سے زیادہ دسواں حصہ ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کا بھی سب سے بڑا کام لتبين للناس ما نزل اليهم (النحل ۴۴) رہا آنحضرت ﷺ نے اپنی ذات اور صداقت پر بہت کم زور دیا زیادہ اللہ کی باتوں کو پھیلانے اور ایک مثالی امت بنانے میں ہی لگے رہے۔ آپ

نے امت میں اخلاق فاضلہ پیدا کرنے کے لیے کیا کچھ کیا اسے امام نووی کی کتاب ریاض الصالحین میں ملاحظہ کیجئے۔ دلوں پر محنت کرنے کی راہیں جو آپ نے کھولیں انھیں امام غزالی کی کتابوں اور حضرت مولانا تھانوی کے مواعظ میں دیکھئے حضور ﷺ نے اپنے آپ کو منوانے اور اپنے صدق رسالت کی نشاندہی میں بہت کم وقت صرف کیا آپ کی زیادہ محنت خدا کی باتیں بتلانے اور آسمانی ہدایت پھیلانے میں ہی رہی آپ کی کل تعلیمات میں زیادہ سے زیادہ ایک فیصد باتیں آپ نے اپنے بارے میں فرمائی ہوں گی۔

اللہ کے رسول کن باتوں کے لیے دنیا میں آتے رہے؟ مرزا غلام احمد بھی غایت رسالت ان باتوں کو تسلیم کرتا ہے وہ لکھتا ہے۔

واضح ہو کہ اسلام کا بڑا بھاری مقصد خدا کی توحید اور جلال زمین پر قائم کرنا اور شرک کا بکلی استیصال کرنا...... اور تمام فرقوں کو ایک کلمہ پر قائم کر کے ان کو ایک قوم بنانا ہے...... جس قدر نبی اور رسول آئے ہیں ان کی نظر صرف اپنی قوم اور اپنے ملک تک محدود تھی اور اگر انھوں نے کچھ اخلاق بھی سکھلائے تھے تو اس اخلاقی تعلیم سے ان کا مقصد اس سے زیادہ نہ تھا کہ اپنی ہی قوم کو ان اخلاق سے بہرہ یاب کریں۔ (پیغام صلح ص ۴۴ رخ جلد ۲۳ ص ۴۶۹)

آج ہم کھول کر بآواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے یہی ہے کہ شرک اور وہم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول ﷺ نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں اور ٹھیک ٹھاک اس راہ پر قدم ماریں اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔

(اشتہار ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء ملخصاً از مجموعہ اشتہارات جلد ۱ ص ۶۷)

اس قسم کی باتیں آپ کو مرزا غلام احمد کی تحریرات میں کم ملیں گی اور اس کے اپنے آپ کو منوانے اور اپنے نشانات دکھلانے میں مضامین زیادہ ملیں گے یہاں تک کہ اس کی بڑی بڑی کتابوں (جیسے حقیقۃ الوحی وغیرہ) میں اس کی پوری محنت اپنے آپ کو منوانے کے گرد ہی گھومتی نظر آئے گی ظاہر ہے کہ یہ پیرایہ دعوت منہاج نبوت کے یکسر خلاف ہے۔

اب اس دائرہ محل میں مرزا غلام احمد کی کتابوں کو دیکھیں مرزا غلام احمد نے زیادہ کتابیں خدا کی باتوں کو پھیلانے پر نہیں لکھیں وہ زیادہ وقت اپنے آپ کو خدا کا فرستادہ بتلانے میں ہی لگاتا رہا قادیانیوں کے ہاں غلام احمد کی بیعت ۱۸۸۹ء سے لدھیانہ سے شروع ہوئی تھی اس کی ۱۸۸۹ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک لکھی ہوئی تحریرات پر ایک سرسری نظر ڈالیں ان میں آپ کو مرزا غلام احمد کی نوے فیصد باتیں اس کی اپنی ذات کے گرد گھومتی ملیں گی خدا کی محبت کا درس اور شریعت محمدی کے پیغام آپ کو ان میں بہت کم ملیں گے۔

غلام احمد کا بقول خویش سب سے بڑا دعویٰ غیبی خبریں دینے کا رہا ہے مرزا غلام احمد کی سب سے بڑی کتاب حقیقت الوحی انہی خبروں سے بھری پڑی ہے اس میں لالہ شرمپت لال اور ملاوامل جیسے گواہوں سے آپ بار بار اپنی نبوت پر شہادتیں لاتے ہیں کہ فلاں وقت مجھے اتنے روپوں کے آنے کی خبر دی گئی اور بعض اوقات معین منی آرڈروں کے آنے سے مجھے مطلع کیا گیا اور دونوں لالے گواہ ہیں کہ مجھے اس طرح غیبی طور پر روپے ملتے رہے اس قسم کے تمام واقعات کو مرزا صاحب اپنی صداقت کے نشان بتلاتے ہیں اور ایسی ہی باتوں سے اس کی جملہ کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ہم ان کتابوں کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ وہ منہاج ہرگز نہیں جس میں پہلے پیغمبر اپنے مخاطبین سے ہم کلام رہے

ہیں مرزا غلام احمد اپنے دعویٰ نبوت میں کبھی اس منہاج پر بولتا نہیں دیکھا گیا جس سے خدا کے پیغمبر خدا کی باتیں خدا کے بندوں تک پہنچاتے ہیں تعجب ان لوگوں پر ہے جو مرزا صاحب کی کتابوں کے اس رنگ کے باوجود انھیں مرسل ربانی اور مامور یزدانی سمجھتے رہے اعاذ نا اللہ منہا۔

قادیانی مبلغین ہمارے اس سوال کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شریعت اور آپ کی تعلیمات چونکہ پہلے سے موجود تھیں اس لیے مرزا صاحب کو خدا کی باتیں پہنچانے میں کوئی وقت نہیں لگانا پڑا ہر بات پہلے سے شرح در شرح کے درجے محفوظ و مزبور تھی اس وجہ سے مرزا صاحب کی تالیفات خدا کو منوانے کے لیے نہیں خود مرزا صاحب کو منوانے کے ہی روحانی خزائن ہیں جو بلاترتیب مرزا صاحب سپرد قلم کرتے رہے یہ ٹھیک ہے کہ تورات میں حضرت موسیٰ کے صدق رسالت کے اتنے مباحث نہیں جتنی خدا کی باتیں ہیں یہ بھی درست ہے کہ انجیل میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے فرستادہ آسمانی ہونے کے اتنے دلائل نہیں جتنی اللہ کے بندوں کو اللہ کے قریب کرنے کی تمثیلات ہیں قرآن کریم کو بھی ھدی للمتقین (اللہ سے ڈرنے والوں کی راہ عمل) کہا گیا ہے اور اس میں حضور ﷺ کی ذات سے بہت کم بحث کی گئی ہے زیادہ مباحث اللہ کے عرفان اور شرائع سماویہ کی پہچان پر نظر آتے ہیں لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کا تمام لٹریچر منہج انبیاء کے بالکل برعکس خود ان کی ذات کے گرد ہی گھومتا ملے گا جس سے ہر مبصر اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ آپ اس صف کے آدمی ہرگز نہ تھے جو آسمانی مامورین کی پہلے بچھتی رہی ہے اور اب تو نبیوں کی بعثت ہی ختم ہو چکی کہ کسی نبی کا انتظار کریں یا کسی کے دعوے نبوت پر غور کریں۔ مرزا صاحب نے حضور ﷺ کے بارے میں صرف ایک بات صحیح کہی تھی مگر افسوس کہ

قادیانی اسے منسوخ درجے میں جگہ دیتے ہیں اور ہمارے اور اپنے اختلافات میں اسے قول فیصل قرار نہیں دیتے۔ وہ بات یہ تھی۔

ہست او خبر الرسل خیرالانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

ان تفصیلات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ نقوش نبوت میں سے کوئی ایک نقش بھی نہیں جس کی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ جھلک بھی غلام احمد میں پائی جاتی ہو۔ معلوم نہیں قادیانی کس مغالطہ میں اس کی پیروی میں مسلمانوں سے علیحدہ ہوئے ہیں۔ ان کی عقل کا جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔

مرزا غلام احمد کی کتابوں پر اس پہلو سے نظر کریں کہ اس کی محنت زیادہ اپنے آپ کو منوانے پر رہی یا مخلوق خدا کو خدا کے قریب کرنے پر، اس لیے آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس کے زیادہ معرکے اپنے آپ کو منوانے پر لگے خدا کو منوانے کی محنت اس کی دینی محنتوں میں بہت کم ملے گی۔

انبیاء کرام اپنے آپ کو منوانے کے لیے بفضل الٰہی جو نشان دکھلاتے ہیں وہ ان تعلیمات سے جو وہ خدا کے نام سے لوگوں کو دیتے ہیں ایک اور ننانوے کی نسبت سے شاید کہیں زیادہ رہے ہوں آنحضرت ﷺ کے معجزات زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار تک ملتے ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات حدیث کی کتابوں میں لاکھوں احکام سے متجاوز ملیں گی۔

مرزا غلام احمد کی نبوت کی محنت آسمانی تعلیمات پھیلانے میں نہیں رہی اپنے آپ کو منوانے میں رہی ہے روحانی خزائن کی تیئس جلدوں میں آپ کو مرزا صاحب کا زیادہ مواد اپنے آپ کو منوانے کا ہی ملے گا مرزا غلام احمد اپنی صداقت میں اتنا کچھ لکھ چکا ہے کہ وہ اس سے ہزار نبیوں کی نبوت ثابت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ میں اسی کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کیے جائیں تو ان کی بھی نبوت ان سے ثابت ہو سکتی ہے...... خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لیے ہزار نشان (میری کتابوں میں) ایک جگہ جمع کر دیے ہیں۔

(چشمہ معرفت ص ۳۱۷ رخ جلد ۲۳ ص ۳۳۲)

اس سے یہ بات بکمال وضاحت سامنے آئی ہے کہ مرزا صاحب کے یہ تیئس روحانی خزائن ان کی اپنی نبوت منوانے کے لیے ہی لکھے گئے تھے اور وہ اس قدر کہ ان سے ہزار نبیوں کی صداقت ثابت ہو سکتی ہے تو کیا اس سارے دعوے کا حاصل یہ نہیں کہ مرزا صاحب نے خدا کی تعلیمات پھیلانے کی بجائے اپنی پوری محنت کا رخ اپنے آپ کو منوانے کی طرف ہی رکھا۔ خدا کی باتوں کو منوانا اور دنیا میں صدق و عدل پھیلانا ان کا نصیب ہی نہ تھا۔ جب دس لاکھ سے زیادہ اس کے اپنے نشانات تھے تو خدا کی باتوں کو جاننے اور پھیلانے کے لیے کیا وہ تورات یا قرآن سے کوئی روحانی فیض پا سکیں گے۔ کبھی نہیں آپ کو یہ تیئس جلدوں کے روحانی خزائن صرف ان کی ذات کے گرد ہی گھومتے ملیں گے۔ مرزا غلام احمد ان تیئس جلدوں میں بیسویں جلد تک اپنے آپ کو منوانے میں ہی سرگرم نظر آتا ہے وہ لکھتا ہے۔

جس شخص کے ہاتھ سے اب تک دس لاکھ سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکے اور ہو رہے ہیں (جو تیئس جلدوں تک چلیں گے) کیا مگر ایک یا دو پیشگویاں اس کی کسی جاہل اور بدفہم ...... کو سمجھ میں نہ آویں تو اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ تمام پیشگویاں صحیح نہیں۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۴۲ رخ ۲۰ ص ۴۳)

ہم مرزا صاحب کے اس استدلال سے اتفاق نہیں کرتے کہ دو تین

پیشگوئیوں کے غلط نکلنے سے کسی مدعی الہام کا جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی تمام پیشگوئیاں ایک ایک غلط ثابت نہ کی جائیں اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں سو یہاں ہم اس بحث میں نہیں پڑتے پرانے خانسامین تو دو تین چاولوں سے ہی معلوم کر لیتے تھے کہ دیگ پک چکی ہے یا نہیں۔ یہاں ہم صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے روحانی خزائن میں زیادہ اسی کی باتیں ہیں ان میں خدا کی تعلیمات جنھیں پھیلانے کے لیے وہ نبیوں کو بھیجتا ہے برائے نام ہیں۔ سو اس بات میں کوئی تردد نہیں کہ مرزا صاحب کی علمی محنت زیادہ اپنے آپ کو منوانے میں ہی رہی خدا کی باتیں منوانا نہ ان کے لیے اس کی بعثت تھی نہ یہ اس کا نصیب تھا۔ انبیاء کی سیرت کی کوئی جھلک ان کے کام اور کلام میں پائی نہیں جاتی۔ اگر ہر نبی نے اپنی صداقت ظاہر کرنے کے لیے اپنے پیغام نبوت میں سو باتیں کی ہوں تو ہزار نبیوں کی نبوت ثابت کرنے کے لیے وہ غیبی نشانات کتنے ہوں گے؟ دس ہزار کے قریب اور مرزا غلام احمد کا یہ اعلان آپ تذکرۃ الشہادتین کے حوالے سے آپ ابھی دیکھ آئے ہیں کہ غلام احمد اپنے لیے دس لاکھ سے زیادہ نشان دکھلانے کا مدعی تھا اب اس کی اس بات کو اگر مان لیا جائے تو ان تیس میں اگر دس لاکھ باتیں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو منوانے کے لیے لکھیں تو خدا کو منوانے کے لیے ہم مرزا صاحب کا اور ذخیرہ کتب کہاں سے لائیں گے؟ ایک شخص نے اپنے گھر دو سیر گوشت بھیجا جب بیوی نے اسے کھانے میں دال پیش کی تو اس نے پوچھا وہ گوشت کہاں گیا وہ کیوں نہیں پکایا گیا اس نے جواب دیا اسے بلی کھا گئی تھی بلی کو تولا گیا وہ وزن میں صرف ایک سیر نکلی اس نے بیوی سے کہا اگر ترازو میں یہ گوشت ہے تو بلی کہاں گئی اور اگر یہ بلی ہے تو گوشت کہاں گیا؟ ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر مرزا

صاحب کے لٹریچر میں دس لاکھ ان کی اپنی صداقت کے نشان ہیں تو ان کے روحانی خزائن کی تئیس جلدوں میں کیا خدا کے بھی کوئی نشان اور احکامات ہو سکتے ہیں؟ کیا یہاں کوئی بلی حقیقت حال سے پردہ نہیں اٹھا سکتی؟

اس دنیوی زندگی میں مال اور اولاد بنی نوع انسان کے لئے دو بڑے فتنے ہیں۔ آپ قرآن کریم کی یہ آیت پہلے پڑھ آئے ہیں: **انما اموالکم و اولادکم فتنۃ۔** (پ۱۰، الانفال ۲۸)

حضور ﷺ نے ان میں سے مالی فتنے کو اور زیادہ اہمیت دی۔ آپ نے فرمایا: **الا ان لکل امۃ فتنۃ وفتنۃ اُمتی فی المال.** حضورؐ کی اُمت میں کتنے لوگ اس فتنے میں ڈوبے۔ اس کی ایک بڑی تاریک داستان ہے۔ تاہم یہ بات پورے قادیانیوں کی ایک بہت بڑی آزمائش رہی کہ کس طرح قادیان کا ایک خاندان اپنے ہم خیال لوگوں میں ایک ہمیشہ کی قیادت پا گیا۔ حکیم نور الدین بھی قادیانیوں میں صرف اتنے دور کے لئے سربراہ بنا جبکہ مرزا صاحب کی اولاد میں کوئی اس عمر میں نہ تھا کہ وہ اس اپنی چھوٹی سلطنت کا بے تاج بادشاہ بن سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُمت کی قیادت میں اپنے عزیزوں کو ذرا فاصلے پر رکھا۔ قریش کے مختلف قبائل تھے حضور ﷺ کے قریب سب سے زیادہ بنو ہاشم اور دوسرے نمبر پر بنو اُمیہ تھے۔ آپؐ نے سفر آخرت سے پہلے حضرت ابوبکر کو اپنی مسجد میں نماز کی امامت کے لئے چنا۔ اپنے چچا حضرت عباسؓ کو یا دوسرے چچا کے بیٹے حضرت علی کو امام نماز نہ بنایا۔ فدک جس کی پیداوار سے آپ اپنے اہل بیت کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ اسے آپ نے بیت المال میں رکھا، ذاتی ملکیت قرار نہ دیا۔ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ

انچ جگہ پر بھی حکومت نہ مل سکی افسوس کہ اس کے پیرو اب تک یہ سوچ نہیں پائے کہ ہم کس منہ سے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ یہ شخص حضور ﷺ کی اطاعت میں گم ہو کر مقام نبوت پا گیا تھا۔

سکھ آ جو پہنچے قادیان
تو وہاں سے بھی ہم نکل گئے
جو پناہ ملی چک ڈھگیاں
تو وہاں بھی ہم نہ سما سکے
نہ کہیں جہاں میں اماں ملی
جو اماں ملی تو کہاں ملی
وہی اپنے آبا کے شہر میں
کہ یہاں بھی ہم کچھ نہ پا سکے

حضور ﷺ کی کامیاب رسالت کو ماننے والا کوئی انصاف پسند مورخ غلام احمد کو کسی تاویل سے بھی حضور ﷺ کا ظل اور بروز نہ کہہ سکے گا۔

ہمارے قارئین کرام اس پہلو سے بھی قادیانی دعوے کا رد کریں کہ مرزا غلام احمد کو نبوت حضور ﷺ کی اطاعت کاملہ سے ملی ہے اور وہ حضور کے نقش قدم کی پیروی میں خود حضور ﷺ میں فنا ہو چکا تھا اور وہ حضور ﷺ کا ہی بروز تھا سیرت نبوت کے ان نقوش خمسہ پر غور کریں کیا سیرت نبوت کی کچھ جھلک بھی اس میں کبھی دیکھی گئی۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

نے نہ اپنی بیٹی کو خاوند کی وراثت سے کچھ دیا نہ حضور ﷺ کی بیٹی کو باپ کی وراثت سے کچھ دیا۔ البتہ فدک کی آمدنی بدستور مدت تک اہل بیت کو پہنچتی رہی۔ حضور ﷺ فرما گئے کہ انبیاء کی مالی وراثت نہیں چلتی۔ جو وہ چھوڑ جائیں سب اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔

اور دنیا گواہ ہے کہ حضورؐ کے بعد آپ کی خلافت حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی قیادت میں بہت کامیاب چلی۔ پوری دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ تصور عام رہا کہ آپ کی سیرت طیبہ میں اپنے خاندان یا کنبہ کو آگے لانے کا کوئی داعیہ اور تصور تک نہ تھا۔

اس کے خلاف آپ ذرا قادیان کے اس خاندان پر بھی نظر کریں کہ قوم کے پیسے سے وہ کس طرح قادیانیوں کے بے تاج بادشاہ بنے ہوئے ہیں۔

☆......قادیانی شہزادے کس طرح ہمیشہ کی قیادت پا گئے

حکیم نور الدین کو جماعت کا پہلا سربراہ صرف اس لئے چنا گیا کہ اس وقت مرزا بشیر الدین محمود اپنی پختہ عمر کو نہ پہنچے تھے لیکن جونہی اس سلسلے کی قیادت ان کے پاس آئی خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری کو لاہور بھیج دیا گیا اور مرزا محمود سے مرزا ناصر یا مرزا طاہر یا مرزا مسرور ہی سلسلے کے سربراہ چلے آرہے ہیں اس خاندان سے باہر کا کوئی قادیانی کتنا ہی تعلیم یافتہ اور ذہین کیوں نہ ہو وہ ان کا سربراہ نہیں چنا جاسکتا مرزا بشیر الدین محمود کو جو خطرہ چوہدری ظفر اللہ خان سے تھا اس کے لئے چوہدری صاحب نے جو بیان دیا تھا وہ اس بات کو سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ مرزا صاحب اور ان کی اولاد میں سیرت نبوت کا یہ چوتھا نقش کسی کو نظر نہیں آتا ان کے سالانہ جلسے میں جو کروفر اور شاہزادگی صاحبزادگان کو حاصل ہوتی ہے اسے دیکھ کر قادیانی نوجوان اور ان کے کالجوں

فرشتوں پر کوئی دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی

نہ انبیاء کبھی دماغی محنت سے چلے ہیں

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی اما بعد

ملائکہ کی خلقت کچھ اس طرح ہوئی ہے کہ ان سے کسی حکم خداوندی کا خلاف ہو ہی نہ پائے ان میں مادہ معصیت بالکل نہ رکھا گیا **لا یعصون الله ماامرهم ویفعلون مایؤمرون (پ ۲۸ التحریم ٦)**

جنات میں بے شک مادہ معصیت ہوتا ہے اسلئے وہ انسانوں کے ساتھ طاعت خداوندی کے مکلف ٹھہرے انسان میں بھی مادہ معصیت رکھا گیا گو وہ کبھی ظہور میں نہ آئے جن اور انسان یکساں عبادت کے مکلف رکھے گئے ہیں

ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون (پ ۲۷ الذریات ٥٦)

فرشتوں میں ادراک وشعور بے شک ہے مگر انسانوں کی طرح ان میں کسب واختیار نہیں وہ کسی حکم خداوندی کا اپنے اختیار سے انکار نہیں کر سکتے **لایعصون الله ماامرهم**

انسان میں ادراک وشعور اور کسب واختیار کی پوری قوتیں رکھی گئیں دوسرے حیوانات میں جزوی احساس وارادہ تو ہے لیکن اپنے احساس میں وہ کوئی منزل قائم نہیں کر سکتے انسان جس امانت کا حامل قرار پایا گو پہلے سے اسے اس مشقت کا علم نہ تھا وہ اس میں اس طرح فرشتوں سے آگے رہا کہ ان میں تو مادہ معصیت ہی نہ تھا لیکن انسان اگر اپنے مادہ معصیت کے باوجود اپنے ادراک

اور یونیورسٹیوں کے طلبہ اس کے سوا اور کیا سوچتے ہوں گے۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

ہمیں بتایا گیا ہے کہ جس طرح مولوی محمد علی لاہوری اور خواجہ کمال الدین مرزا صاحب کے لنگر کے اخراجات سے کبیدہ خاطر تھے آج بھی بہت سے قادیانی نوجوان ان شاہزادوں کی اس ریل پیل سے اندر ہی اندر کچھ احساس کہتری کا شکار ہیں اللہ تعالیٰ انھیں جلد مسلمانوں میں واپس آنے کا موقع دے۔ وما ذلک علی اللہ العزیز.

اب آیئے آگے چلیں اور دیکھیں کہ سیرت نبوت کا پانچواں نقش بھی کیا غلام احمد کی زندگی میں کسی کو دکھائی دیا یا نہ؟

وشعور اور کسب وارادہ کو طاعت الٰہی میں استعمال کرے تو فرشتوں سے بڑھ جائے بایں طور افاضل انسان افاضل ملائکہ سے افضل ٹھہرے

پیغمبر نوع انسانی میں اعلیٰ ترین درجے پر ہوتے ہیں مادہ معصیت نہ رکھنے میں وہ ملائکہ کی طرح ہیں فرشتے طاعت الٰہی میں ان سے بہت قریب ہیں عام انسان جس طرح اپنے ہر دائرہ زندگی میں اپنے کسب واختیار سے قدم قدم پر تھپیڑے کھاتا ہے خدا کا فضل وعنایت پیغمبروں کو اس سے بچائے رکھتا ہے یہ صحیح ہے کہ وہ نفس انسانیت میں سب انسانوں کے ساتھ ہیں لیکن اپنی صفات کاملہ میں وہ اس فضیلت پر جا پہنچتے ہیں کہ فرشتوں سے آگے نکل جاتے ہیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۰۳۴ھ) لکھتے ہیں

انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات باعامہ در نفس انسانیت برابر اند ودر حقیقت وذات ہمہ متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است (مکتوبات دفتر اول نمبر ۲۶ ص ۳۲۹)

(ترجمہ) انبیاء کرام علیہم السلام عام انسانوں کے ساتھ نفس انسانیت میں برابر ہیں حقیقت بشری اور ذات انسانی میں سب کے ساتھ متحد ہیں ان حضرات کی فضیلت ان کی صفات کاملہ کے باعث ہے۔

جس طرح فرشتوں پر دماغی محنت نہیں ڈالی گئی پیغمبروں کو بھی اپنی بات سوچ بچار کے ترازو میں تولنی نہیں پڑتی اراءت ربانی اور وحی یزدانی ہر آن ان کی دستگیری فرماتی ہے وہ کشتی بھی بنائیں تو آسمانی رہنمائی ان کے شامل حال ہوتی ہے۔

واصنع الفلک باعیننا ووحینا (پ ۱۲ سورہ ھود)

(ترجمہ) اور تو بنا کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے۔

سیرت النبی الامی کا نقش پنجم

سیرت انبیاء کے نقوش اربعہ آپ مطالعہ فرما چکے اب یہ بھی جان لیجئے کہ انبیاء کے مختلف درجات ہیں۔ **تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض** (البقرہ ۲۵۳) اب ظاہر ہے کہ اتحاد نوعی کے باوجود ان میں جو سید ولد آدم اور امام انبیاء ہوگا وہ کبھی ان کی امامت بھی کرے گا۔ وہ کون ہے؟ وہ مکہ میں پیدا ہونے والا نبی امی ہے جس کی نبوت کی وسعت مکاناً پورے کرہ ارض کو اور زماناً عہد قیامت تک کو ممتد اور وسیع رکھی گئی ہے۔

اب جو شخص دعوی کرے کہ میں اس نبی امی کا بروز ہوں اور سچائی کا جو سورج مکہ میں طلوع ہوا تھا میں اسی کا بدر تمام ہوں تو بطور قضیہ فرضیہ کے سوچیں کیا اس کی سیرت کی جھلک اس میں نمایاں نہ ہونی چاہیے؟ ضرور اور بالضرور۔

اب حضرت خاتم النبیین ﷺ کی سیرت کا یہ اہم پہلو تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

آنحضرت ﷺ نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دین اسلام کو تکمیل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کر دیا گیا برسوں پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی۔

لاتحرک لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ و قرانہ(پ ۲۹ القیامہ ۱۷)

(ترجمہ) آپ اس کے پڑھنے میں اپنی زبان کو حرکت نہ دیں کہ جلدی

اور پھر اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا بھی حکم الٰہی سے ہوتا تھا

وقال ارکبوا بسم اللہ مجرھا ومرسھا ان ربی لغفور رحیم

(پ ۱۲ ھود)

حضرت نوح علیہ السلام پر وہ دماغی ٹنس نہ ڈالی گئی جو فنی اعتبار سے ایک نقشہ نویس پر ڈالی جاتی ہے وہ حکم الٰہی اور ارائت ربانی سے یہ کام کرتے رہے اور کسی میں ہمت نہ تھی کہ اس میں کوئی نقص دکھا سکے یہ صحیح ہے کہ کشتی بنانے میں ان کا ہاتھ عمل کرتا تھا اس دوران ان پر دماغی محنت کی کوئی ذمہ داری نہ ڈالی گئی تھی پیغمبر فرشتوں کی طرح دماغی محنت کا بوجھ نہیں اٹھاتے

حضور اکرم ﷺ جب حدیبیہ میں اہل مکہ سے شرائط صلح طے کر رہے تھے تو حضرت عمرؓ شرائط صلح اپنی دماغی محنت وکاوش میں تول رہے تھے ان کی رائے کچھ اور تھی لیکن حضور ﷺ نے انہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ عمر میں خدا کا نبی ہوں اس سے یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ پیغمبر دماغی مشقت میں نہیں گھرتے ارائت ربانی ان کی رہنمائی کرتی ہے حضور ﷺ جب کبھی اس غم میں گھرے کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے تو اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو فوراً اس دماغی مشقت سے نکال دیتے تھے۔

لعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا (۱۵ الکھف ۶)

(ترجمہ) سو کیا آپ اپنی جان کو گھونٹ ڈالیں گے ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائیں اس بات پر پچھتا پچھتا کر

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

پس اگر یہ کافر قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ ان کے غم میں اپنے

اس کو لے لیں ہمارے ذمہ ہے اس کو جمع رکھنا (آپ کے سینہ میں) اور اس کا پڑھا جانا (آپ کی زبان سے)

اس جمع کی تکمیل پہلی خلافت میں ہوئی اور پورا قرآن یکجا دوسری خلافت میں ایک جگہ پڑھا گیا تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں میں پوری پوری کامیابی کا یقین دلایا گیا تھا فرمایا آپ اسکے لیے میں جلدی نہ کریں اسے کامل جمع پر پہنچانا میرا کام ہے

اب اگر جمع قرآن سے پہلے آپ کی وفات ہو جاتی تو یہ صدق نبوت کے خلاف ہوتا اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے کیے گئے وعدوں کا خلاف نہیں کرتا سو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ بدوں تکمیل تنزیل اور بدوں تکمیل نفوس آپ کو سفر آخرت پیش آ جائے جمع قرآن کے ساتھ دوسری بات اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمہ یہ لگائی تھی کہ کچھ ایسے نفوس تیار کریں جن کے دل پاک ہو چکے ہوں سو اگر حضور ﷺ تکمیل نفوس کی اس ذمہ داری میں کامیاب نہ ہوئے ہوتے تو اس سے پہلے کبھی آپ کو سفر آخرت پیش نہ آتا اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد آخر میں جو صحابہ کو اس طرح کہا کہ آج میں نے تمہارا دین مکمل کیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی تو اس کا حاصل یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ تکمیل تنزیل اور اپنی تکمیل نفوس کی ذمہ داری پوری کر چکے ہیں یہ دین اسلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور دین اس امت کے لیے پسند کیا ہے۔

پیغمبر اپنی بعثت کا مقصد پورا کیے بغیر کبھی دنیا سے رخصت نہیں ہوتا تکمیل دین اتمام قرآن اور عمل سنت سے ہوئی اور اسے آگے لے چلنے کے لیے آپ نے تکمیل نفوس کی محنت کی اور اللہ نے آپ کو اس میں کامیاب فرمایا۔ ایسے ساتھی دیے جو آپ کے لائے دین کو آگے پوری کامیابی سے لے کر چلے۔

آپ کو بالکل گھلایئے نہیں آپ تبلیغ ودعوت کا فرض ادا کر چکے اور کررہے ہیں کوئی مانے نہ مانے تو آپ کو اس قدر دل میں گھٹنے اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں نہ پچھتانا مناسب ہے کہ ہم نے ایسی کوشش کیوں کی جو کامیاب نہ ہوسکی ...... ان بدبختوں کے غم میں اپنے آپ کو اس قدر گھلانے کی ضرورت نہیں کیا ان کے پیچھے آپ اپنی جان کو ہلاک کر کے رہیں گے ۔دل سوزی اور شفقت کی بھی آخرایک حد ہے (فوائد القرآن ص ۴۸۹)

دل ودماغ کے اپنے اپنے وسیع پیرائے ہیں نبوت کبھی دماغ میں ترتیب نہیں پاتی یہ دل میں اترتی ہے روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر حضور ﷺ کے قلب مبارک پر اترتے تھے

انہ لتنزیل رب العالمین نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین (پ ۱۹ الشعراء ۱۹۴)

(ترجمہ) یہ قرآن ہے اتارا ہوا پروردگار عالم کا۔ لے کر اترا ہے اسے فرشتہ روح الامین تیرے دل پر تا کہ تو ہو ڈر سنا دینے والا۔

سو یہ ایک حقیقت ہے کہ جھوٹی نبوت دماغ پر اترتی ہے متنبی کا دماغ ہی جھوٹی نبوت کا تانا بانا بنتا ہے نبوت مجاز کے مختلف دائروں میں گردش کرتی ہے سچے نبی کی نبوت اس قلب سلیم پر اترتی ہے کہ اسے کبھی نبوت کی مختلف قسموں کے بیان کی ضرورت نہیں پڑتی سچے پیغمبروں کی باتوں میں کوئی داؤ پیچ نہیں ہوتا سچی نبوت ایک کھلی کتاب کی طرح ہوتی ہے

قرآن کریم میں کسی پیغمبر کی مدح میں اس کی دماغی محنت ذکر نہیں کی گئی نہ کسی حدیث صحیح میں کسی پیغمبر کو منطق کی مختلف جہات اور صغری کبری ملا کر بات کرتے پیش کیا گیا ہے نبی اپنے علو مرتبہ میں پیچ دار باتوں میں نہیں گھرتے نہ وہ دوسروں کو اپنی پیچ دار باتوں میں گھیرنے کی کبھی کوشش کرتے ہیں۔

حضور اگر تکمیل قرآن تکمیل عمل اور تکمیل نفوس کے بغیر دنیا سے رخصت ہوتے تو دنیا صدق نبوت سے کبھی روشن نہ ہوتی پھر حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں لوگوں کو فوج درفوج اسلام میں داخل ہوتے دیکھا اپنے ہاتھوں سے خانہ کعبہ کو شرک سے پاک و صاف کیا جس مکہ سے آپ کو نکالا گیا تھا آپ اس میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے مقاصد بعثت میں کامیابی کی اس طرح خبر دی کہ اس دین کا چارج صحابہ کے سپرد کر دیا۔ اس میں یہ خبر بھی لپیٹ دی کہ وہ بیشک اس چارج لینے کے اہل ہو چکے تھے۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا. (پ ۶ المائدہ ۳)

اب جو شخص اپنے آپ کو حضور ﷺ کا بروز بتلائے اور دعویٰ کرے کہ وہ حضور کی اطاعت کاملہ سے نبوت سے رنگین کیا گیا ہے تو دنیا کیا اس کے اپنے بیان کردہ مقصد بعثت پر تاریخی نظر نہ کرے گی؟ کہ کیا واقعی اس میں حضور ﷺ کی سیرت کی یہ جھلک موجود ہے اس کے عہد آخر میں اس سے کیے گئے وعدے کھلے طور پر روشن ہوئے یا نہ؟ مثلاً مرزا غلام احمد نے کہا کہ اس کی بعثت اس لیے ہوئی کہ کسر صلیب ہو جائے (گرجاؤں میں صلیب پرستی نہ رہے) خنزیر قتل ہو جائیں (مارکیٹوں میں اس کا آنا اور بکنا اور ہوٹلوں میں اس کا کھایا جانا کہیں نہ رہے) اور ایسا واقع نہ ہو تو کوئی بے وقوف یہ کہنے کی جرأت نہ کرے گا کہ اس کی بعثت کا مقصد پورا ہو گیا۔ کیا اب دنیا میں کہیں صلیب پرستی نہیں؟ کیا یہود و نصاریٰ دونوں قومیں مسلمانوں میں آ ملی ہیں؟ اور دنیا میں کوئی ملت اسلام کے سوا نہیں ہے؟ عدل و امان کے اس دور میں شیر اور بکری کیا واقعی ایک گھاٹ پانی پی رہے ہیں۔ قادیان دارالامان ہو چکا کہ اب یہاں سے کبھی امن نہ اٹھے۔

☆......مرزا غلام احمد قادیانی کی دماغی محنت کی شہادت

مرزا غلام احمد نے جب دعویٰ نبوت کیا تو کیا اس نے اس پر کبھی دماغی محنت کی یا نہیں اس کے لیے اس کے اپنے گھر کی ہی ایک شہادت ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر محمد حسین شاہ قادیانی لکھتا ہے۔

برادران جیسا کہ آپ سب صاحبان کو معلوم ہے کہ حضرت امامنا ومولانا حضرت مسیح موعود ومہدی معہود کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے تو بڑھ جاتی تھی حضور کو یہ بیماری بسبب کھانا نہ ہضم ہونے کی تھی اور چونکہ دل سخت کمزور تھا اور نبض ساقط ہوجایا کرتی تھی ...... مجھے اور حضرت خلیفہ نور الدین کو طلب فرمایا مقوی ادویہ دی گئیں اور اس خیال سے کہ دماغی کام کی وجہ سے یہ مرض شروع ہوا ہے نیند آنے سے آرام ہوجائے گا ہم واپس اپنی اپنی جگہ چلے گئے مگر تقریبا دو اور تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آ گیا ...... مرزا یعقوب بیگ صاحب کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ مجھے سخت اسہال کا دورہ ہوگیا ہے ...... یہاں تک کہ سوا دس بجے صبح ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء حضرت اقدس کی روح اپنے محبوب حقیقی سے جا ملی (ضمیمہ اخبار الحکم قادیان ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء)

مرزا صاحب کو تصنیف کا کام بڑی محنت سے کرنا پڑتا تھا اور اس میں ان کو دماغی محنت کرنی ہوتی تھی خصوصا جبکہ انہیں اپنے پہلے نظریات کچھ بدلنا ہوتے تھے سیدھی تصنیف وتالیف بہت ذہنی سوچ وبچار مانگتی ہے چہ جائے کہ وہ تالیفات جن میں پہلے چودہ سو سال کے علمی سرمایہ سے ٹکر لینی بھی ساتھ ساتھ پیش نظر ہو۔

مرزا غلام احمد کی ایک اپنی شہادت بھی لیجئے۔

مجھے دماغی کمزوری اور دوران سر کی وجہ سے بہت سی ناطاقتی ہوگئی تھی

مرزا غلام احمد کا مرید مولوی غلام رسول آف راجیکی تو جھوم جھوم کر پڑھا کرتا تھا۔

ہے قادیاں یہ نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالاماں رہے گا

اپنی زندگی کے آخری عہد میں اپنے سے کیے گئے خدائی وعدوں کا اس طرح جھوٹا نکلنا کبھی کاذبین کو میسر نہیں آتا۔ مرزا غلام احمد بھی ۱۸۹۵ء میں اسی اعتقاد پر تھا مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دین اسلام کو تنزیل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کیا گیا اور یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونے کی ہے۔ یہ کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی صادق نبی نے بھی اس اعلیٰ شان کے کمال کا نمونہ نہیں دکھایا کہ ایک طرف کتاب اللہ بھی آرام اور امن کے ساتھ پوری ہو جائے اور دوسری طرف تکمیل نفوس بھی ہو اور ...... کفر کو ہر ایک پہلو سے شکست اور اسلام کو ہر پہلو سے فتح ہو۔ (نور القرآن حصہ اوّل ص۲۴ رخ جلد ۹ ص۳۵۴)

اسلام کس طرح تکمیل نفوس سے مکمل ہوا

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہ کو مخاطب کیا کہ میں نے تمھارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کی اور آیت کو اس طور سے نہ فرمایا کہ اے نبی آج میں نے قرآن کو کامل کر دیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ تا ظاہر ہو کہ صرف قرآن کی تکمیل نہیں ہوئی ان کی بھی تکمیل ہو گئی جن کو قرآن پہنچایا گیا اور رسالت کی علت غائی کمال تک پہنچ گئی۔

سو تکمیل دین اور تکمیل نفوس ساتھ ساتھ چلے ہیں۔ سو دین اسلام ان نفوس کاملہ کے آئینہ میں ہی دیکھا جائے گا سو یہ وہ جلی روشنی ہے جو

یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ اب میری حالت بالکل تالیف وتصنیف کے لائق نہیں رہی ...... چند روز ہی میں مجھے محسوس ہوا میری گم شدہ قوتیں پھر واپس آتی جاتی ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد مجھ میں اس قدر طاقت ہوگئی کہ میں ہر روز دو دو جزو نو تالیف کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھ سکتا ہوں اور نہ صرف لکھنا بلکہ سوچنا اور فکر کرنا جو نئی تالیف کے لئے ضروری ہے پورے طور پر میسر آ گیا (حقیقت الوحی ص ۳۰۷) رخ ۲۲...... ۳۲۰

سوچ و فکر کا بوجھ جس طرح فرشتوں پر نہیں ڈالا جاتا انبیا...... خدا کے چلانے سے چلتے ہیں اور ہر بات میں اسی کے حکم کے تابع رہتے ہیں۔ دماغی محنت ان پر مسلط نہیں کی جاتی۔

مرزا صاحب کا یہ بیان بتا رہا ہے کہ وہ ہرگز کوئی آسمانی شخصیت اور مامور من اللہ فرد نہ تھے وہ اپنے کاروبار کا تانا بانا اپنی سوچ و فکر سے بنتے تھے اور اس کے لیے انھیں سادہ بادام روغن اور بلا جھلی کستوری کی بہت ضرورت رہتی تھی۔

یہاں مرزا صاحب نے اپنی جوانی کے لوٹنے کا سلسلہ اپنے ایک الہام سے جوڑا ہے۔ اگر اسے یقین کر لیا جائے تو پھر سوال اٹھتا ہے کہ پھر انھیں قوت باہ کی معجونوں کا اتنا علم کیوں تھا کہ وہ حکیم نورالدین جسے فاضل طب کو بھی ایسے بہت سے مشورے دیتے تھے سو جوانی کا یہ پھر سے لوٹ آنا ہرگز کوئی آسمانی کاروائی نہ تھی قوت باہ کا ہی کوئی نادر نسخہ ہوگا پھر جب مرزا صاحب جوانی کے پھر سے آنے کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ وہ ساتھ ہی اس کے جانے کا ذکر کیوں کر رہے ہیں ان کے ان الفاظ پر غور کریں۔

مجھے محسوس ہوا کہ...... گم شدہ قوتیں پھر واپس آتی جاتی ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص ۳۰۷)

آنحضرت ﷺ کے آخر عہد میں بڑی تیزی سے چمکی سو جو شخص حضور ﷺ کے بروز ہونے کا دعویٰ کرے ضروری ہے کہ اس کے کیے گئے وعدے اس کی زندگی میں ہی (گو وہ زندگی اس کے آخری عہد میں ہو) جلی طور پر پورے ہوں اور دنیا کی دوسری قوموں کے لیے اس کی سچائی کے اور اس کے دین کے کھلے نشان ہوں یہ بات ہم ایک کلیہ فرضیہ کے طور پر کہہ رہے ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ ایک بے مثل ذات ہیں آپ کا بروز کہیں کوئی نہیں ہو سکتا خصوصاً وہ جو محمدی بیگم کے برابر بھی نہ اتر سکے وہ اس بے مثل ذات کا بروز کیسے بن سکتا ہے حبشی کے چہرے پر کافور ملنے سے کبھی کہیں خوشبو کی لہریں نہ اٹھ پائیں گی۔ اس پر ہم سیرت نبوت کے نقوش عالیہ کی بحث ختم کرتے ہیں ان تفصیلات سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ مرزا غلام احمد کو حضور اکرم ﷺ کی اتباع ہرگز میسر نہ آسکی تھی۔

مرزا غلام احمد خود لکھتا ہے۔ یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونے کی ہے جو کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی ہے۔ (رخ جلد ۹ ص ۳۵۴)

ان تفصیلات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت کاملہ کا یہ نقش کامل جس طرح حضور ﷺ پر دنیا نے پورا ہوتے دیکھا اس کی کوئی جھلک بھی اس شخص میں نہ دیکھی گئی جو دنیا میں آپ کی اطاعت کاملہ سے ان کے بروز ہونے کا مدعی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کے بعد آپ کی خلافت چلے گی اور آپ کو اس زمین پر قبضہ ملے گا اور آپ کے دین کو اس پر جماؤ حاصل ہوگا اور دنیا گواہ ہے کہ کس طرح آپ کے بعد خلافت چلی بغاوت نہ ہوئی اور آپ کی امت کو دین میں جماؤ اور زمین پر قبضہ ملا۔

اور آپ کے بروز ہونے کے مدعی کو پورے کرہ ارض میں کہیں ایک

ہاں ایک دفعہ خود بھی انھوں نے اس کا ذکر کیا کہ بعض اوقات نعوض بالکل جاتا رہتا ہے۔ (دیکھئے مکتوبات احمدیہ جلد پنجم ص ۲ ص ۱۴)

اس عبارت میں گم شدہ قوتوں کا پھر سے آنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن پھر سے چلا جانا سمجھ میں نہیں آتا شاید اس طرف اشارہ ہو کہ نعوض چلا جاتا ہے۔

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ وہ گم شدہ قوت بزور نبوت واپس آتی تھی یا روغن بادام کے سر پر ملنے سے۔ یا قوت باہ کی دوسری ادویات سے۔ تاہم مرزا کے ایک خط سے جو آپ نے حکیم محمد حسین صاحب قریشی دواخانہ رفیق الصحت لاہور کو لکھا اور حکیم صاحب نے اسے اپنی تالیف خطوط امام بنام غلام کے ص ۵ پر شائع کیا اس میں ہے۔

ایسا روغن بادام کہ جو تازہ ہو کہنہ نہ ہو نیز اس کے ساتھ کوئی ملوتی نہ ہو ایک بوتل خرید کر بھیج دیں

پھر مکتوبات مرزا میں یہ عبارت بھی ملتی ہے۔

بادام روغن میری بیماری کے لئے خریدا جائے نیا تازہ ہو عمدہ ہو یہ آپ کا خاص ذمہ ہے (ص ۷)

ایک تولہ مشک خالص جس میں ریشہ جھلی اور صوف نہ ہو اور تازہ خوشبودار ہو بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل ارسال فرمائیں کیونکہ پہلی مشک ختم ہو چکی ہے اور باعث دورہ مرض ضرورت رہتی ہے (خطوط امام ص ۶)

☆...... ٹانک وائن کی بھی کبھی ضرورت پڑتی تھی

مرزا صاحب نے پلومر مال روڈ لاہور سے ٹانک وائن منگوائی حکیم محمد حسین قریشی کو لکھا کہ:

ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن

چاہئیے اس کا لحاظ رہے باقی خیریت ہے (خطوط امام ص ۵)

ہمیں اس وقت مرزا صاحب کے اخلاقی کردار سے بحث نہیں ہے کہ وہ یہ شراب کیوں پیتے تھے مرزا صاحب کا یہ خط جس میں آپ نے شراب کی بوتل طلب کی تھی ایک دفعہ سیشن جج جے ڈی کھوسلہ کی عدالت میں پیش ہوا تھا اور اس عدالت میں مرزا بشیر الدین محمود بھی بطور گواہ پیش ہوئے تھے مرزا محمود نے اپنے حلفیہ بیان میں اقرار کیا تھا کہ اس خط پر واقعی میرے باپ مرزا غلام احمد کے ہی دستخط ہیں (دیکھئے الفضل)

صورت حال کچھ بھی ہو اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ مرزا صاحب کو سخت دماغی محنت کرنا پڑتی تھی اور تصنیف وتالیف کی دماغی محنت نے انہیں بہت کچھ دبا رکھا تھا ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ وہ اپنی اس کمزوری پر بزور نبوت نہیں بزور بادام روغن مشک عنبر اور ٹانک وائن قابو پاتے تھے۔

اللہ تعالی جس طرح فرشتوں پر دماغی محنت نہیں ڈالتا انبیاء علیہم السلام پر بھی دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی نہ وہ دنیا کے فنکار اور چالاک ہوتے ہیں جو اپنی دماغی محنت کے ذریعہ اپنی دنیا چمکاتے ہیں جملہ آسمانی مناصب کے جھوٹے مدعی اپنے غلط دعاوی کا تانا بانا اپنے دماغ سے ہی بنتے ہیں اور اسی راہ سے وہ اپنے مخالفین کو گھیرتے ہیں جھوٹی نبوت ہمیشہ دماغ پر اترتی ہے اور سچی نبوت کے چراغ دلوں میں جلتے ہیں مرزا صاحب کو ایسے خطوط لکھتے کبھی حجاب محسوس نہ ہوتا تھا

آشنا ہو یا کوئی ناآشنا
ہم کو مطلب اپنے سوز وساز سے

آج کل کی مصروفیات کا حال یہ ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کرکے بڑی بڑی رات تک بیٹھ کر اس کام کو کرتا رہتا ہوں حالانکہ زیادہ جاگنے

سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور سر کا درد زیادہ ہو جاتا ہے۔
(منظور الہی ص ۳۴۸ منقول از اخبار الحکم)

مراق کی بیماری ترقی کر رہی ہے اس میں یہ اقرار ہے کہ آپ کو پہلے سے مراق کی بیماری تھی اب صرف اس میں ترقی ہو رہی ہے یاد رہے کہ مراق مالیخولیا ہی کی ایک قسم ہے۔

☆......مرزا صاحب کی دماغی محنت پر مفتی محمد صادق کی شہادت

جس دن بٹالہ میں پیشی تھی اس سے قبل رات عشاء کی نماز کے بعد حضور جواب دعوی لکھنے بیٹھے اور مجھے حکم فرمایا کہ میں حضور کے مسودہ کو خوش خط لکھتا جاؤں...... اس حالت میں ساری رات گزر گئی اور صبح کی اذان ہوگئی اس وقت اچانک حضرت کو دماغ کی تکلیف محسوس ہوئی جس سے لیٹ گئے اور بے ہوش ہو گئے (منظر وصال تالیف مفتی محمد صادق اخبار الحکم ۲۱ نومبر ۱۹۲۴ء)

یہ کیا تھا؟ مرزا غلام احمد کی ساری رات کس میں گذری؟ دماغی محنت میں۔ کیا آپ نے خدا کے کسی نبی کے بارے میں بھی سنا کہ وہ ساری رات اپنا دماغ اس لئے کھپاتے تھے کہ انہیں صبح مقدمہ کی پیشی کے لئے جانا ہے۔ مرزا غلام احمد کے دعوی پر اس کی اپنی دماغی محنت چغلی کھا رہی ہے۔

نبی اپنے دعوی میں کبھی کوئی مشکل محسوس نہیں کرتے اور نہ سچی بات دماغ پر اترتی ہے کہ وہ اس کے لئے کوئی تدبیر اختیار کریں مگر مرزا صاحب اپنے آسمانی دعووں میں کسی کو آسان اور کسی کو مشکل سمجھتے تھے آپ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت ایک وحی الہی اور ایک مسیح موعود ہونے کا دعوی تھا اسی کی نسبت میری گھبراہٹ ظاہر کرنے کے لئے یہ الہام ہوا تھا فاجاء ھا المخاض الی جذع النخلة (پ ۱۶ مریم ۲۲)......
(نصرۃ الحق ص ۵۴ رخ ۲۱ ص ۶۸)

☆...... علماء دین کو داؤ پیچ میں لانے کی دماغی محنت

مرزا غلام احمد نے ایک جگہ لکھا ہے۔

اور سوچنے سے ظاہر ہوگا کہ میرے مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی ہے اور انہی میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو مسیح موعود کے حق میں آیتیں تھیں وہ میرے حق میں بیان کردیں (اربعین ج ۲ ص ۲۲)

معلوم ہوا کہ وہ آیتیں پہلے کسی اور کے حق میں تھیں لیکن اب خدا نے وہ مرزا غلام احمد کے حق میں کردیں وہ کیسا خدا ہے جو کسی کا حق کسی دوسرے کو دے دیتا ہے نبیوں کی باتیں تو ایسی پر پیچ نہیں ہوتیں نہ وہ کوئی پیچیدہ زبان بولتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے سند ٹھہرے مرزا صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں

اگر علماء کو خبر ہوتی کہ ان الہامات سے تو اس شخص کا مسیح ہونا ثابت ہوتا ہے تو وہ کبھی ان کو قبول نہ کرتے یہ خدا کی قدرت ہے کہ انہوں نے قبول کرلیا اور اس پیچ میں پھنس گئے (اربعین ح ۲ ص ۲۲ رخ ۱۷ ۳۶۹)

یہ پیچ کس نے ڈالا اور وقت بدلنے پر اسے کس نے کھولا مرزا صاحب نے ہی...... وہ خود بھی اس کو داؤ پیچ تسلیم کرتے ہیں مقام غور ہے کہ دوسروں کو اپنے پیچ میں پھانسنا کن لوگوں کا کام ہوتا ہے؟ بہرحال یہ بات ایک حقیقت ہے کہ مرزا صاحب ایک نہایت ہی ہوشیار اور چالاک قسم کے آدمی تھے

البتہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ میرے مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی اس میں مرزا صاحب نے خود تسلیم کرلیا کہ اس سے پہلے مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کا بیان قرآن وحدیث میں کہیں بھی نہیں ہے اس کی بنیاد مرزا صاحب کے اپنے الہامات سے اٹھی ہے اور وہ تمام آیتیں اور حدیثیں جنہیں قادیانی مبلغین مرزا صاحب کے حق میں بیان کرتے رہتے ہیں

وہ ان کے حق میں نہیں تھیں اور ان سے مراد وہی حضرت عیسی بن مریم لئے جارہے تھے جنہیں امت اب تک ان الفاظ کا مصداق سمجھتی آ رہی ہے مرزا صاحب بھی پہلے ان آیات سے وہی کچھ سمجھتے رہے جو مسلمان سمجھتے آئے ہیں مگر اچانک انہیں خدا نے بتادیا کہ وہ آیات جو پہلے کسی دوسرے کے حق میں تھیں اب وہ ہم نے چھین کر تمہارے حق میں کردی ہیں بتائیے کیا یہ وحی الٰہی کا نشان ہے یا مرزا صاحب کی دماغی محنت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے مرزا صاحب کی دن رات کی یہ دماغی محنت اور عیارانہ سوچ وفکر بتاتی ہے کہ مرزا صاحب جس بات کو وحی آسمانی بتاتے تھے وہ درحقیقت شیطانی القاء ہوتا تھا جو برابر مرزا صاحب پر ہوتا رہا اور اسی میں اچانک وہ ہیضہ کا شکار ہوکر موت کی وادی میں جا اترے اور وہ بڑے بڑے کام (جیسے کسر صلیب قتل خنزیر اور اسلام کا عالمی غلبہ) سب وہیں کے وہیں رہے اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کو چالیس سال کا اچھا خاصا موقع مل گیا کہ وہ مرزا صاحب کا بھیجا خط اپنی جیب میں لیے ہر جگہ غلام احمد کی پوری ناکامی کا برسرعام ماتم کرتے رہتے۔

☆......آسمانی دعوؤں میں مشوروں کی ضرورت نہیں ہوتی

آسمانی دعوؤں میں مشورہ کون کرتے ہیں؟ وہی جن کے دعوے دماغ کی پیداوار ہوتے ہیں انہیں سوچنا پڑتا ہے کہ کونسی بات پہلے کہاں لگے گی خدا کے بھیجے ہوئے خود اپنے رستے نہیں بناتے خدا ان کے رستے بناتا ہے البتہ کسی سے تصدیق حال لینا اور بات ہے اور یہ مشورہ سے بالکل جدا ایک دوسری حقیقت ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے لوگ زیادہ تر بت پرست تھے انہیں وحی اور کتاب کے آنے کی کوئی خبر نہ تھی ان لوگوں سے کہا گیا کہ اگر تم آسمان

وزمین میں کسی تردد میں ہوتو اپنے سے پہلے کے اہل کتاب سے پوچھو کیا ان میں پیغمبروں پر وحی نہیں آتی رہی حضور ﷺ پر حق اتر چکا ہے اب تمہیں کسی تردد میں نہ رہنا چاہیے۔

فسئل الذین یقرؤن الکتاب من قبلک (پ ۱۱ یونس ۹۴)

(ترجمہ) پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے

یہ ان سے تصدیق حال کی خبر لینا ہے یہاں حضور ﷺ کے واسطہ سے دوسرے لوگ کو مخاطب کیا گیا ہے جس کی تصدیق اس آیت کے دس آیات کے بعد اس طرح کردی گئی۔

قل یا یھاا لناس ان کنتم فی شک من دینی فلا اعبدالذین تعبدون من دون اللہ (پ ۱۱ یونس ۱۰۴)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں اے لوگو اگر تم شک میں ہو میرے دین کے بارے میں تو میں عبادت نہیں کرتا ان کی جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔

اس میں حضور ﷺ نے صریحا بت پرستی سے لاتعلقی کا اظہار فرمایا اور بتوں کے معبود ہونے کی برسرعام نفی کی ہے سو یہ بات مشرکین کو سمجھانے کے لئے تھی کہ پہلے بھی تو سماوی دین رہے ہیں تم حضور ﷺ پر وحی اور کتاب آنے میں کیوں تردد میں پڑے ہوئے ہو سو یہ بات صرف تصدیق حال کے درجہ میں ہے کوئی ان سے سیکھنے کی بات نہیں ہے۔

☆......آسمانی دعوں میں مشورہ لینے کی ایک مثال

دمشقی حدیث کہ حضرت عیسیٰ بن مریم دمشق میں اتریں گے تواتر کے درجے کو پہنچتی ہے ا ب ؛ نکار بڑا مشکل مرحلہ تھا حکیم نور الدین نے مرزا

صاحب کو مشورہ دیا کہ دمشقی حدیث کو ایک طرف رہنے دیں اور صرف مثیل مسیح کا دعویٰ کر دیں اس سے مرزا صاحب کا مقصد نبوت (حرمت جہاد کا اعلان) پورا ہوتا تھا کیونکہ دمشقی حدیث میں یہ بات بتائی جا چکی تھی مرزا صاحب اس کا حوالہ یوں دیتے ہیں۔

فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

مرزا غلام احمد نے مثیل مسیح بننے کی تجویز کو قبول نہ کیا مرزا صاحب وہ دعوی کرنا چاہتے تھے جس سے ان کی (بلکہ انگریزوں کی) ضرورت پوری ہو انہوں نے حکیم نور الدین کو لکھا۔

جو کچھ آنمخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعوی کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی حاجت نہیں (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۸۵)

یعنی یہ میرے پروگرام میں نہیں ہے میں ویسے ہی جہاد ختم کر سکوں گا۔

یہ آسمانی دعوؤں کے بارے میں دو قادیانی رہنماؤں کا آپس میں مشورہ ہو رہا ہے کہ کس دعویٰ میں کیا حرج ہے اور کس میں نہیں ۔ یہ سوچنا کہ اس میں حرج ہے یا نہیں یہ ایک دماغی کاروائی ہے یہ کوئی آسمانی صداقت نہیں ہے سو یہ بات بلاتردد کہی جا سکتی ہے کہ جھوٹی نبوت دماغ پر اترتی ہے اور سچی نبوت میں حضرت جبرئیل نبی کے دل پر اترتے تھے سچے نبی کبھی بھی اپنے دعوے دماغ سے ترتیب نہیں دیتے۔

☆......ترجمہ کرنے میں دماغ کام کرتا ہے یا دل؟

مرزا صاحب پر جب عربی میں بقول ان کے وحی آتی تو یہ عرب کی

عربی نہیں ہوتی تھی مرزا صاحب کی اپنی عربی ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ اس میں مرزا صاحب اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے عربی میں اس کا ترجمہ خود ہی کرتے رہے اس حقیقت سے تو ہمارے عام اردوداں بھی واقف ہوں گے کہ کسی بزرگ کا نام لے کر اس کے لئے جو رحم کی دعا کی جاتی ہے وہ اس طرح ہوتی ہے رحمہ اللہ ۔ اللہ اس پر رحم کرے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔

حضرت امام بخاریؒ حضرت اجمیریؒ حضرت گنگوہی پر یہ رح کیا لکھا ہوتا ہے؟ یہ رحمۃ اللہ علیہ کا مخفف ہے اردو میں اسے اس طرح ترجمہ کرتے ہیں اللہ اس پر رحم کرے اب جو عربی نہ جانتا ہو وہ اس اردو کو اس طرح عربی میں بنائے گا رحم اللہ علیہ ظاہر ہے کہ یہ ترجمہ کسی عرب کا نہ سمجھا جائے گا اور اگر یہ بات کوئی مدعی نبوت لکھے تو ظاہر ہے کہ اس نے یہ ترجمہ کرنے میں اپنے دماغ کو استعمال کیا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ کی عربی غلط ہو جائے۔

مرزا غلام احمد نے حکیم نور الدین کے لئے ایک دعا کی وہ دعا دیکھیں۔

رب انزل علیه بر کات من السماء واحفظه من شرور الاعداء و کن معه حیث ما کان وارحم علیه فی الدنیا والاخرة

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۸۹)

یہاں وارحم علیہ ہندی عربی ہے درست عربی یہ تھی وارحمہ (اورتو اس پر رحم کر)

قرآن کریم میں یہ اسی طرح ہے **عسی ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا** (پ ۱۵ الاسراء ۸)

اب مرزا صاحب پر اتری یہ وحی دیکھیں۔

ثم بعد تلک الایام فتحت علی ابواب الالهام وخاطبنی ربی...... قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم ویرحم علیکم (ایضا ۵۵۱)

آخری جملہ یرحم علیکم نہ چاہئے یہ یرحمکم ہونا چاہئے تھا اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے خیالات ہیں جوان کی دماغی محنت سے عربی لباس پہنتے تھے اس میں آسمانی صداقت کا کوئی نام ونشان نہ تھا اگر اس میں ذرہ بھر بھی آسمانی سچائی ہوتی تو مرزا صاحب کبھی اس طرح کی غلط عربی نہ لکھتے یہ غلط عربی ان کی اپنی دماغی کاروائی تھی۔

پھر قرآن کریم کی اس آیت سے اپنا الہام بنایا تو اس میں بھی عربی غلط ہی لکھتے رہے

سو جس طرح فرشتوں پر کوئی دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی اللہ کے نبیوں پر بھی کوئی دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی وہ ارائت ربانی سے چلتے ہیں اور خدا کی زبان سے بولتے ہیں خدا کبھی غلط عربی نہیں بولتا ترجمہ میں غلطی وہی کرتے ہیں جولوگ دماغی محنت میں گھرے ہوں اور یہ بات بالکل حق ہے کہ جھوٹی نبوت ہمیشہ دماغوں پر اترتی اور اسی سے چلتی ہے اور مراق ومالیخولیا کے امراض دماغی امراض کہلاتے ہیں مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کو جانچنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس کی نبوت دماغی محنت کے تلے پروان چڑھی تھی۔

☆......اس دماغی محنت سے دنیا کو کیا ملا

مرزا غلام احمد کی یہ دماغی محنت تیئیس (۲۳) ضخیم روحانی خزائن میں قلم بند ہے کوئی کتاب کسی خاص موضوع پر لکھی ہوئی محسوس نہیں ہوتی نہ ان میں اس دور کی عام پھیلی ہوئی برائیوں سے کہیں نفرت دلائی گئی ہے نہ ان میں کہیں لوگوں

کو شرک سے دور کرنے کے دلائل آپ کو ملیں گے صرف چند باتیں ہیں جو آپ کو تقریبا ہر جلد میں بار بار ملیں گی بس یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک مراقی اپنے دورہ مراق میں مستغرق زمین و آسمان کی ہر حرکت کو اپنی سچائی کا نشان بتا رہا ہے وہ اپنی اس محنت میں اتنا خدا کو ماننے پر زور نہیں دے رہا ہے جتنا اپنے آپ کو منوانے پر دے رہا ہے کہیں آپ کو ان صفحات میں بار بار لعنتیں ملیں گی کہیں آپ مرزا صاحب کو گالیوں کی گردان میں گھرا پائیں گے کہیں آپ کو احادیث کی ایسی تشریحات ملیں گی جنہیں آپ کا دل کسی طرح قبول نہ کرے گا کہیں کی آیتیں آپ کو کہیں منطبق ہوتی نظر آئیں گی آپ اپنے کو یہی سمجھیں گے کہ آپ ایک حیرت خانہ طلسمات میں گھوم رہے ہیں ایک طرف حضور ﷺ کے عہد نبوت کے ۲۳ سال دیکھیں کہ دنیا نے کتنا بڑا انقلاب دیکھا اور دوسری طرف ایک مراقی کی یہ ۲۳ جلدوں میں کی گئی دماغی محنت کو دیکھیں کہ اس کے لئے کس قدر بادام روغن جھلی سے غیر مخلوط کستوری اور ٹانک وائن (طاقت دینے والی شراب) ضائع کی گئی اور پھر بھی دنیا کو علمی اور عملی طور پر اس سے کچھ نہ ملا خود قادیانیوں کے ہاں بھی یہ بس روحانی خزانے ہی ہیں اس سے ان کو بھی اس عالم اجسام کے لئے کوئی رہنمائی نہیں ملی ...... ان سے ان کو کیا کچھ ملا؟ کچھ بھی نہ ملا۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

☆......شاعر اپنے دماغ سے چلتا ہے

پیغمبر کبھی شاعر نہیں ہوتا اور نہ شعر کہنا اس کی شان کے لائق ٹھہرتا ہے یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ شاعر کا میدان اس کے تخیل کی پرواز ہے اور ظاہر ہے کہ تخیل دماغ کا عمل ہے مرزا غالب کا مقام شعر اس کے اونچے تخیل سے ہی سمجھا جاتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ بعض علماء بھی شعر کہنے میں بہت آگے نکلے ہیں لیکن ان کے اشعار میں بھی بوجہ دینی علم کے تخیل کی پرواز زیادہ اونچی نہ ملے گی مرزا غلام احمد کے قصیدوں اور اشعار میں شاعروں کی شعری شان چھلکتی ہیں اور مرزا صاحب ان میں نشے اور خمار کی حد تک پہنچ جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نبوت کبھی خمار کی حد تک نہیں جاتی اللہ تعالی نے حضور اکرم ﷺ پر ملکہ شعری نہیں اتارا اور نہ وہ حضور ﷺ کی شان کے لائق تھا قرآن کریم میں ہے

وما علمناه الشعر وماينبغي له ان هو الا ذكر وقرآن مبين.

(۲۳ یسین)

اور ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا.اور نہ وہ آپ کی شان کے لائق تھا آپ پر جو اتارا گیا وہ ذکر ہے اور قرآن مبین ہے

سو اس میں شک نہیں کہ شعر کہنا ایک دماغی کاروائی ہے یہ کوئی آسمانی کاروائی نہین ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے لائق اطاعت انبیاء کو بنایا ہے شعراء کو نہیں شعراء کو پیشوا کون بناتے ہیں جو اصل راہ سے بہک چکے ہوں۔ **والشعراء يتبعهم الغاؤن.** **(پ ۱۹ الشعراء ۲۲٤)**

اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے ہیں اور ہر وادی میں گھومتے ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعوے نبوت پر اس وقت کے حاذق حکماء نے مختلف رسالے بھی لکھے ہیں ان میں امرتسر کے زبدۃ الحکماء حکیم محمد علی صاحب مرحوم (خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی) کا رسالہ سودائے مرزا بہت مفید ہے لندن میں ان کے نواسے جناب محمد خوشنود صاحب ختم نبوت پر بہت کام کر رہے ہیں حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم لندن میں زیادہ تر ان کے ہاں قیام کرتے تھے۔

اس بحث کا حاصل یہی ہے کہ جس طرح فرشتوں پر دماغی محنت نہیں

ڈالی جاتی اللہ کے سچے پیغمبر بھی کبھی دماغی محنت سے نہیں چلتے۔ اور دماغی محنت سے چلنے والے کبھی اطاعت کے لائق نہیں ہوتے۔

ہم ڈاکٹر علامہ اقبال کے بہت تشکر اور ممتن ہیں کہ انھوں نے اپنے آپ کو کبھی مقتدا نہ بنایا وہ صاف کہتے رہے کہ قوموں کی راہیں تخیل کی پرواز سے نہیں بنتی اس کے لیے آنحضرت ﷺ سے آشنائی اور اپنے آپ کو ان کی ذہنی غلامی میں دینا ضروری ہے۔

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

پھر اقبال نے حضور اکرم ﷺ کے روضہ اطہر پر اپنی حاضری کی اس طرح خبر دی۔

کل ایک شوریدہ خوابگاہ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں
یہ زائر ان حریم مغرب ہزار رہبر بنے ہمارے
مگر مجھے ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

سو یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ اسلام میں لائحہ عمل تجربات اور تخیلات سے نہیں اس کے لیے سایہ نبوت درکار ہے اور اس کے بدوں کوئی جادہ شریعت نہیں بن سکتا۔

ترمیم شریعت

از مرزا غلام احمد قادیانی

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

مرزا غلام احمد کے پیرو عام طور پر یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی شریعت مکمل ہے سو آپ کے بعد کوئی نئی شریعت والا نبی نہیں آ سکتا لیکن غیر تشریعی نبی جو اس شریعت کا تابع رہے آ سکتا ہے وہ حدیث لا نبی بعدی میں تخصیص کرتے ہیں ہم آج اپنے قارئین کو بتانا چاہتے ہیں کہ قادیانیوں کے یہ دونوں دعوے غلط ہیں۔ مرزا غلام احمد نے شریعت محمدی میں کئی اضافے کیے ہیں اور محققین کے نزدیک حدیث لا نبی بعدی میں بھی کوئی تخصیص نہیں ہے چودہ سو سال سے اس میں فہم امت یہی ہے کہ اس حدیث میں نفی عام ہے اور یہ کہ ایسے قطعی امر میں تاویل کرنے والا صف اسلام میں نہیں رہ سکتا شریعت کی نصوص اپنے ظواہر سے جانی اور پہچانی جاتی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ نئے حالات کے کچھ نئے تقاضے ہوتے ہیں شریعت محمدی آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت خاتم النبیین ﷺ پر مکمل ہو چکی اور قضا و قدر کا فیصلہ ہوا کہ آپ کی امت پر ہی دنیا کا اختتام ہو دنیا کے حالات پہلے کے سے نہیں رہتے نئے حالات کے نئے تقاضوں کو یہ امت اجتہاد کی راہوں سے پورا کرتی آئی ہے اور اس امت میں بڑے بڑے مجتہدین پیدا ہوئے یہ مجتہدین نئے پیش آمدہ مسائل کا حل کتاب و سنت سے ہی کشید کرتے رہے ہیں

اور اس بناء پر یہ بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ شریعت محمدی دنیا کے ہر دور کو کافی اور جملہ نئے پیش آمدہ حوادث کو وافی رہی ہے۔ مجتہد نئے مسائل میں موجد نہیں ہوتا صرف مظہر ہوتا ہے جو مسائل کتاب وسنت میں خفی درجے میں لپٹے تھے مجتہد انھیں ظاہر کر دیتا ہے۔ سو یہ شاہراہ کتاب وسنت سے باہر کی کوئی کارروائی نہیں ہے۔ کسی غیر تشریعی نبوت سے اجتہاد کی یہ راہ اگر بند کی جائے تو کیا یہ خود ترمیم شریعت نہیں؟ شریعت میں تو کتاب وسنت کے بعد تیسرا ماخذ علم اجتہاد تھا یہ غیر تشریعی نبوت کہاں سے آ گئی اور شریعت میں یہ ترمیم کیسے ہو گئی؟

مجتہدین کتاب وسنت کو اس طریق سے کس حد تک آگے لے جا سکتے ہیں؟ جب تک اور نبی پیدا نہ ہو جب کوئی نیا نبی آئے تو یہ ضرورت بذریعہ اجتہاد نہیں بذریعہ نبوت پوری کی جائے گی اجتہاد کا مقام بہرحال نبوت سے نیچے ہے قادیانی مرزا غلام احمد کی نبوت کو لے کر اٹھے تو انھیں نئے حالات کے کچھ نئے تقاضے پورے کرنے پڑے انھوں نے وہ اجتہاد کی راہ سے نہیں اس نام نہاد نبوت کی راہ سے پورے کیے مرزا غلام احمد نے خود انھیں ترمیم شریعت کی یہ راہ مہیا کی۔

اس نے اسلام کے علم کے تقاضوں میں بھی کچھ تبدیلیاں کیں اور عمل کے تقاضوں میں بھی۔ ہم ان تبدیلیوں کو قادیانیوں کا ترمیم شریعت بل کہتے ہیں آج کی مجلس میں ہم اسے ان کی معتبر کتابوں سے ثابت کیے دیتے ہیں اس سے قادیانیوں کے اس دعوے کی کھلی تردید ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد غیر تشریعی نبوت کا مدعی تھا اور شریعت محمدی میں اس نے کوئی ترمیم نہیں کی۔ اس نے شریعت محمدیہ میں کئی تبدیلیاں کی ہیں اور کھلے طور پر کی ہیں۔

اسلام کے علمی تقاضوں میں تبدیلی

قرآن کریم کی آیات جس قسم اور درجے کی ہیں وہ حضور ﷺ کے زمانے سے اسی درجے میں چلی آ رہی ہیں کوئی شخص ان کا حکم نہیں بدل سکا کچھ محکمات ہیں اور کچھ متشابہات کچھ عام ہیں اور کچھ خاص اور کچھ مجمل ہیں اور کچھ مفصل ہیں ہر ایک اپنے اپنے درجہ میں ہیں اور شریعت میں اب تک کسی ترمیم کی ضرورت نہیں پڑی تاہم مرزا غلام احمد کے ہاں ان کے کچھ احکام ضرور بدل گئے ہیں۔

ا۔ قرآن پاک کی تیس آیات کا حکم بدل گیا

قادیانیوں کے نزدیک قرآن کی تیس آیات مرزا غلام احمد کے آنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر نص صریح ہو گئی ہیں پہلے یہ حضرت عیسیٰ کی وفات پر نص صریح نہ تھیں اور وفات مسیح کا منکر گنہ گار یا گمراہ نہ تھا مرزا غلام احمد کی آمد سے ان آیات کا حکم بدل گیا اب وفات مسیح کو نہ ماننا شرک ٹھہرا پہلے مرزا غلام احمد خود بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی حیات کا قائل تھا اور وہ اپنے اس عقیدہ کی بناء پر ہرگز کافر یا مشرک نہ تھا لیکن اب جو لوگ اس عقیدہ کے ہیں وہ مرزا غلام احمد کے بیان کے مطابق گمراہ اور مشرک ہیں۔ یہ تضاد کیوں؟ یہ اس لیے کہ اب ان تیس آیات کا حکم بدل گیا ہے پہلے یہ آیات وفات مسیح پر نص صریح نہ تھیں اب یہ وفات مسیح ہو چکنے پر نص صریح ہو گئیں اور ان کے ہاں وفات مسیح کا منکر اب مشرک قرار پا گیا ہے

ان آیات کا پہلا حکم

مرزا غلام احمد نزول مسیح ماننے والوں کے بارے میں لکھتا ہے:

ا۔ مسیح موعود کے ظہور سے پہلے اگر امت میں سے کسی نے یہ خیال بھی

کیا کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں یہ صرف اجتہادی خطا ہے جو اسرائیلی نبیوں سے بھی بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں ہوتی رہی ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۲ حاشیہ)

۱ ان الذین خلوا من قبلی لا اثم علیھم وھم مبرؤن (ضمیمہ حقیقۃ الوحی. ر. خ. ج ۲۲ ص ۶۶۴)

(ترجمہ) بیشک جو لوگ مجھ سے پہلے اس عقیدہ (حیات مسیح) پر ہو چکے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں اور وہ اللہ کے ہاں اس پر کسی مواخذہ سے بری ہیں۔

مرزا غلام احمد کا اپنا اعتقاد بھی یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور وہ قرب قیامت میں دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔

(دیکھئے براہین احمدیہ ص ۵۹۳)

اس سے صاف طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کی وفات پر کہیں صراحت موجود نہ تھی ورنہ مرزا کو اتنی بڑی غلطی نہ لگتی۔ پھر مرزا غلام احمد کو الہام ہوا اور اس نے اپنے اس الہام کی بناء پر اپنا یہ عقیدہ بدل لیا اور اب تیس آیات حضرت عیسیٰ کی وفات پر نص صریح قرار پائیں اور قرآن کریم کی ان آیات کا حکم بدل گیا اور اس حکم کا نہ ماننے والا ملحد اور مشرک ٹھہرا مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

اور اس نے (یعنی اللہ نے) مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خالص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے۔ (ازالہ اوہام ج ۲ ص ۴۰۲)

اس الہام کے ہوتے ہی یکایک قرآن کی تیس آیات وفات مسیح پر قادیانیوں کے ہاں نص صریح ہو گئیں اور تب سے حیات مسیح کا عقیدہ شرک ٹھہرا اور قرآن کا حکم بدل گیا۔ کیا یہ ترمیم شریعت نہیں ہے؟...... یہ تیس آیات کہاں

ے ظاہر ہوئیں؟ اسی قرآن سے جو مرزا نے اس الہام سے پہلے بھی کئی دفعہ پڑھا تھا اب ان بدلے حالات میں مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

(ازالہ اوہام ر۔خ۔ ج ۳ ص ۵۱۴)

کیا اس الہام سے پہلے جو اب مرزا کو ہوا یہ تیس آیات قرآن میں موجود نہ تھیں؟ اور اگر یہ اس میں تھیں تو کیا ان کے یہ معنی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں ان سے ظاہر تھے؟ نہیں سو یہ آیتیں اب اگر نص صریح بن گئیں اور فیصلہ دے رہی ہیں کہ حیات مسیح کا قائل مشرک ہے تو قادیانیوں کے اس عقیدے کی اساس قرآن کریم ہوا یا مرزا غلام احمد کا مذکورہ الہام؟

ان آیات کا دوسرا حکم

بہرحال حیات مسیح کے قائلین کے بارے میں اب قادیانی عقیدہ یہ ہے۔

فمن سوء الادب ان یقال ان عیسی مامات وان هو الا شرک عظیم (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۴۰)

(ترجمہ) یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بے ادبی ہوگی کہ کہا جائے حضرت عیسیٰ پر موت نہیں آئی سوائے اس کے نہیں کہ یہ ایک بڑا شرک ہے۔

اب آپ غور فرماویں مرزا غلام احمد کی اس بات میں کتنا صدق رہ جاتا ہے کہ آیات بینہ ان کے (عیسیٰ بن مریم کے) دنیا میں واپس آنے سے سخت انکار کرتی ہیں۔ (ازالہ اوہام ر۔خ۔ ج ۳ ص ۳۶۱)

مرزا غلام احمد یہ بھی لکھتا ہے۔

اگرچہ آیات ممدوحہ بالا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر نصوص صریحہ قطعیہ ہیں مگر تاہم اگر قرآن کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت ہوتی ہیں۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص رخ جلد ۲۱ ص ۳۹۰)

جناب آپ کو (اپنے الہام سے پہلے) یہ آیتیں کیوں نظر نہ آئی تھیں اگر وہ صریح نہ تھیں تو اب کیسے صریح بن گئیں کیا یہ شریعت میں کھلی ترمیم نہیں ہے؟

قارئین کرام! اگر آپ ان تیس آیات کو ان کے مواقع متعلقہ میں دیکھیں تو ان میں ایک آیت بھی ایسی نہ ملے گی جس میں (۱) حضرت عیسیٰ کا نام ہو اور ان کے لیے موت کا لفظ صیغہ ماضی سے موجود ہو۔ ان میں زیادہ آیتیں وہ ہیں جن کے عموم میں مرزا صاحب بڑی چستی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داخل کر دیتے ہیں اور وہ تخصیص بعد تعیم کے قاعدہ کو بھول کر انھیں حضرت عیسیٰ بن مریم کی وفات پر نص صریح کہتے ہیں اگر کہیں حضرت عیسیٰ کا نام ہے تو وہاں لفظ موت یا توفی صیغہ ماضی سے مذکور نہیں جیسے یاعیسیٰ انی متوفیک میں ایک آئندہ کی توفی کی خبر دی گئی ہے اور اگر کہیں توفی ماضی کے صیغہ میں ہے تو اسے پہلے ایک مستقبل کے ضمن میں لایا گیا ہے تاکہ وہ ماضی بھی نزول آیت کے وقت ایک ماضی کی حقیقت نہ رہے جیسے توفیتنی کا لفظ اذ قال اللہ کی آئندہ کی خبر کے ضمن میں وارد ہے اور ظاہر ہے کہ جب یہ کہا جائے گا اس وقت تو واقعی وہ ایک ماضی کی خبر ہوگی نہ یہ کہ نزول آیت کے وقت یہ حضرت عیسیٰ بن مریم پر توفی آ جانے کی کوئی خبر تھی۔

مرزا صاحب جب توفی کا معنی موت کرتے ہیں تو اس وقت وہ یہ بھول

جاتے ہیں کہ توفی کا معنی موت اس کا حقیقی معنی نہیں ہے صرف مجازی معنی ہے جیسا کہ معتبر ائمہ لغت لکھ چکے ہیں تو جب کوئی لفظ حقیقی معنی پر محمول کیا جا سکے وہاں اس کے مجازی معنی نہیں لیے جاتے اس بات کی مزید تفصیل درکار ہو تو ہماری تالیف عقیدہ خیرالامم میں اسے اس بحث میں دیکھ لیں یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ان تیس آیات کے حکم میں اب جو تبدیلی کی ہے وہ مرزا صاحب کی طرف سے ایک کھلی ترمیم شریعت ہے۔

اگر قادیانی یہاں لفظ تیس آیات کو نہ سمجھے اور پھر عقیدہ میں ترمیم کرنے کے لفظ سے چڑتے ہیں تو پھر ان کے لیے اس الزام سے مخلصی کی صرف ایک ہی راہ ہے وہ یہ کہ وہ مرزا غلام احمد کو پہلے انتہائی غبی تسلیم کریں کہ عربی جاننے کے باوجود وہ ان تیس آیات سے کہیں حضرت عیسیٰ بن مریم کی موت کو سمجھ نہ پایا تھا۔ اب ان کی زندگی کی ترتیب اس طرح سامنے آئے گی کہ آپ پہلے غبی تھے پھر نبی ہوئے۔ وہ بھی کب؟ جب خود ان پر وحی آئی پھر وہ ان تیس آیات کو سمجھ پائے۔

قادیانیوں میں مرزا صاحب پر غبی ہونے کا یہ الزام کوئی نیا نہیں مرزا صاحب کے پیروؤں میں جب ان کے نبی ہونے یا نہ ہونے پر اختلاف ہوا تو مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے مرزا بشیرالدین محمود کو ان الفاظ میں عار دلائی تھی۔

بتاؤ کہ ان خرافات کے پیش نظر! حضرت مرزا صاحب کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟ کسی نے ان قادیانیوں کے متعلق سچ کہا تھا کہ تم حضرت مرزا صاحب کو نبی بناتے ہو یا نعوذ باللہ غبی بناتے ہو ان لوگوں کو شرم آنی چاہیے کہ یہ حضرت مسیح موعود کی کیا پوزیشن بنا رہے ہیں؟ بات اصل میں یہ ہے کہ جو قوم قول سدید کو چھوڑتی ہے وہ غلطیوں پر غلطیاں کرتی چلی جاتی ہے۔

(خطبات مولوی محمد علی جلد ۱۹ ص ۲۶۳)

شریعت میں مرزا غلام احمد کی دوسری ترمیم

۱۔حضرت موسیٰ کا حضور اکرم ﷺ کے عہد میں زندہ ہونے کا عقیدہ امت میں پہلے کبھی زیر بحث نہ آیا تھا۔آپ کے بارے میں مسلمانوں کا تیرہ سو سال سے یہ عقیدہ چلا آ رہا تھا کہ وہ اللہ کے نبی تھے صاحب شریعت پیغمبر تھے ان پر تورات اتری تھی اور پھر ان کی وفات ہوئی اس کے بعد وہ عالم برزخ میں زندہ ہیں اور اس طرح دوسرے انبیاء بھی وہاں زندہ ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اسلام میں اس عقیدے کا اضافہ کیا کہ حضرت موسیٰ ابھی تک فوت نہیں ہوئے اور وہ اب تک فوت شدگان میں داخل نہیں ہوئے اور یہ کہ حیات موسیٰ پر اس طرح عقیدہ رکھنا فرض ہے مرزا غلام احمد سے پہلے یہ عقیدہ کسی کا نہ تھا مرزا غلام احمد نے اسے فرض بتلایا ہے کہ سب لوگوں کو اس کا ماننا ضروری ہے کیا یہ شریعت میں کھلی ترمیم نہیں ہے؟ پھر قادیانی کس طرح سمجھتے ہیں کہ مرزا کی نبوت نئی شریعت والی نہ تھی مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

وقد فرض علینا ان نومن انه حی فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین واما نزول عیسی من السماء فقد اثبتنا بطلانه فی کتابنا الحمامة وخلاصته (نور الحق ح ا ص ٦٩)

(ترجمہ) اور ہم پر (ہماری وحی کی رو سے) فرض کیا گیا ہے کہ ہم ایمان لائیں کہ حضرت موسیٰ آسمان پر زندہ ہیں اور آپ مرے نہیں اور فوت شدگان میں سے نہیں ہیں اور حضرت عیسیٰ کا آسمانوں سے آنا ہم نے اس کا بطلان اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں ثابت کیا ہے۔

۲. حیاة کلیم الله ثابت بنص القرآن الکریم الاتقرء فی القرآن ماقال الله تعالیٰ فلاتکن فی مریة من لقائه وانت تعلم

ان هذه الاية نزلت فی موسی فهی دلیل صریح علی حیات موسی علیه السلام لانه لقی رسول اللهﷺ والاموات لا یلاقون الاحیاء ولاتجد مثل هذه الایات فی شان عیسی علیه السلام. (حمامة البشری ر. خ. ج ۷ ص ۲۲۱)

(ترجمہ) حضرت موسیٰ کی حیات نص قرآن سے ثابت ہے کیا تم قرآن میں نہیں پڑھتے آپ حضرت موسیٰ کی ملاقات میں کسی قسم کا شک نہ کریں یہ تم جانتے ہی ہو کہ یہ آیت حضرت موسی کے بارے میں اتری سو یہ حیات موسیٰ پر صریح دلیل ہے کیونکہ وہ حضور سے ملے ہیں اور فوت شدگان زندوں سے کبھی نہیں ملتے اور اس طرح کی آیات تمھیں حضرت عیسیٰ کے بارے میں نہ ملیں گی۔

حیات موسیٰ کا یہ عقیدہ کہ وہ ابھی تک مرگ آشنا نہیں ہوئے مرزا غلام احمد نے اپنی طرف سے اسلام میں داخل کیا ہے اور یہ شریعت میں ایک کھلی ترمیم ہے۔

شریعت میں مرزا غلام احمد کی تیسری ترمیم

قرآن کریم اجازت دیتا ہے کہ بدی کا بدلہ بدی سے دیا جائے اور اگر معاف کیا جائے تو اسے اللہ کے ہاں اجر ملے گا مگر بدی کا مقابلہ بدی سے کرنا گناہ نہیں ہے۔ اللہ فرماتے ہیں۔

وجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی الله.

(پ ۲۵ الشوری ۴۰)

(ترجمہ) اور برائی کا بدلہ برائی ویسی ہی۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور صلح کرے سو اس کا ثواب ہے اللہ کے ہاں۔

مرزا غلام احمد نے قرآن کی یہ دی ہوئی رخصت ختم کر دی اور کہا کہ

جو بدی کا بدی سے مقابلہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(خطبہ الہامیہ ر۔خ۔ ج ۱۶ ص ۲۹)

یعنی وہ پہلی امت مسلمہ میں سے ہے اس جماعت سے نہیں جو ہم نے بنائی ہے کیا یہ کھلی ترمیم شریعت نہیں؟

شریعت میں مرزا غلام احمد کی چوتھی ترمیم

اسلام میں قوموں کی تفریق نہیں ہے اور کوئی قوم دوسری قوموں سے نیچی نہیں رکھی گئی سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور بزرگی عمل وتقوی پر ہے کسی قوم کو اس عزت سے محروم نہ کیا جائے قرآن کریم میں ہے۔

یاایها الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عندالله اتقاکم.

(پ ۲۶ الحجرات ۱۳)

(ترجمہ) اے لوگو ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو تحقیق اللہ کے یہاں عزت اسی کو ملے گی جس کو تقوی کی دولت ملی ہو۔

مگر مرزا غلام احمد نے کہا اسلام میں حجام موچی دھوبی قصائی اور جولاہے نیچی قومیں سمجھی گئی ہیں یہ غلط ہے اسلام نے ان قوموں کو کہیں بھی حقیر نہیں کہا ہے مگر غلام احمد شریعت میں اس طرح ترمیم کرتا ہے۔

مثلاً ان قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کی خادم اور نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں جیسے حجام، موچی، تیلی، ڈوم، میراسی، سقے، قصائی، جولاہے، دھوبی، نانبائی۔ (تریاق القلوب ر۔خ ص ۲۷۷)

مرزا غلام احمد نے یہ بات اسلام میں اپنی طرف سے ڈالی ہے قرآن و

حدیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ یہ قومیں حقیر ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں باعزت ہونے کا معیار تقوی بتلایا گیا ہے جیسا کہ آپ قرآن کریم میں اسے مطالعہ کر چکے ہیں۔

شریعت میں مرزا غلام احمد کی پانچویں ترمیم

جہاد بالسیف جہاد کی ایک صورت عمل ہے یہ جہاد کی ایک ایسی صورت تھی جو مرزا غلام احمد کے آنے سے پہلے جائز تھی مگر مرزا غلام احمد کے آنے کے بعد اسے منع کر دیا گیا اسے مرزا غلام احمد نے اس حکم کے تحت بند کیا جو اسے خدا سے ملا تھا یہ پہلی شریعت میں کھلی مداخلت اور تبدیلی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم سے بند کیا گیا ہے۔ (خطبہ الہامیہ ص ۲۸ ر۔ خ۔ ج ۱۶ ص ۲۸)

جو پہلے حکم شریعت تھا اب اسے ناجائز کر دیا گیا ہے کیا یہ اُس پہلی شریعت میں ترمیم نہیں ہے؟

شریعت میں مرزا غلام احمد کی چھٹی ترمیم

قرآن کریم سے واضح ہے کہ قیامت کی گھڑی بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں قرآن کریم میں ہے۔

یسئلونک عن الساعة ایان مرسها قل انما علمها عند ربی لا یجلیها لوقتها الاهو (پ ۹ الاعراف ۱۸۷)

(ترجمہ) تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت...... تو کہہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے وہی کھول دکھائے گا اس کو اس کے وقت پر...... مگر غلام احمد لکھتا ہے۔

یہ صحیح نہیں جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں۔
(لیکچر سیالکوٹ ص ۷ ر۔ خ۔ ج ۲۰ ص ۲۰۹)

مسیح موعود کا ہونا علامات قیامت میں سے ہے وانہ لعلم للساعۃ اس کے بارے میں مرزا غلام احمد نے نشاندہی کر دی کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر آئے گا۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

انبیاء گزشتہ کے کشوف نے اس بات پر مہر لگا دی ہے کہ وہ (یعنی مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔
(اربعین نمبر۲ ص ۳۲)

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے اور قیامت اس کے آخر پر آ جائے گی یہ بات احادیث صیحہ کی رو سے سب کو معلوم ہو چکی ہے۔ کیا یہ عقیدہ قرآن کریم کی اس نص کے خلاف نہیں ہے کہ وقت قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا البتہ جب حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں گے تو بیشک ان کو پتہ ہوگا کہ اب دنیا اپنے آخری موڑ پر آ گئی ہے۔

شریعت میں مرزا غلام احمد کی ساتویں ترمیم

سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ آنے کا نیا حکم:

مذہب اسلام حضور ﷺ کے حین حیات مکمل ہو گیا تھا اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہو چکی تھی اور آپ نے اس کا اعلان بھی فرما دیا تھا اس کامل دین میں سلطنت برطانیہ کا تصور تک نہ تھا مگر غلام احمد نے آدھا اسلام سلطنت برطانیہ کے نام کر دیا۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں

دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے
ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ
سلطنت برطانیہ ہے۔

(شہادۃ القرآن ص ۸۶ ر۔ خ ج ٦ ص ۳۸۰)

ہم لوگ سلطنت برطانیہ کے کسی ذاتی منافع یا کسی خودغرضی کی بناء پر
تعریف وتوصیف نہیں کرتے بلکہ از روئے مذہب ہم مامور ہیں کہ ہم
نہایت صفائی باطن اور صدق دل سے عملاً وقولاً وفاداری کا ثبوت
دیں۔ (روئیداد جلسہ دعا ۱۹۰۰ء۔ ر۔ خ۔ ج ۱۵ ص ۵۹۷)

یعنی یہ ایک شرعی حکم ہے جو کسی سیاسی مصلحت یا چاپلوسی کی بناء پر نہیں۔
اسے ہم حکم خداوندی کے طور پر تسلیم کرتے ہیں

شریعت میں مرزا غلام احمد کی آٹھویں ترمیم

اسلام کی عملی زندگی میں بنیادی ترمیمات:

جہاں تک کلمہ نماز روزے اور زکوۃ اور حج کا تعلق ہے یہ پانچ اسلام
کے بنیادی ستون ہیں مرزا غلام احمد نے ایک نیا کلمہ اپنے ماننے والوں میں
جاری کیا جسے اس کے جانشین نورالدین نے (اس وقت جبکہ قادیانی اور لاہوری
گروہ کی تفریق نہ تھی) مرزا کے ماننے والوں میں اس طرح لازم بتلایا۔

۱۔ قادیانیوں کا نیا کلمہ

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول
فرمایا کرتے تھے کہ:

ہر نبی کا ایک کلمہ ہوتا ہے۔ مرزا کا کلمہ یہ ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم
کروں گا۔ (سیرت المہدی ج ۳ ص ۳۰۵)

اہل علم سے مخفی نہیں کہ دنیا کے مقابل لفظ آخرت ہے نہ کہ دین مگر قادیانیوں کے کلمہ میں دنیا کے مقابل دین ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں دنیا میں کسی کام کو دین سمجھ کر نہیں کیا جاتا۔

قادیانی اگر ہمارے سامنے کبھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو یہ اسی طرح ہے جیسے مسلمان کبھی لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ کہیں۔ مسلمان حضرت موسیٰ کو تاریخی اعتبار سے نبی کہتے ہیں نہ کہ وقت کا نبی۔ اسی طرح قادیانی حضور اکرم ﷺ کو تاریخی اعتبار سے اللہ کا رسول کہتے ہیں نہ کہ وقت کا نبی۔ وقت کا نبی ان کے ہاں مرزا غلام احمد ہے اور اسے وہ اس دوسری بعثت میں حضور کی شان سے بڑھ کر شان دیتے ہیں۔

۲۔ قادیانیوں کی نئی نماز کچھ حصہ فارسی میں

سب مسلمان نماز عربی میں پڑھتے ہیں اس میں کسی انسانی کلام کو داخل نہیں کرتے قادیان کی مسجد مبارک میں ایک دن پیر سراج الحق نے مغرب کی نماز پڑھائی تو تیسری رکعت میں رکوع کے بعد مرزا غلام احمد کی ایک فارسی نظم پڑھی۔ مرزا غلام احمد کا بیٹا بشیر احمد لکھتا ہے:

حضور علیہ السلام بھی اس نماز میں شامل تھے۔

(سیرت المہدی ج ۳ ص ۱۳۸)

مسلمانوں میں پنجگانہ نماز جماعت سے پڑھی جاتی ہے اتفاقاً کوئی جماعت میں شامل نہ ہو سکے تو اکیلے نماز پڑھ سکتا ہے لیکن ایسا نظام عمل ترتیب دینا جس میں دین کا سب سے بڑا عمل نماز باجماعت کسی سے رہ جائے اس کی قرآن و حدیث میں اجازت نہیں ملتی۔ مرزا غلام احمد نے ہوشیار پور میں شیخ مہر علی کے مکان پر جنوری ۱۸۸۶ء میں بالا خانے میں چلہ کیا اور اپنے خدام عبداللہ سنوری حامد علی اور فتح خان سے کہا کہ تم نیچے پڑھ لیا کرو اور اپنے بارے میں کہا

کہ نماز میں اوپر الگ پڑھ لیا کروں گا (سیرت المہدی ج ا ص ۷۰) اسلامی فقہ میں یہ صورت نماز کسی امام کے ہاں نہیں ہے۔

شریعت محمدی میں نماز کا یہ تصور ایک نیا تصور ہے اور یہ حکم قرآنی وارکعوا مع الراکعین کے صریح خلاف ہے شریعت محمدی میں اس طرح ترک جماعت کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ کیا یہ شریعت میں کھلی ترمیم نہیں؟

۳۔ مرزا غلام احمد کی مسئلہ روزہ میں ترمیم

اب روزے کو لیجئے اگر کوئی شخص بیمار ہو تو قرآن کہتا ہے کہ وہ دوسرے دنوں ان روزوں کی قضا کر لے قرآن کریم میں ہے۔

فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر.

(پ۲ البقرۃ ۱۸۵)

(ترجمہ) پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا مسافر تو اس پر ان کی گنتی ہے اور دنوں سے۔

مرزا غلام احمد کے بیٹے بشیر احمد نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ

جب آپ نے ابتدائی دوروں کے زمانہ میں روزے چھوڑے تو کیا بعد میں ان کو قضا کیا والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں صرف فدیہ ادا کر دیا تھا۔

(سیرت المہدی ج ا ص ۶۶)

اگر کوئی مسافر روزہ نہ رکھنا چاہے تو اسے شریعت نے رخصت دی ہے لیکن اگر وہ روزہ رکھ لے تو اب یہ کہہ کر وہ روزہ نہیں توڑ سکتا کہ میں مسافر ہوں۔ مرزا غلام احمد نے مسافر کے روزے کے مسئلہ میں کیا ترمیم کی اسے دیکھئے۔ مرزا بشیر احمد عبداللہ سنوری کے حوالہ سے نقل کرتا ہے:

ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں کوئی مہمان حضرت صاحب کے پاس آیا اسے اس وقت روزہ تھا اور دن کا زیادہ حصہ

گزر چکا تھا بلکہ شاید عصر کا وقت تھا حضرت صاحب نے
اسے فرمایا آپ روزہ کھول دیں اس نے عرض کیا کہ اب
تھوڑا سا دن رہ گیا ہے اب کیا کھولنا ہے حضور نے فرمایا سینہ
زوری سے خدا کو راضی کرنا چاہتے ہیں؟ جب اس نے فرما
دیا ہے کہ مسافر روزہ نہ رکھے تو نہیں رکھنا چاہیے اس پر اس
نے روزہ کھول دیا۔ (سیرت المہدی ج ا ص ۱۰۹)

کیا یہ شریعت میں کھلی ترمیم نہیں؟ مسلمان نفل کی نیت باندھ لے اور
پھر اس کا وضو جاتا رہے تو اسے وضو کر کے وہ نماز پھر سے پڑھنی ہوگی اور وہ یہ
رعایت نہ پائے گا کہ نماز نفل تھی۔

۴۔ قادیانیوں کا نیا نظام زکوٰۃ وصدقات

اب زکوٰۃ کو لیجئے شریعت اسلام میں فرض صدقات زکوٰۃ اور عشر ہیں
اور ان کے لیے بھی سال گزرنا شرط ہے مرزا غلام احمد نے اپنی شریعت میں ایک
ماہواری چندہ بھی فرض کیا جو ہر ایک کی اپنی حیثیت کے مطابق ہوتا مرزا غلام
احمد لکھتا ہے۔

سو ہر شخص کو چاہیے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر
کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس
قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے...... اب چاہیے کہ ہر ایک شخص سوچ
سمجھ کر اس قدر ماہواری چندے کا اقرار کرے جس کو وہ دے سکتا
ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۴۶۸)

قادیانی عقیدے میں اس نئے ٹیکس کو فرض حتمی کہا گیا ہے کیا یہ شریعت
میں کھلی ترمیم نہیں؟ پیغمبر جب کوئی بات کہے تو وہ شریعت کا حکم کہلاتا ہے اور
یہاں تو فرض حتمی کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

۵۔ قادیانیوں کے ہاں حج کی برکات قادیان سے

اب حج کو لیجئے۔ شریعت اسلام میں حج فرض ہے اور اس کی ادائیگی کے لیے سب مسلمان حرمین شریفین کا سفر کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہاں کا فیض قیامت تک رہے گا کبھی ختم نہ ہوگا مگر قادیانی سربراہ نے یہ دعویٰ کیا کہ

مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ (حقیقت الرویا ص ۴۵)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حرمین شریفین انوارات و برکات سے خالی ہو گئے ہیں تو یہ شرف پھر کسے ملا۔ قادیانی سربراہ کا کہنا ہے کہ اب یہ شرف قادیان کو ملا ہے۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکت نازل ہوتی ہیں۔
(الفضل قادیان ۱۱ دسمبر ۱۹۳۲ء)

اور یہ بھی کہا گیا ہے

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۲۴ء)

قادیان کو مکہ مدینہ کے مشابہ قرار دینا اور اسے ارض حرم بتانا یہ کھلے بندوں شریعت میں ترمیم نہیں تو اور کیا ہے؟

قادیان کو دارالامان قرار دینے کا عقیدہ

مرزا غلام احمد نے قادیان کو اس طرح قرآن میں داخل کیا اور اسے مکہ اور مدینہ کے ساتھ جمع کیا وہ لکھتا ہے:

آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں کشفی طور پر لکھا گیا تھا کہ

قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے یہ کشف نہایت صحیح اور درست تھا۔ (ضمیمہ خطبہ الہامیہ تقطیع کلاں ص۴) یعنی قرآن میں واقعی قادیان کا ذکر ہے۔ (استغفراللہ)

اس کشف کو صحت کے درجے میں لانا صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف میں واقعی قادیان کا نام ہو پھر ایک دوسرے مقام پر غلام احمد نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن شریف میں تین شہروں کا نام ہے۔

قادیان کے بارے میں پیشگوئی کی گئی کہ یہ دارالامان ہے یہاں ہمیشہ کے امان کی خبر خدا نے دی ہے کبھی لوگوں کو اس پناہگاہ سے نکلنے کی ضرورت درپیش نہ ہوگی تریاق القلوب کے ٹائیٹل پر یہ الفاظ مرقوم ہیں۔

مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان میں باہتمام حکیم فضل الدین مالک مطبع چھپی۔

یہ کتاب ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی اس کے چھ سال بعد مرزا غلام احمد کی وفات ہوئی مرزا صاحب کی طرف سے کبھی اس پر انکار نہیں کیا گیا بلکہ ان کے سامنے ان کے مدح خواں برابر اسے دارالامان کہتے رہے۔

یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالاماں رہے گا

شرعی طور پر کسی شہر کو مکہ و مدینہ کے برابر لا کھڑا کرنا کیا یہ شریعت محمدی میں ایک کھلا اضافہ ہے؟ اور اسے پورے قرآن میں دکھانا کیا یہ قرآن کریم میں ترمیم نہیں۔ اب ان کی عید کی نماز میں بھی ایک ترمیم ملاحظہ ہو۔

عید کی نماز اکیلے پڑھنے کا نیا مسئلہ

اب عید کی نماز کو لیجئے۔ مسلمانوں میں عید کی نماز سے کون واقف نہیں یہ سالانہ نمازیں ہیں ان کا اجتماع نماز جمعہ سے بھی بڑا ہوتا ہے اس لیے یہ سنت

ہے کہ یہ نماز مسجدوں میں نہیں باہر کھلے میدان میں ادا کی جائے۔ جمعہ کے بارے میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جمعہ کی نماز اکیلے نہیں ہوسکتی۔ (مجموع شرح المہذب ج ۴ ص ۵۰۸ للامام النووی) اور یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ جو شرائط جمعہ کے ہیں وہ سب عید کے لیے بھی ہیں۔ علامہ ابن نجیم (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں۔

ان جمیع شرائط الجمعة وجوبا صحة شرائط العید الا الخطبة (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۷۰)

(ترجمہ) نماز جمعہ کیسے واجب ہوتی ہے اور اس کی صحت ادا کی کیا شرائط ہیں یہ سب شرطیں نماز عید کے لیے بھی ہیں سوائے خطبہ کے (کہ یہ نماز جمعہ کے لیے واجب ہے اور نماز عید کے لیے سنت ہے)

اب قادیانی عقیدہ ملاحظہ کریں اور سوچیں کہ کیا یہ ایک نئی شریعت نہیں ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ میں اکیلا ہوں باقی سب مخالف ہیں نماز جمعہ اور عیدین میں کیا کروں فرمایا مومن کو ضرور ہے کہ اپنے ساتھ کسی کو ملا لے تنہا رہنا اچھا نہیں اور نماز جمعہ کے بدلے ظہر پڑھ لیں عید اکیلے پڑھ لیں جو ہمیشہ سفر میں ہے وہ مقیم ہے۔

(فتاوے احمدیہ ج ۱ ص ۱۵۷۔ از خلیفۃ المسیح الاول اخبار بدر ۳۰ دسمبر ۱۹۰۸ء)

یہ عید کی نماز اکیلے پڑھنا کیا یہ شریعت محمدی میں ترمیم نہیں؟ یہ گو فرض نہیں لیکن جمعہ تو فرض ہے اور وہ بھی اکیلے نہیں پڑھا جا سکتا اور خطبہ کے بغیر تو وہ ہوتا نہیں۔ لاجمعة الا بالخطبة (سنن کبری للبیہقی ج ۳ ص ۱۹۶) اس صورت میں عید اکیلے پڑھنے کی تجویز یقیناً شریعت محمدی میں ایک زیادتی ہے۔

اسلام کے عملی تقاضوں میں مرزا غلام احمد نے جو تبدیلیاں کیں اس کا ایک اجمالی نقشہ آپ دیکھ چکے ہیں اب آیئے اس کے کچھ اخلاقی پہلو بھی دیکھیں۔

مرزا کی مسئلہ جہاد میں ترمیم

اسلام میں جہاد بالسیف سے جنگ بدر اور جنگ احد لڑی گئیں یہ حکم شریعت محمدی میں قیامت تک حسب ضرورت وصحت شرائط قائم چلا آ رہا تھا مرزا غلام احمد نے اس حکم کو کیسے بدلا اسے اس خط میں ملاحظہ کریں جو مرزا صاحب نے جملہ اہل اسلام کو وہ ہندوستان میں ہوں یا عرب میں یا فارس میں عربی میں لکھا اور وہ تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں لگا ہوا ہے۔

ولا شک ان وجوہ الجہاد معدومة فی هذا الزمان وهذه البلاد فالیوم حرام علی المسلمین ان یحاربوا للدین...... ولا یخفی ان الزمان قد بدل احواله تبدیلاً صریحا و ترک طوراً قبیحاً فلاجل ذلک بدل الله حکمه فی هذا الاوان.

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۳۰)

(ترجمہ) اور اس میں شک نہیں کہ جہاد کی وجوہ آج کل کہیں پائی نہیں جاتیں سو مسلمانوں کے لیے حرام ہے کہ دین کے لیے کہیں بھی جنگ کریں اور یہ بات کسی سے چھپی نہیں کہ زمانے نے حالات میں بڑی تبدیلیاں کی ہیں اور اس بڑے پیرایہ عمل کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم اس وقت بدل دیا ہے۔

آپ اس میں صریح طور پر لکھا پائیں گے کہ اسلام میں جہاد کا جو طریق پہلے رائج تھا (معاذاللہ) وہ ایک طور قبیح تھا اور خدا نے اب اس زمانہ میں اپنا یہ پہلا حکم بدل دیا ہے کیا یہ ترمیم شریعت نہیں؟ جو مرزا غلام احمد کے ہاتھوں شریعت محمدی میں کی گئی ہے اور ایک عمل جو ایک عمل محمود تھا اب امر قبیح قرار دیا گیا ہے۔

اب شریعت محمدی سے قادیانیوں کے کچھ اور عملی اختلافات بھی دیکھیں۔

شریعت محمدی سے عملی اختلافات

۱۔ ہندو عورتوں سے نکاح جائز کیا گیا اور ویدوں کو تورات و انجیل کے برابر کردیا گیا۔

شریعت محمدی میں خاوند اور بیوی میں وحدت دین چاہیے مال غنیمت میں آئی عورتوں کے بارے میں خبر ملے کہ ان میں کچھ مسلمان عورتیں بھی ہیں تو انہیں کسی معاہدے سے کافروں کی طرف واپس نہ کیا جائے گا۔ غنیمت سے آئی عورتوں کو کسی طرح بھی کافروں کی طرف واپس نہیں بھیجا جاسکتا۔ قرآن کریم میں ہے۔

فان علمتموھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن. (پ ۲۸ الممتحنہ ۱۰)

(ترجمہ) سو اگر تم معلوم کر پاؤ کہ وہ مومنہ ہیں تو انہیں کافروں کی طرف ہرگز واپس نہ کرو وہ ان کے لیے ہرگز حلال نہیں اور نہ وہ کافر ان کے لیے حلال ہیں۔

اس میں صرف ایک استثناء رکھا گیا وہ یہ کہ اہل تورات اور اہل انجیل کی عورتوں سے مسلمان مرد نکاح کر سکتے ہیں۔

والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن. (پ ۶ المائدہ ۵)

(ترجمہ) اور پاکدامنی میں آنے والی عورتیں (نکاح میں آنے والی عورتیں) مومنات میں ہوں اور ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اس طرح کہ تم ان کے مہر ادا کرو۔

اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ میں کبھی ہندوؤں کو اہل کتاب تسلیم نہیں کیا گیا مگر مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے باپ مرزا غلام احمد کی یہ شریعت پیش کی۔ ہندوستان پر مسلمانوں نے صدیوں حکومت کی اور ان میں بڑے بڑے علماء بھی ہوئے لیکن کبھی کسی مسلمان کو ہندو عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی گئی ہاں بعض علماء نے صرف اتنا فتویٰ دیا کہ مسلمانوں کا نکاح بہمن پڑھا سکتا ہے۔ سو یہ نکاح پڑھانے کی بات ہے نکاح کرنے کی نہیں مگر قادیانیوں کی شریعت ملاحظہ ہو:

ہندو اہل کتاب ہیں اور سکھ بھی کیونکہ وہ مسلمانوں کا ہی بگڑا ہوا فرقہ ہے۔
(الفضل قادیان جلد ۱۰......۱۵ جولائی ۱۹۲۲ء)

اور پھر یہ بھی کہا:

ان لوگوں کی عورتوں سے جو وید پر ایمان رکھتے ہیں نکاح جائز ہے۔
(الفضل جلد ۱۷۔ ۱۸ فروری ۱۹۳۰ء)

۲۔ قادیانی شریعت میں مرد اور عورتیں نماز میں ایک ساتھ کھڑے ہوں

شریعت محمدی میں عورتیں اور مرد نماز میں ایک ساتھ کھڑے ہو کر جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ عورت کے لیے نماز میں پیچھے کھڑے ہونے کا حکم ہے مرزا غلام احمد عورتوں میں بھی جماعت کراتا تھا اور اس کی بیوی اس کے ساتھ کھڑی ہوتی تھی مرزا صاحب کے ساتھی مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں:

حضور کسی تکلیف کی وجہ سے جب مسجد میں نہ جا سکتے تھے تو اندر عورتوں میں نماز باجماعت پڑھاتے تھے اور حضرت کی بیوی صاحبہ صف میں نہیں کھڑی ہوتی تھیں بلکہ حضرت کے ساتھ کھڑی ہوتی تھیں۔

(تقریر مفتی محمد صادق قادیان۔ الفضل قادیان جلد ۱۲، ۱۷ جنوری ۱۹۲۵ء)

۳۔ الہام ولایت سے کوئی قانونی حیثیت قائم نہیں ہوتی

اسلام میں غیر منصوص مسائل کا حل اجتہاد سے تو معلوم کیا جا سکتا ہے لیکن الہام ولایت کو اسلام کے علمی ماخذ میں جگہ نہیں دی گئی۔ مرزا صاحب قوم کے مغل تھے جو ترکوں کی اولاد ہیں مرزا غلام احمد کو اپنے آپ کو ابناء فارس سے ثابت کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ وہ حضور ﷺ کی اس پیشینگوئی کو کہ اگر ایمان ثریا ستاروں تک بھی اٹھ جائے تو بعض ابناء فارس (جیسے امام ابوحنیفہ ابناء فارس میں سے تھے) اسے وہاں سے بھی پا لیں گے۔ اپنے اوپر منطبق کرنا چاہتے تھے انھوں نے اپنے ابناء فارس میں سے ہونے کا اعلان کر دیا مگر مرزا کا لقب اپنے نام سے نہ اٹھایا جب ان سے اس پر دلیل پوچھی گئی تو مرزا غلام احمد نے لکھا:

میرے پاس ابناء فارس ہونے کے لیے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں۔ (تحفہ گولڑویہ نمبر ۲۹ رخ جلد ۱۵)

شریعت محمدی میں ماخذ علمی صرف چار ہی ہیں۔ کشف و الہام کوئی حجت شرعی نہیں۔ قادیانی مبلغین اس کے جواب میں کہتے ہیں وہ الہام ولایت ہے جو اسلام کے ماخذ علمی میں سے نہیں لیکن مرزا صاحب یہاں اپنے الہام نبوت سے دلیل لے رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں اس سے تو پھر ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبوت کچھ نئی شریعت کا بھی حامل ہے اور اس الہام سے نسب میں تبدیلی کی جا سکتی ہے اور بعض مغلوں کو فارسی النسل قرار دیا جا سکتا ہے۔ اَب آپ ہی غور فرمائیں کیا اس میں ترمیم شریعت کا کھلا دعویٰ نہیں؟

۴۔ لڑکیوں کے جیسے نظارے

اسلامی معاشرے میں غیر محرم عورت کو غور سے دیکھنا اور نظر ثانی سے دیکھنا جائز نہیں اور نہ ہی کسی غیر عورت کے ہاتھ کو چھونا جائز ہے۔ حضرت

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ فضل بن عباس کو اپنی سواری پر بٹھایا۔

وکان الفضل رجلا وضیئا فوقف النبی ﷺ للناس یفتیھم واقبلت امراة من خشعم و ضیئة تستفتی رسول اللہ ﷺ فطفق الفضل ینظر الیھا واعجبہ حسنھا فالتفت النبی ﷺ والفضل ینظر الیھا فاخلف بیدہ فاخذ بذقن الفضل فعدل وجھہ عن النظر الیھا. (الحدیث۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۰)

(ترجمہ) اور فضل خوبصورت مرد تھے آنحضرت ﷺ لوگوں کو مسائل بتانے کے لیے کھڑے تھے اتنے میں قبیلہ خشعم کی ایک خوبصورت عورت بھی حضور سے مسئلہ پوچھنے آئی فضل بن عباس اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اس کا حسن انھیں پسند آ گیا حضور نے مڑ کر دیکھا تو فضل اس عورت پر نظریں جمائے ہوئے تھے حضور نے اپنا ہاتھ پیچھے لے جا کر فضل کی ٹھوڑی پکڑ لی اور ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا کہ وہ اس عورت کی طرف نہ دیکھ سکیں۔

حدیث میں غیر محرم پر دوسری نظر کو وبال بتایا گیا ہے۔ النظرۃ الاولیٰ لک والثانیۃ علیک شریعت محمدی کے اس حکم کو بھی مرزا صاحب نے بدلا۔

مرزا غلام احمد غیر محرم لڑکیوں کو دیکھنا اور انھیں کسی دوسرے کے لیے بطور بیوی پسند کرنا جائز قرار دیتا تھا۔ کپورتھلہ کے میاں ظفر احمد کی بیوی فوت ہو گئی مرزا غلام احمد کے گھر دو لڑکیاں رہتی تھیں ہم نہیں جانتے وہ کس لیے رہتی تھیں۔ مرزا نے انھیں دونوں چک کے اندر سے دکھائیں اور میاں ظفر احمد سے پوچھا تمھیں کونسی پسند ہے اس نے کہا لمبے منہ والی آپ نے کہا گول منہ والی

اچھی ہے جس کا چہرہ لمبا ہوتا ہے وہ بیماری سے بدنما ہو جاتا ہے لیکن گول چہرے کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ (سیرت المہدی ج ا ص ۲۵۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد غیر لڑکیوں پر نظر ثانی کو جائز سمجھتا تھا۔ کیا یہ ترمیم شریعت محمدی میں کھلی ترمیم نہیں ہے؟

غیر محرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں دبوانا

آنحضرت ﷺ پیغمبر اسلام باوجودیکہ معصوم تھے غیر عورت سے کبھی ہاتھ نہ ملاتے تھے ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

مامست ید رسول الله ید امراة الاامراة یملکها

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۰)

(ترجمہ) حضور ﷺ نے کبھی کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا۔

مرزا غلام احمد نے اس حکم شریعت میں تبدیلی کی اور غیر محرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں دبوانا جائز کیا۔ مرزا غلام احمد کے اخبار الحکم میں ہے۔ حکیم فضل الدین سے سوال کیا گیا کہ مرزا صاحب غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں اس کا اس میں یہ جواب دیا گیا ہے۔

وہ نبی معصوم ہیں ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے اور یہ لوگ احکام حجاب سے مستثنےٰ ہیں۔

(الحکم ج ۱۱ نمبر ۱۳ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۷ء)

مرزا غلام احمد کا یہ اپنا اخبار تھا اس کی زندگی میں چھپا اور ان کے دارالافتاء سے اس کا جواب دیا گیا۔ اب کیا یہ کھلے بندوں حضور کی شریعت میں ترمیم نہیں؟ قادیانی غلط کہتے ہیں کہ یہ صرف بوڑھی عورتیں تھیں جو مرزا صاحب

کے پاؤں دباتی تھیں۔ مرزا غلام احمد کے ہاں ایک پندرہ سالہ لڑکی عائشہ نامی بھی رہا کرتی تھی اور وہ ان کے پاؤں دباتی تھی اور مرزا صاحب اس کے دبانے سے بہت لطف اٹھاتے تھے۔ قادیانی اخبار الفضل کی ۲۰ مارچ ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں ہے۔

حضور کو مرحومہ کی خدمت حضور کے پاؤں دبانے کی بہت پسند تھی۔

اس لڑکی کا نکاح غلام محمد نامی ایک شخص سے ہوا تو مرزا غلام احمد سے برداشت نہ ہو سکا مرزا صاحب نے کہا کہ شادی اسی وقت منظور ہو گی جب کہ لڑکی یہاں رہے گی یہ شرط کی جاوے گی کہ غلام محمد اسی جگہ پر رہے (قادیان میں ہی رہے) کسی دوسرے شہر نہ چلا جائے۔

غلام محمد کے کسی دوسرے شہر چلے جانے سے مرزا صاحب کو کیا تکلیف ہو سکتی تھی اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ لیکن یہ بات کھلے طور پر ثابت ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے دعوے نبوت میں شریعت محمدی میں واقعی کئی تبدیلیاں کی تھیں۔

۲۔ جدی جائداد سسر کے نام کرنا کہ وہ لڑکی دے دے

مرزا غلام احمد کو الہام ہوا تھا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں ضرور اس کے نکاح میں آئے گی اب مرزا پر فرض ہو گیا تھا کہ جس طرح بھی ہو وہ خدا کی اس بات کو پورا کرے اس نے اپنے ہونے والے سسر کو لالچ دیا کہ وہ اس جدی زمین پر دستخط کر دے گا جسے مرزا احمد بیگ لینا چاہتا ہے۔ بلکہ کہا کہ اگر وہ اپنی لڑکی دے دے تو وہ اپنی اور بھی بہت سی زمین اس کے نام کر دے گا مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

آپ کے ساتھ اپنا عہد پورا کروں گا اور آپ کی دختر کو اپنی زمین اور

تمام جائداد کا دو تہائی حصہ دوں گا اور جو بھی حصہ تم مانگو گے تم کو دوں گا اور میں سچا ہوں صلہ رحمی میں اور اقارب سے محبت کرنے میں اور میل جول رکھنے میں تم مجھ سا کسی کو نہ پاؤ گے...... میں نے یہ خط خدا کے حکم سے لکھا ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۷۰)

اس سے پہلے مرزا غلام احمد یہ لکھ آیا ہے کہ خدا نے مجھے وحی کی ہے:
اس شخص کی بڑی لڑکی کے نکاح کے لیے درخواست کر اور اس سے کہہ دے کہ پہلے وہ تمہیں دامادی میں قبول کرے اور پھر تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہدیہ کرنے کا حکم مل گیا ہے جس کے تم خواہشمند ہو بلکہ اس کے علاوہ اور زمین بھی دی جائے گی (ایضاً)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ وارثوں کو جدی جائداد سے محروم کر کے وہ قطعہ زمین ایک لڑکی حاصل کرنے کے لیے بطور رشوت اس کے باپ کو دینا کیا شرعاً اس کی کوئی راہ ہے اور اگر یہ از قبیل وصیت تھا تو کیا یہ اس کی جائداد سے تہائی سے زیادہ تو نہ تھی؟ اس پر کیا مرزا غلام احمد نے اپنی بیوی نصرت بیگم اور اس کے بیٹوں کو اور والدہ فضل احمد اور اس کے بیٹے سلطان محمد کو اعتماد میں لیا تھا۔

مرزا غلام احمد نے دوسری غلطی اس میں یہ کی کہ اس نے اپنی اس پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب کے لیے ایک معیار ٹھہرایا اور اسے درجہ انذار میں نہ رہنے دیا اور کہا کہ اگر مرزا احمد بیگ نے اس کی شادی کسی اور جگہ کر دی تو بھی یہ بیوہ ہو کر ایک بوڑھے کے نکاح میں آئے گی تا خدا کا یہ الہام پورا ہو بکر و ثیب ایک کنواری ملے گی اور ایک بیوہ ہاتھ لگے گی۔

جب یہ بات بھی پوری نہ ہوئی اور محمدی بیگم کا خاوند نہ مرا اور مرزا غلام احمد کی موت واقع ہو گئی تو قادیانی مبلغ جلال الدین شمس نے اس کی مضحکہ خیز

تاویلیں کیں۔ سوال یہ ہے کہ نصرت بیگم تو بحالت بکر مرزا غلام احمد کی بیوی بنی۔ بیوگی میں وہ کس کی بیوی بنی تا کہ یہ الہام اسی ایک پر پورا ہو۔ اگر وہ بطور بیوہ کسی کی بیوی نہ بنی تو اس الہام کا مصداق وہ ہرگز نہ ہوئی۔ بکرو ثیّب۔ خدا کا یہ وعدہ محمدی بیگم کے بارے میں تھا اور وہ پورا نہ ہو سکا اس سے نکاح ہوتا تو بیشک غلام احمد سے ایک بیوہ بیاہی جاتی۔ نصرت بیگم بیوہ کا نکاح مرزا غلام احمد کے بعد ہمارے علم کے مطابق کسی سے نہیں ہوا۔

ہمیں اس وقت اس نکاح سے بحث نہیں اس زمین کی شرعی تقسیم سے ہے جو مرزا غلام احمد اپنے ہونے والے سسر کو بطور رشوت دے رہا تھا اور اسے خلاف شریعت نہ سمجھ رہا تھا اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ پہلی شریعت میں کسی تبدیلی کا قائل ہو۔

یہاں یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ اسلام میں کسی کو اس طرح رشوت دینا جائز ہے کہ وہ مال کے لالچ میں آ کر اپنی کمسن بیٹی کسی بوڑھے کے حوالے کر دے۔ اسلام میں اگر اس کی اجازت نہیں تو آپ ہی فیصلہ کریں کہ کیا مرزا غلام احمد نے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے شریعت محمدیہ میں ترمیمات نہیں کیں۔

اتنی بڑی پیشکش کے باوجود مرزا احمد بیگ نے اپنی بیٹی اس بوڑھے کے نکاح میں نہ دی اس ہمت اور جرات کی ہم اسے داد دیتے ہیں لیکن اس سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ اپنے مقاصد کے لیے نئے مسئلے وضع کرنا مرزا غلام احمد کا ایک عام کھیل تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنا اقرار کہ وہ صاحب شریعت ہے

مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی ہیں۔ (اربعین نمبر ۴ ص ۷ رخ۔ ج ۱۷ ص ۴۳۵) اس کا حاصل اسکے سوا کیا ہے کہ میں ایک صاحب شریعت نبی ہوں۔

مرزا غلام احمد کا بیان کہ کس پیغمبر کا انکار موجب کفر ہے؟

غلام احمد لکھتا ہے:

یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ (تریاق القلوب ص ۳۰۴ حاشیہ)

مرزا غلام احمد کا اپنے منکرین کو کافر قرار دے کر اپنے آپ کو صاحب شریعت ثابت کرنا

ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے (حقیقتہ الوحی ۱۶۳)

اب آپ مرزا غلام احمد کی ان دونوں عبارتوں کا صغریٰ کبریٰ ملائیں اگر اس سے یہ نتیجہ کھل کر سامنے آتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعوے نبوت شرعی نبوت کا تھا اور اس لیے وہ اپنے نہ ماننے والوں کو علی الاطلاق کافر سمجھتا تھا اور قادیانی لوگ اب تک مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والوں کو کافر کہہ رہے ہیں سو یہ اسی صورت میں ہی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے لیے تشریعی نبوت کا مدعی ہو۔

اب غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد کا یہ فیصلہ بھی دیکھئے:

ہر ایک شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا صاحب) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰)

ان تحریرات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانیوں کے ہاں صاحب شریعت پیغمبر ہے اور اس نے شریعت محمدیہ میں اپنی ضرورت کے تحت واقعی تبدیلیاں کی ہیں اور اپنے نہ ماننے والوں کو کھلے بندوں کافر ٹھہرایا ہے۔

مرزا غلام احمد کی تاریخ میں ترمیم کی کوششیں

مرزا غلام احمد نے اپنی وحی سے جن تاریخی حقائق کو غلط قرار دیا اور ان معلومات میں ترمیم کی کچھ انہیں بھی ملاحظہ فرمادیں۔ یہ ترمیمات مسخ تاریخ کی بدترین مثالیں ہیں۔

(۱) مسلمانوں کے بچے بچے کو یہ بات معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والد محترم حضرت عبد اللہ آپ کی پیدائش سے پہلے انتقال کر گئے تھے۔ مگر مرزا غلام احمد اس تاریخی حقیقت میں اس طرح ترمیم کرتا ہے۔

تاریخ کو دیکھو آنحضرت وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا (پیغام صلح ص ۱۹۔ روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۴۶۵)

مرزا غلام احمد کا یہ کہنا غلط ہے کہ تاریخ کو دیکھو ہم نے تاریخ دیکھی ہمیں یہ بات کہیں نہیں ملی اور اگر کسی تاریخ میں یہ بات تھی تو مرزا صاحب کو اس کی اصلاح کرنی چاہیے تھی یا اتباع؟ مجدد امت میں کی گئی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے نہ کہ ان کی اتباع کرتا ہے۔ مرزا صاحب کی ایک اور تاریخی ترمیم

ملاحظہ ہو۔

(۲) آنحضرت ﷺ کی اولاد میں چار لڑکیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ اور لڑکوں میں حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اس کی بھی اصلاح کر ڈالی وہ لکھتا ہے۔

تاریخ داں لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے (یعنی آنحضرت ﷺ کے) گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے

(چشمہ معرفت ص ۲۸۶ روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۲۹۹۔ تجلیات الٰہیہ ص ۲۲ روحانی ج ۲۰ ص ۴۱۴)

(۳) سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ رمضان کے دن ۲۹ یا ۳۰ دن ہوتے ہیں ان دنوں میں مسلمان روزہ رکھتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے ہاں رمضان کتنے دنوں کا تھا کچھ اسے بھی پڑھئے:

فی سبعین یوما من شهر الصیام۔

(تفسیر الہامی فاتحہ ا۔ ماخوذ از حرف محرمانہ ص ۴۱۳ از ڈاکٹر غلام جیلانی برق)

''ماہ رمضان کے ستر دنوں میں۔'' یہ ایک مہینہ میں ستر دن کیسے ہو گئے یہ صرف قادیانی ہی بتا سکتے ہیں

چودہ سو سالوں میں ایک رمضان بھی ایسا نہ آیا جس کے ستر دن ہوئے ہوں مگر مرزا غلام احمد نے ایک ایسا رمضان پایا ہے۔ فیاللعجب

مرزا صاحب کے کچھ اور نئی معلومات سے بھی مستفید اور متمتع ہوں۔

(۴) اسلامی مہینوں میں ماہ صفر دوسرا مہینہ ہے پہلا ماہ محرم ہے اور چہار شنبہ (بدھ) ہفتہ میں چوتھا دن ہے۔ مرزا غلام احمد نے اس کی اسطرح اصلاح کی اور بتایا کہ صفر چوتھا مہینہ ہے وہ لکھتا ہے:

وہ چوتھا لڑکا جس کا ان کتابوں میں چار مرتبہ وعدہ دیا گیا ہے صفر

۱۳۱۷ء کی چوتھی تاریخ میں بروز چہار شنبہ پیدا ہو گیا۔ عجیب بات ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ چار کے عدد کو ہر ایک پہلو سے تعلق ہے۔ (تریاق القلوب ص ۴۳ روحانی ج ۱۵ ص ۲۲۳) وہ لکھتا ہے۔

اسی مناسبت کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ لیا یعنی ماہ صفر اور ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن لیا یعنی چہار شنبہ (ایضاً ص ۴۱)

(۵) حضرت امام بخاری (۲۵۶ھ) کا نام محمد تھا ان کے باپ کا نام اسمٰعیل تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ آپ کا نام اسمٰعیل تھا۔ باپ کو بیٹا بنانا یہ سب وحی کی روشنی میں ہوا۔ وہ لکھتا ہے۔ ہمارے امام المحدثین حضرت اسماعیل صاحب اپنی صحیح بخاری میں...... الخ (ازالہ اوہام ص ۱۱۰)

(۶) اہل علم جانتے ہیں کہ مشہور محدث ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) شافعی المذہب ہیں اور معروف عالم حافظ ابن حجر مکی (۹۷۶ھ) بھی شافعی ہیں۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ وہ حنفی تھے مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

فتاویٰ ابن حجر جو حنفیوں کی ایک نہایت معتبر کتاب ہے۔

(ایام الصلح ص ۸۸)

ہم نے فتاوے ابن حجر منگوا کر دیکھی معلوم ہوا کہ یہ تو شافعی مذہب کی کتاب ہے۔ ابن حجر مکی کو حنفی بتلانا یہ مرزا صاحب کی تاریخ میں ترمیم ہے۔

(۷) اسلامی اصطلاح میں میاں بیوی کی رضامندی سے مہر (یا کچھ مال) کی واپسی کے بدلے علیحدگی کا نام خلع ہے۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

جب عورت بذریعہ حاکم کے طلاق لیتی ہے تو اسلامی اصطلاح میں اس کا نام خلع ہے۔ (چشمہ معرفت ص ۲۷۵)

قادیانیوں کی مباہلہ میں الحاد کی نئی راہ
یہ بھی شریعت میں ایک ترمیم ہے

الحمدلله وسلام علی عباده الذین اصطفی امابعد

اہل علم پر مخفی نہیں کہ جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے دیگر کئی آیات الہیہ میں ملحدانہ تحریف کی اور ختم نبوت جیسے قطعی عقیدے کو ان کے اصل اسلامی معنی سے نکال کر متوازی شرح مہیا کی اسلام کا موضوع مباہلہ بھی اس کی ظالمانہ دستبرد سے بچ نہ سکا۔ مباہلہ اعتقادی جھوٹ پر اڑنے والے کے لیے ایک خدائی مار کی دعوت ہے جو ایک عذاب الٰہی کی شکل میں پڑتی ہے یہ خدا کے جلال کی ایسی تلوار ہے کہ دنیا کے اسباب و وسائل کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا اس میں کسی سازش کے احتمال کو راہ نہیں ملتی یہ صحیح ہے کہ اتنے واضح آسمانی فیصلہ کے بغیر حق کے مقابلہ میں باطل کی یہ ضد ٹوٹتی بھی تو نہیں۔

دنیا میں حق و باطل کا معرکہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے غلط کاروں کے لیے اصل سزا کا گھر آخرت ہے دنیا میں کبھی سزا ملتی ہے اور کبھی نہیں بھی ملتی قرآن کریم میں ہے۔

ثم الی مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیه تختلفون. (پ ۳ آل عمران)

(ترجمہ) پھر تم سب نے آخر میری طرف ہی آنا ہے سو میں تم میں فیصلہ کروں گا ان باتوں کا جن میں تم آپس میں اختلاف کرتے رہتے تھے۔

لیکن جب کوئی فرد یا گروہ کسی دینی مقابلہ میں آ کر باطل پر اڑے اور حق اس کے لیے آسمانی فیصلہ طلب کرے اور وہ پھر بھی اپنی اڑ پر کھڑا رہے تو اس پر اسی دنیا میں عذاب الٰہی اترتا ہے یہ مباہلہ ہے جو حق و باطل میں آخری درجے میں ہوتا ہے (۱) پہلا درجہ مباحثہ کا ہے جس میں دوسرے فریق پر علمی حجت پوری کی جاتی ہے (۲) دوسرا درجہ دعوت کا ہے جس میں دوسرے فریق کو مشترکہ طور پر بددعا کرنے کی دعوت دی جاتی ہے (۳) جب وہ اپنی اڑ پر کھڑا رہے تو پھر مل کر جھوٹے کے لیے بددعا کی جاتی ہے اور اس پر آسمانی عذاب مانگا جاتا ہے اور سب اس پر آمین کہتے ہیں۔

نجران کے نصاری جب حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ نے ان پر علمی حجت پوری کی اور پھر بھی وہ حق قبول کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے تو آپ نے حکم الٰہی سے انھیں مباہلہ کی دعوت دی اور بطور نمونہ آپ کے بچے آپ کے ساتھ تھے عیسائیوں نے اس دعوت پر ہاں نہ کی اگر وہ دعوت مباہلہ منظور کر لیتے تو پھر حضور اکرم ﷺ قرآن کریم کی شرطوں کے مطابق مباہلہ میں آتے اور آپ کی ازواج مطہرات بھی ساتھ ہوتیں حقیقت یہ کہ وہ مباہلہ کے لیے آمادہ ہی نہ ہوئے اور نہ آپ کو آیت مباہلہ کے مطابق سامنے آنا پڑا اور نہ نصاریٰ نجران پر کوئی عذاب آسمانی اترا۔

اس سے کسی کو انکار نہیں کہ اسلام میں مباہلہ کی ایک حقیقت ہے اور کچھ اس کی شرائط ہیں تاہم یہ بات مسلم بین الفریقین ہے کہ مباہلہ کی مار انسانی ہاتھوں سے نہیں خدائی ہاتھوں سے پڑتی ہے اور اس میں اس احتمال کو کوئی راہ نہیں ملتی کہ شائد اس کے پیچھے کوئی انسانی سازش کارفرما ہو انسانی سازش اور خدائی کارروائی میں بہت فرق ہے۔ مرزا غلام احمد خود اس کے

لیے ایک معیار مقرر کرتا ہے حق یہ ہے کہ اور ایسی ہی کوئی سزا حق و باطل میں کھلا فیصلہ کر سکتی ہے مرزا غلام احمد مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں ہیں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸)

مرزا طاہر بھی اس معیار کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

دنیا خوب اچھی طرح دیکھ لے کہ ان آفات میں بندے کی شرارت اور دشمنی اور بغض کا دخل نہیں بلکہ محض خدا کی غیرت اور قدرت کا ہاتھ یہ سب عجائب کام دکھلا رہا ہے اس رنگ میں اس جھوٹے گروہ کو سزا دے کہ اس سزا میں مباہلہ میں شریک کسی فریق کو مکر و فریب کے ہاتھ کا کوئی بھی دخل نہ ہو...... ہر وہ آنکھ جو اخلاص کے ساتھ حق کی متلاشی ہے اس پر معاملہ مشتبہ نہ رہے اور ہر اہل بصیرت پر خوب کھل جائے کہ سچائی کس کے ساتھ ہے اور حق کس کی حمایت میں کھڑا ہے۔ (مباہلہ کا کھلا چیلنج ص ۲۵)

دنیا جانتی ہے کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کی شہادت میں بندوں کی شرارت اور ان کی سازش کا دخل تھا اور یہ بات مسلم ہے کہ وہ تخریب کاری ہی تھی گو اس میں اختلاف ہو کہ کس کی تھی اور کس کی نہیں۔ آموں کی ٹوکری میں بم رکھنا ہو یا پائلٹ سے کاروائی کرائی گئی ہو خواہ جہاز کے انجینئر اس میں ملوث ہوں کوئی صورت بھی ہو اس میں شبہ نہیں کہ اس میں انسانی ہاتھوں کا دخل تھا۔ اب اسے مباہلہ کی مار کہنا اسی کا کام ہو سکتا ہے جو مرزا طاہر کی ان سطور کو بالکل لغو سمجھتا ہو۔ اب یہ فیصلہ ہمارے قارئین کریں کہ مرزا طاہر اپنے بیان میں کیا واقعی لغویت کا

شکار تھا یا اس بیان میں جسے ضیاء الحق کو وہ اپنے مباہلہ کی مار بتاتا رہا ہے۔

پولیس امن وامان کی ذمہ دار ہوتی ہے مباہلوں کی نہیں

جو امن وامان انسانی ہاتھوں پامال ہو اس کی ذمہ دار پولیس ہوتی ہے اور جو عذاب زلزلوں، وباؤں، آندھیوں اور سیلاب کی شکل میں آتے ہیں ان کی ذمہ داری پولیس پر نہیں آتی۔ مباہلہ کی صورت میں جو عذاب اترے حکومت اسے سنبھالنے کی تگ و دو نہیں کرتی نہ اس کے لیے پولیس کو کوئی احکام جاری کرنے پڑے ہیں کہ دیکھو کوئی مباہلہ نہ کرنے پائے۔

سو اگر مباہلہ پر حکومت پابندی لگائے تو اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ حکومت کو اس مباہلہ کے پیچھے کسی سازش کا علم ہو گیا ہے اور اس نے اس راہ سے بدامنی روکنے کے لیے داعی کو پکڑ لیا ہے اور اس سے عہد لیا ہے کہ وہ آئندہ کسی کی موت کی پیشگوئی نہ کرے گا اور اگر وہ واقعی خدا کی طرف سے نہیں کسی سازش کے تحت یہ ساری آسمانی کاروائی دکھلا رہا ہے تو وہ بھی اپنا پردہ رکھنے کے لیے حکومت کے اس حکم پر دستخط کر دے گا کہ آئندہ نہ میں کوئی ایسی کاروائی کروں گا اور نہ میری جماعت کا کوئی ذمہ دار اس قسم کی پیشگوئی کرے گا۔ اس پر پولیس مطمئن ہو جاتی ہے اور اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد کو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء میں جی ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے عدالت میں بلایا تھا اور اسے سرزنش کی کہ وہ آئندہ کسی کی موت کی پیشگوئی نہ کرے حکومت چاہتی تھی کہ مرزا کی کوئی سازش مولانا محمد حسین بٹالوی کے خلاف کامیاب نہ ہو سو مرزا غلام احمد نے لکھ دیا۔

''میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لیے بلاؤں کہ میرے خدا کے

پاس مباہلہ کی درخواست کریں۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیشگوئی کرنے کے لیے بلاؤں گا (مرزا غلام احمد بقلم خود)

اس کاروائی کی پوری تفصیل آپ کو تریاق القلوب طبع قدیم میں ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ اخبار الحکم قادیان جلد ۵ ص ۲۹ منظور الٰہی ص ۲۴۵ پیغام صلح ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں ملے گی۔

پھر مرزا غلام احمد کے یہ الفاظ بھی سامنے رہیں۔

جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ ۱ تا ۵ میں اقرار کیا ہے۔

العبد............گواہ شد

مرزا غلام احمد بقلم خود............خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

دستخط۔ جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

منقول از قادیانی مذہب ص ۴۵۵

اس اقرار نامہ میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

آئندہ کسی کی نسبت موت کا الہام شائع نہیں کروں گا جب تک کہ مجسٹریٹ سے اجازت نہ ملے۔ آپ غور کریں کہ آسمانی دعوؤں کا حکومت سے کیا تعلق اور انھیں امن و امان کا مسئلہ کس طرح بتایا جا سکتا ہے مرزا غلام احمد اگر یہ تمام کاروائیاں جن میں مباہلہ بھی شامل ہے خدا کے حکم سے کرتا رہا تو اب اس پر انگریز حکومت سے سمجھوتہ کرنے کے کیا معنی؟ اور اگر یہ سب کام حکومت کے مشورے سے ہو رہے تھے تو آپ ہی سوچیں کہ سازش اور مباہلے میں کیا اتنا کم فاصلہ رہ جاتا ہے جو پولیس کی ایک جست سے مٹ جاتا ہے۔

قادیانیوں کی لاہوری جماعت نے مرزا غلام احمد کے اس اقرار نامہ سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا تھا کہ مرزا غلام احمد نبی نہ تھا مرزا محمود کا اسے نبی بتانے پر اصرار صحیح نہیں۔ پیغام صلح لاہور نے لکھا۔

میاں صاحب جو آپ کو نبی بتاتے ہیں تو منجملہ اور ادلہ قاطعہ کے آپ کا یہ اقرار نامہ لکھ کر دینا بھی اس کے (نبی ہونے کے) قطعا خلاف ہے کیونکہ نبی مکلف ہوتا ہے کہ جو کچھ اس پر نازل ہو سب کو سنائے بحکم یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ ۱۸۹۹ء میں آپ کو مولوی محمد حسین بٹالوی کے بالمقابل عدالت میں جانا پڑا اور وہاں آپ یہ بھی لکھ کر دے آئے کہ میں آئندہ مولوی محمد حسین کو کاذب اور کافر اور دجال نہیں کہوں گا اسی سال اسی مقدمہ میں آپ نے ایک اور اقرار نامہ بھی لکھ کر دیا جس کے یہ لفظ ہیں۔

میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔ (مرزا غلام احمد ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء) (پیغام صلح جلد ۵ نمبر ۱۵۔ ۹ جنوری ۱۹۱۸ء)

یہاں مرزا کے لفظ جتا کر پر غور فرمائیں۔ جتانے کی ضرورت سچے الہامات میں کبھی نہیں ہوتی یہ جھوٹے الہامات ہیں جن میں بات کچھ ہوتی ہے جتائی کچھ جاتی ہے اور وقت آنے پر اس کی کتائی کچھ اور ہوتی ہے۔

ہمیں اس وقت مرزا کے الہامات سے بحث نہیں یہاں بات مباہلہ کی ہو رہی ہے کوئی مامور من اللہ اگر خدا کی طرف سے مباہلہ کرے تو اس میں اسے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے منع کرنے سے اس سے رک جائے تو یہ اس بات کی قوی شہادت

ہے کہ اس پر کوئی وحی نہیں آ رہی وہ اسے صرف جتا رہا ہے اور دوسروں کو بنا رہا ہے اور حکومت کے روکنے پر اس سے باز بھی آ رہا ہے۔

مرزا غلام احمد نے یہ اقرار اپنے اور اپنے پیرووں کی طرف سے کیا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ اب اگر مرزا طاہر مرزا غلام احمد کے اس عہد کو توڑ رہا ہے اور پھر مباہلوں پر آ رہا ہے تو کیا یہ اس بات کی شہادت نہیں کہ مرزا طاہر اپنے دادا کے مذہب سے نکل گیا ہے؟

مرزا محمود نے جب اپنے باپ کے لیے مستقل نبوت ثابت کی تو قادیانیوں کا ایک گروہ قادیان سے نکل گیا مگر افسوس کہ مرزا طاہر کے اپنے دادا کا عہد توڑنے سے ناراض ہو کر کوئی قادیانی اس کے خلاف کھڑا نہ ہوا۔

یک طرفہ کارروائی کو مباہلہ کا نام دینا

مرزا غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف یکطرفہ بددعا کی اور اسے مولانا امرتسری کے قبول کرنے پر موقوف نہ رکھا بلکہ صاف لکھ دیا کہ یہ بددعا مولانا کے ہاں لکھنے پر موقوف نہیں معاملہ اب خدا کے ہاتھ میں ہے مولانا جو چاہیں لکھ دیں مرزا کی بددعا یہ تھی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے مرزا قادیانی کی یہ بددعا قبول ہو گئی اور مولانا امرتسری مرزا۔ کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔ ہمیں اس وقت اس قضیہ سے بحث نہیں کہ کیا ہوا ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قادیانیوں نے یکطرفہ بددعا کو مباہلے کا نام دے کر شعائر اسلام میں ایک اور نئی راہ قائم کی ہے مرزا طاہر کے ایک نمائندے نے روزنامہ جنگ لندن میں یہ بیان دیا ہے۔

جہاں تک ایک میدان میں اکٹھے ہو کر مباہلہ کرنے کا تعلق ہے ہم بارہا اعلان کر چکے ہیں کہ مباہلہ دعا کے ذریعہ خدا سے فیصلہ طلبی کا نام ہے اس کے

لیے کسی مخصوص مقام پر اجتماع ضروری نہیں۔ (جنگ ۶ اگست ۹۵ء)

قادیانیوں کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ مباہلہ کے لیے فریقین کی رضامندی ضروری نہیں یکطرفہ بددعا بھی مباہلہ ہے ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ مباہلہ میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آنا بھی ضروری نہیں اسے قادیانیوں کی اپنی شریعت تو کہا جا سکتا ہے لیکن شریعت محمدی میں مباہلہ کا کوئی ایسا تصور نہیں ہے۔ صدر محمد ضیاء الحق مرحوم نہ کبھی مرزا طاہر سے ملے اور نہ ان کے سامنے مرزا طاہر نے کوئی دعوت مباہلہ پڑھی بس ایک سازش کے تحت اس کا نام مباہلہ رکھ دیا گیا اور پھر مرحوم کی شہادت کا وہ سانحہ وجود میں آیا جس کے بارے میں آج سو فیصد مسلمان جانتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہوا ایک سازش کے تحت ہوا ہے یہ ہرگز کوئی آسمانی کاروائی نہ تھی مگر مرزا طاہر نے ۱۰ جون ۱۹۸۸ء کو جو پمفلٹ شائع کیا اس میں صریح طور پر اسلام کے موقف مباہلہ کا انکار کیا ہے۔

مرزا غلام احمد کے پہلے تینوں جانشین حکیم نور الدین، مرزا بشیر الدین محمود اور مرزا ناصر مرزا غلام احمد کے اس عہد کے پابند رہے اور انھوں نے کبھی کسی کو مباہلہ کی دعوت نہ دی مگر مرزا طاہر پہلا قادیانی سربراہ ہے جس نے مرزا غلام احمد کے اس معاہدے کو جو اس نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے سامنے کیا تھا کھلے طور پر مسترد کر دیا اور مرزا قادیانی کے اس بیان کو کہ وہ آئندہ کبھی علماء اسلام کو مخاطب نہیں کرے گا کھلے طور پر رد کر دیا۔

اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ مرزا طاہر نے اپنے دادا مرزا قادیانی کے بیانات اور تصریحات کا کتنا خون کیا ہے یہ بات قادیانیوں کے لیے قابل غور ہے ہمیں اس سے انکار نہیں کہ مرزا قادیانی کی اس تصریح کے باوجود مرزا طاہر نے علماء اسلام کو مخاطب کر کے خود اپنی موت کو دعوت دی تھی۔ مرزا

قادیانی جو لکھ چکا ہے اسے ملاحظہ کر لیں۔

الیوم قضینا ماکان علینا من التبلیغات...... و عزمنا ان لانخاطب العلماء بعد ھذہ التوضیحات...... وھذہ منا خاتمہ المخاطبات (انجام آتھم ص ۲۸۲)

(ترجمہ) آج ہم نے وہ سب ذمہ داریاں پوری کر دیں جو ہمارے ذمہ تھیں اور ہم نے عزم کر لیا ہے کہ اب ہم ان وضاحتوں کے بعد کبھی علماء کو مخاطب نہ کریں گے...... ہماری طرف سے یہ تحریر ان سے آخری مخاطبت ہے۔

مرزا غلام احمد کو معلوم نہ تھا کہ اس کا پوتا اس کے کیے اس عہد کو توڑے گا اور پھر وہ بھی علماء کے مقابلہ میں اتنا ناکام ہوگا جتنا اس کا دادا مسٹر ڈوئی کی عدالت میں عاجز اور کمزور رہا تھا۔

پھر جب علماء اسلام مرزا طاہر کو پھر ایک میدان میں آنے کے لیے للکارتے رہے اور اسے میدان مباہلہ میں آنے کی ہمت نہ ہوئی تو اس پر لاہوری قادیانی کہتے تھے کہ یہ دادا کی بددعا کا اثر ہے کہ اس ناخلف پوتے نے اس کا عہد کیوں توڑا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں ہی جھوٹے ہیں دادا ہو یا پوتا۔ لاہوری ہوں یا قادیانی۔ یہ فیصلہ وہ خود کریں کہ ان میں کون بڑا جھوٹا ہے اور کون بڑا ہے اور کون چھوٹا ہے۔

روزنامہ جنگ لندن کی ۳ اگست کی اشاعت میں مرزا طاہر کا بیان شائع ہوا تھا کہ جنرل ضیاء میرے مباہلے کا شکار ہوا ہے اور میں نے ۱۰ جون ۸۸ء کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے کہا تھا کہ خدا کی تقدیر تمہارے ٹکڑے کر دے گی تمہارا نام ونشان مٹا دے گی اور دنیا تمہیں ذلت و رسوائی سے یاد کرے گی۔

مثل مشہور ہے کہ ہر فرعونے را موسیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحبؒ کو ۳۲ سال پہلے ۱۹۶۳ء میں یہ عزت بخشی تھی کہ آپ کو ملک کی چار دینی جماعتوں نے مرزا بشیر الدین محمود سے مباہلہ کرنے کے لیے اپنا امیر مقرر کیا تھا اور آپ نے مرزا محمود کو مباہلہ میں آنے کی دعوت دی تھی مگر مرزا محمود نے کہا کہ میرے والد نے ہمیں مباہلہ میں آنے سے منع کر دیا ہے پھر مولانا چنیوٹیؒ نے چنیوٹ کے دو پلوں کے درمیان مرزا محمود کو ایک میدان میں آنے کی دعوت دی اور جب وہ نہ آیا تو مولانا منظور احمد رحمہ اللہ نے اس کے لیے دعائے مباہلہ پڑھی اور مرزا محمود اپنے باپ سے جا ملا پھر مولانا موصوف نے مرزا ناصر کو مباہلہ کی دعوت دی اس نے بھی مباہلہ سے انکار کر دیا کہ میرے باپ اور دادا دونوں نے ہمیں اس سے منع کیا ہے (کاش کہ وہ یہ بھی کہہ دیتا کہ انگریز ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بھی ہمیں اس سے روکا تھا) مولانا موصوف نے پھر مرزا ناصر کے لیے بھی وہیں چنیوٹ میں دو پلوں کے درمیان دعائے مباہلہ پڑھی اور وہ بھی اپنے باپ سے جا ملا۔ عرف عام میں تو یہ یکطرفہ بددعا ہے جو مولانا موصوف ہر سال ۲۶ فروری کو دعوت مباہلہ کے نام سے دو پلوں کے درمیان پڑھتے رہے۔

مرزا طاہر نے جو ۳ اگست کو یہ بے معنی بات کہی تھی کہ صدر ضیاء الحق مرحوم میرے مباہلے کا شکار ہوا ہے تو مولانا موصوف نے پھر سے مرزا طاہر کو ہائیڈ پارک لندن میں آنے اور آمنے سامنے ہو کر مباہلہ کرنے کی دعوت دی تھی اور آپ انگلینڈ کے کثیر تعدادی علماء کو اپنے ساتھ لے کر وقت مقررہ پر ہائیڈ پارک لندن تشریف لے گئے تھے اور وہاں بھی مرزا طاہر سامنے نہ آ سکا۔

ہمارے قارئین دیکھیں کہ مباہلہ کا جو طریقہ قرآن کریم میں مذکور ہے

مرزا غلام احمد یا مرزا طاہر نے کبھی اس طریقہ پر مسلمانوں کے سامنے آنے اور اپنے اوپر خدا کی عذاب لانے کی کوئی صورت اختیار کی؟ اس نے قرآن کے تجویز مباہلہ کے معنی بھی اس طرح بدلے جس طرح انھوں نے اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کو ایک دوسرے الحادی معنی دیے۔

آپ ہی فیصلہ کریں کہ جو شخص نہ صرف مسائل بدلے بلکہ تاریخی حقائق بھی بدلے اور پھر کہے کہ جو میری ان کتابوں کی تصدیق نہ کرے وہ حرام زادہ ہے کیا وہ کسی درجے میں خدائی خدمتگار ہوسکتا ہے؟ قادیانی نوجوان جو مرزا غلام احمد کو اپنا دینی پیشوا سمجھتے ہیں پھر سے سوچیں کہ کیا ایسا آدمی کوئی دینی پیشوا ہوسکتا ہے؟ قرآن پاک نے مباہلہ کی جو صورت نجران کے عیسائیوں کے سامنے رکھی اور وہ اسے قبول نہ کرپائے قرآن کریم پ۳ سورۃ آل عمران آیت ۶۱ میں مطالعہ کریں اور پھر غور کریں کہ مرزا طاہر نے اسے جو ایک نئی صورت دی ہے کیا کتاب وسنت میں اسکی کہیں بھی تائید ملتی ہے

ترمیم عقیدہ

مرزا غلام احمد کی تبدیلی عقائد کی افسوسناک داستان

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد.

قادیانی مرزا غلام احمد کو غیر تشریعی نبی کہنے کے لیے اس کی ترمیم شریعت کا تو انکار کرتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اسلام میں جسے شریعت کہا جاتا ہے وہ صرف ایک لائحہ عمل ہے عقیدہ اس سے بھی ایک آگے کی چیز ہے مسلمان جس نظام عبادت اور لائحہ شریعت پر چلے آ رہے تھے قادیانی کہتے ہیں مرزا صاحب نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی لیکن مرزا صاحب کی تبدیلی عقیدہ کو وہ کھلے بندوں تسلیم کرتے ہیں اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے عقائد میں تبدیلی قرآن و حدیث کی وجہ سے نہیں کی وہ اپنی وحی کی بناء پر اپنے پہلے عقائد سے ہٹا ہے اور پھر اسے قرآن و حدیث سے اپنے نئے عقائد کی تائید ملی ہے سو اب مرزا مسلمانوں کو اپنی نئی تعلیمات سے اپنے سلسلے میں آنے کی دعوت دے رہا ہے۔ حالانکہ وہ خود قرآن و حدیث کی وجہ سے ادھر نہیں لوٹا اپنی وحی سے وہ اپنے ان عقائد پر آیا ہے ہم اسے کہتے ہیں کہ ہم پر تو کوئی وحی نہیں آئی ہم اپنے پہلے عقائد کیوں چھوڑیں۔

ہمیں قرآن کریم میں کوئی ایسا نبی نہیں ملتا جس نے اپنے اوپر آنے والی وحی سے اپنے پہلے عقائد چھوڑے ہوں آج کی مجلس میں ہم مسلمانوں کے چند وہ عقائد ذکر کرتے ہیں جو پہلے مرزا غلام احمد کے بھی تھے مگر مرزا غلام احمد

نے ان میں تبدیلی کی ہم اس بات کونہیں مانتے کہ انھیں خدا کا حکم ملا تھا کہ اپنے ان عقیدوں کو تبدیل کرو۔ یہ چند اسکی اپنی راہ الحاد ہے جو اب کسی پر چھپی نہیں ہے بہرحال اس کے یہ چند عقائد دیکھیں جن میں سے وہ اس راہ الحاد پر چلا ہے

ا۔ تصلیب مسیح

پوری اسلامی تاریخ میں یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی صحابی کسی مجتہد، تابعی، کسی امام یا کسی محدث اور فقیہ نے یہ بات کہی ہو کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کو سولی پر لٹکایا گیا تھا (گو اس پر ان کی موت نہ ہوئی) مسلمان جس طرح اس کا انکار کرتے ہیں کہ یہودیوں نے انھیں قتل کیا ہو وہ اس بات کا بھی انکار کرتے ہیں کہ انھیں سولی پر لٹکایا گیا ہو وہ اپنے یہ دونوں عقیدے قرآن سے لیتے ہیں۔

وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم. (پ ٦ النساء ۱۵۷)

(ترجمہ) اور انھوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ اس کو سولی پر چڑھایا لیکن وہی (صلیب کی) صورت بن گئی ان کے سامنے۔

لیکن مرزا صاحب نے اب یہ نیا عقیدہ بنایا کہ ان کو سولی پر چڑھایا تو گیا تھا لیکن سولی پر ان کی جان نہیں نکلی۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ مرہم جو زخموں اور خون جاری کو روکنے کے لیے نہایت مفید ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے طیار کی گئی تھی اور واقعات سے ثابت ہے کہ نبوت کے زمانہ میں صرف ایک ہی صلیب کا حادثہ ان کو پیش آیا تھا...... اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ بچ گئے اور مرہم کے استعمال سے انھوں نے شفا پائی...... حضرت مسیح کو ابتلاء کے زمانہ میں جو صلیب کا ابتلا تھا حکم ہوا کہ کسی اور ملک کی طرف چلا جا کہ یہ شریر یہودی تیری نسبت بد ارادے رکھتے ہیں اور فرمایا کہ ایسا کر جو ان ملکوں سے دور نکل جا تجھ کو شناخت

کر کے یہ لوگ دکھ نہ دیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۸ طبع ۱۹۰۲ء)

جس وقت حضرت مسیح کا بدن صلیب کی کیلوں سے توڑا گیا اس زخم اور شکست کے لیے خدا نے مرہم عیسیٰ تیار کر دی تھی جس سے چند ہفتوں میں ہی حضرت عیسیٰ شفا پا کر اس ظالم ملک سے ہجرت کر کے کشمیر جنت نظیر کی طرف چلے آئے۔ (تریاق القلوب ص ۸ طبع ۱۹۰۲ء)

مرزا غلام احمد نے مسلمانوں کے عقیدہ کو چھوڑ کر یہ نیا عقیدہ اختیار کیا اب اگر کوئی کہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے اس عقیدے میں چھوڑ گئے تو یہ غلط بات نہیں ترمیم شریعت وہ نہ بھی کریں تو یہ کوئی بات نہ تھی۔ ترمیم عقیدت (تبدیل عقیدہ) تو اس سے بھی ایک بڑا اقدام تھا جو وہ کر گزرے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے بزور بازو انھیں سولی پر چڑھایا وہ اپنی خوشی سے سولی پر نہ آئے تھے عیسائیوں کا عقیدہ صلیب یہ ہے کہ حضرت مسیح بنی نوع انسان کی خیر خواہی میں سولی چڑھے اور اپنے خون سے وہ انسانوں کے گناہوں کو دھو گئے۔ اب مرزا غلام احمد کو بھی نوٹ کریں وہ حضرت عیسیٰ کو ظلماً سولی پر چڑھائے جانے کی بات کہتا ہے یا وہ اس بات کا مدعی ہے کہ حضرت عیسیٰ انسانوں کی خیر خواہی کے لیے سولی چڑھے۔ غلام احمد لکھتا ہے:

حضرت مسیح علیہ السلام وہ انسان تھے جو مخلوق کی بھلائی کے لیے صلیب پر چڑھے مگر خدا کے رحم نے ان کو بچا لیا اور مرہم عیسیٰ نے ان کے زخموں کو اچھا کر کے آخر کشمیر جنت نظیر میں ان کو پہنچا دیا۔ سو انھوں نے سچائی کے لیے صلیب سے پیار کیا اور اس طرح اس پر چڑھ گئے جیسا کہ ایک بہادر سوار خوش عنان گھوڑے پر چڑھتا ہے۔

(ایک عاجزانہ درخواست ملحق بہ تریاق القلوب ص ۳ رخ جلد ۱۵ ص ۴۹۸)

اس نبی نے سچائی کے لیے صلیب کو قبول کیا۔ (ص ۴۹۹)
عیسائیوں کا عقیدہ کفارہ یہیں سے جنم لیتا ہے کہ حضرت مسیح مخلوق کی بھلائی کے لیے (کہ ان کے گناہ دھوئے جائیں) سولی چڑھے مرزا غلام احمد یہاں یہودیوں کے موقف سے یکسر علیحدہ ہو کر حضرت عیسیٰ کے بطور کفارہ سولی چڑھنے کا عقیدہ اختیار کرتا ہے۔ یہ عقیدہ اہل اسلام کی پوری تاریخ میں کسی محدث اور فقیہ کا نہیں رہا۔ نہ اسے کسی مسلمان کا عقیدہ کہہ سکتے ہیں۔ غلام احمد اپنے اس موقف میں بالکل عیسائیوں کے ساتھ آ لگا ہے۔

۲۔ عقیدہ وفات مسیح

مرزا غلام احمد کا حضرت مسیح کے بارے میں پہلا عقیدہ وہی تھا جس پر مسلمان اب تک چلے آ رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اس وقت جب وہ مسلمانوں کے عقیدے پر تھا اور اس نے اپنی تبدیلی عقیدہ نہ کی تھی اپنے اسلامی عقیدہ کو اس طرح رکھا۔

مرزا غلام احمد کا اپنے اس پہلے عقیدے پر اصرار

مرزا غلام احمد اپنے عام الہامات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے:

واللہ قد کنت اعلم مذایام عدیدة اننی جعلت المسیح بن مریم وانی نازل فی منزله ولکن اخفیته نظراً الیٰ تاویله بل مابدلت عقیدتی وکنت علیها من المستمسکین وتوقفت فی الاظهار عشر سنین. (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۵۱ رخ جلد ۵)

(ترجمہ) خدا کی قسم میں کئی دنوں سے جانتا تھا کہ میں عیسیٰ بن مریم ٹھہرایا گیا ہوں اور یہ کہ میں ان کی جگہ اتارا گیا ہوں لیکن میں نے اپنی اس بات کو چھپائے رکھا کہ شاید اس کی کوئی اور مراد کھلے میں نے

اپنے پہلے عقیدے کو تبدیل نہ کیا اور میں اس میں اس پہلے عقیدہ پر رہا
اور میں نے اس کے اظہار میں پورے دس سال لے لیے۔

جب مرزا غلام احمد پر یہ بات کھل بھی گئی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم فوت ہو چکے ہیں اور اب اسے عیسیٰ بن مریم ٹھہرایا گیا ہے۔ تو بھی وہ پہلے مسلمانوں کے عقیدہ پر ہی رہا وہ لکھتا ہے:

واعلم ان الهامی لاغبار علیه ولا تلبیس ولا تخلیط و معذلک کان یقینی ان اعتقاد المسلمین فی نزول المسیح حق لاشبهة فیه ولا ریب فعسر علی تطبیقهما وکنت من المتحیرین۔ (ایضاً ۵۵۲)

(ترجمہ) اور میں جانتا تھا کہ میرے اس الہام پر کوئی غبار نہیں اور نہ اس میں کوئی دھوکہ اور ملاوٹ ہے اور اس کے باوجود میرا یقین تھا کہ مسلمانوں کا عقیدہ نزول مسیح حق ہے اور اس میں ہرگز کوئی شبہ نہیں سو ان دونوں باتوں میں تطبیق دینا مجھ پر مشکل ہو گیا اور میں ایک عجیب وادی حیرت میں گھرا ہوا تھا۔

پھر کیا تھا مرزا صاحب پر بارش کی طرح وحی ہوئی اور مرزا صاحب نے اپنا عقیدہ بدلا اس بدلے عقیدہ میں انھوں نے حضرت مسیح کو اس درجے میں رکھا کہ ان کے کئی ظہور تجویز کیے بلکہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کو بھی حضرت مسیح کا ہی ایک ظہور بتلایا۔ غلام احمد لکھتا ہے:

یہ ایک اسرار الٰہیہ میں سے ہے کہ جب کسی رسول یا نبی کی شریعت اس کے فوت ہونے کے بعد بگڑ جاتی ہے تب اس نبی کی روحانیت تقاضا کرتی ہے کہ کوئی قائم مقام اس کا زمین پر پیدا ہو اب غور سے اس معرفت کے دقیقہ کو سنو

کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دو مرتبہ یہ موقعہ پیش آیا کہ ان کی روحانیت نے قائم مقام طلب کیا۔

اول جبکہ ان کے فوت ہونے پر چھ سو برس گزر گیا اور یہودیوں نے اس بات پر حد سے زیادہ اصرار کیا کہ وہ نعوذ باللہ مکار اور کاذب تھا اور اس کا ناجائز طور پر تولد تھا اور اس لیے وہ مصلوب ہوا اور عیسائیوں نے اس قدر غلو کیا کہ وہ خدا تھا اور خدا کا بیٹا تھا اور دنیا کو نجات دینے کے لیے اس نے صلیب پر جان دی یہ مسیح ناصری کی روحانیت کا پہلا جوش تھا جو ہمارے سید ہمارے مسیح خاتم الانبیاء ﷺ کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا۔

پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اس وقت جوش میں آئی کہ نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم اور اکمل طور پر آ گئی۔ پس اس زمانہ میں دوسری مرتبہ حضرت مسیح کی روحانیت کو جوش آیا اور انھوں نے دوبارہ مثالی طور پر دنیا میں اپنا نزول چاہا...... وہ نمونہ مسیح علیہ السلام کا روپ بن کر مسیح موعود کہلایا کیونکہ حقیقت عیسویہ کا اس میں حلول تھا...... پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آ کر جلالی طور پر اپنا نزول پائے گی تب ایک قہری شبیہ میں اس کا نزول ہو کر اس زمانہ کا خاتمہ ہو جائے گا تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی امت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے مسیح کی روحانیت کے لیے یہی مقدر تھا کہ تیسری مرتبہ دنیا میں نازل ہو۔ (دافع الوساوس آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۶)

قارئین کرام! مرزا غلام احمد نے حضرت مسیح کی روحانیت کے یہ تین نزول جو بیان کیے ہیں ان میں تیسرا نزول کب ہوگا۔ (۱) پہلا تو وہ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری بتلاتا ہے۔ (۲) دوسرا وہ اپنے آپ کو ٹھہراتا ہے (۳) تاہم وہ تیسرے کا (دنیا کے آخر میں آنے کا) منتظر ہے جس کی خبر وہ پہلے

ازالہ اوہام میں دے چکا تھا۔ وہ لکھتا ہے۔

ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور عزت کے لباس میں آیا ہے اور جبکہ یہ حال ہے تو پھر علماء کے لیے اشکال ہی کیا ہے ممکن ہے کسی وقت ان کی یہ مراد بھی پوری ہو جائے۔ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۹۷ رخ جلد ۳)

یہاں پھر قادیانی مرزا غلام احمد کے پہلے عقیدے کے کچھ قریب ہو جاتے ہیں اور اپنے ہاں بھی وہ ایک منتظر کی خبر دیتے ہیں وہ آنے والا ایک جلالی شان کے ساتھ آئے گا ظاہر ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کا تو کوئی جانشین نہ ہوگا اور نہ وہ دنیا کے مختلف ملکوں میں در بدر پھرے گا کہ کوئی اسے اپنے ہاں پناہ دے۔

ہم اس وقت اس مسئلے سے بحث نہیں کر رہے یہ ساری بحث مرزا غلام احمد کے تبدیلی عقیدہ پر ہو رہی ہے۔ وہ اپنے ان عقائد میں مسلمانوں کے عقائد سے اتنا دور نکل گیا ہے کہ اب اس منتظر کے آنے سے پہلے یہ لوگ مسلمانوں کے عقیدہ پر کہیں آتے دکھائی نہیں دیتے ہیں انھیں چاہیے کہ اس منتظر کے آنے تک مسلمانوں سے مسیح کی آمد ثانی پر زیادہ بحث کر کے لوگوں کی تضییع اوقات نہ کریں۔

ختم نبوت کے عقیدہ میں بھی ترمیم کی گئی

مسلمانوں میں یہ عقیدہ شروع سے چلا آ رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد ہر دعویٰ نبوت کفر ہے مرزا غلام احمد کا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا امام طحاوی (۳۲۸ھ) کے لفظ کل پر نظر رکھیں۔

وكل دعوة بعده عليه السلام بغي وهوى وهو المبعوث الى الجن وكافة الورىٰ (عقیدہ طحاویہ)

اب دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری کی عبارت بھی دیکھیں۔

ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کفر بالاجماع.

(شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲)

مرزا غلام احمد کا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا یہ کوئی نظری بات نہ تھی پوری امت نے اجماعاً اس عقیدے کو قبول کر رکھا ہے۔ غلام احمد خود لکھتا ہے کہ اس کا انکار کفر ہے اور یہ کہ حضور کے بعد جو مدعی نبوت ہو وہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین وھا انی لا اصدق الھاماً من الھا ماتی الا بعد ان اعرضہ علی کتاب اللّٰہ واعلم انہ کلما یخالف القرآن فھو کذب والحاد وزندقۃ فکیف ادعی النبوۃ وانا من المسلمین.

(حمامۃ البشری ص ۸۰ رخ جلد ۷ ص ۲۹۷)

(ترجمہ) اور یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں نبی ہونے کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں کے ساتھ جا ملوں اور میں اپنے الہامات میں سے بھی کسی الہام کی تصدیق نہیں کرتا جب تک کہ اسے کتاب اللہ پر پیش نہ کروں میں جانتا ہوں کہ ہر چیز جو قرآن کے خلاف ہو وہ جھوٹ ہے اور الحاد ہے اور زندقہ ہے اور میں کیسے نبی ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہوں۔ دریں حال کہ میں مسلمان ہوں۔

دیکھئے یہاں مرزا غلام احمد نے کہیں یہ قید نہیں لگائی کہ تشریعی نبوت کا دعویٰ ہی کفر والحاد اور زندقہ ہے حضور ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبوت جاری ہے۔ استغفر اللہ۔

مرزا غلام احمد نے اپنے اس اسلامی عقیدہ میں قرآن و حدیث کے باعث کوئی تبدیلی نہ کی وہ برابر اسی عقیدہ پر تھا یہاں تک کہ جبراً وحی نے اس سے تبدیلی کرائی اور اب اس کا عقیدہ یہ بنا کہ حضرت خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی جدید شریعت لے کر تو نہیں آ سکتا البتہ حضرت خاتم النبیین کے تابع غیر تشریعی نبی اور بھی آ سکتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کے چودہ سو سال سے چلے آنے والے عقیدہ میں ایک کھلی ترمیم تھی مرزا نے اسلام کے اس عقیدے میں ترمیم قرآن اور حدیث کی کسی نص سے نہیں کی اپنی وحی سے کی ظاہر ہے کہ یہ وحی ربانی نہیں ہو سکتی جو چودہ صدیوں کے اجماعی عقیدہ کو غلط ٹھہرائے اور یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ شیطانی وحی سے قطعیات اسلام میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔

مرزا غلام احمد کے اس پہلے اور پچھلے عقیدہ میں کتنا فاصلہ رہا

غلام احمد کے پہلے عقیدہ میں اس کی صراحت ہے کہ اس سے نکلنا اسلام سے نکلنا اور ایک دوسری قوم (کفار) میں جا شامل ہونا ہے۔ اب مرزا صاحب جو دوسرے عقیدہ پر آ گئے اور کافروں سے جا ملے تو ظاہر ہے کہ ان کے ان دونوں عقیدوں میں خود ان کے الفاظ میں بھی کفر و اسلام کا فاصلہ قائم ہو گیا۔ اب یہ بات ہمارے قارئین کے سوچنے کی ہے کہ کبھی کسی نبی کے پہلے اور دوسرے عقائد میں کفر و اسلام کے فاصلے کو جگہ دی جا سکتی ہے اور یہ کہ کیا کوئی نبی اپنے پہلے عقیدے میں کبھی کافر بھی رہا ہے کہ اسے پھر اس کی وحی نے کفر سے نکالا ہو نبی کی کسی پہلی اور پچھلی رائے میں اجتہادی فاصلے تو ہو سکتے ہیں لیکن ان میں کفر و اسلام کے قطعی فاصلے کبھی راہ نہیں پا سکتے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کبھی کسی نبی سے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی کفر صادر نہیں ہوا۔

عقائد اسلام میں مرزا غلام احمد کی ایک اور تبدیلی

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس امت میں سب سے اونچا درجہ حضرت ابوبکر صدیق کا مسلم رہا ہے بارھویں صدی کے مجدد حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) العقیدۃ الحسنہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے اونچا درجہ حضرت ابوبکر صدیق کا ہے اور اس پر بارہ سو سال سے حضور ﷺ کی پوری امت کاربند چلی آ رہی ہے۔

مرزا غلام احمد کے ہاں مسیح موعود مسیح ناصری نہیں اس امت کا ایک فرد ہوگا اب ظاہر ہے کہ اس صورت میں افضل ترین امت وہ ہوگا نہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اب دوسری طرف دیکھئے پورے اسلامی لٹریچر میں (وہ حدیث کی کتابیں ہوں یا عقائد کی) سب میں فضائل کے باب اس طرح باندھے گئے ہیں حضور اکرم ﷺ کے بعد فضائل ابی بکرؓ فضائل عمر فضائل عثمانؓ اور فضائل علیؓ کے ابواب اسی ترتیب سے ہیں لیکن قادیانیوں نے امت کے اس چودہ صدیوں کے عقیدے میں یہ ترمیم کی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد اب مسیح موعود ہی افضل ترین امت ٹھہرتے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ دوسرے نمبر پر آ جاتے ہیں بعض قادیانی دوسرے نمبر پر حضرت ابوبکرؓ کو نہیں بھیرہ کے حکیم نور الدین کو سمجھتے ہیں۔

۴۔ عقائد اسلام میں قادیانیوں کی ایک اور تبدیلی

اسلام میں تین بقع ہائے ارض افضل ترین قطعات ارض ہیں اور ان میں ایک میں پڑھی نماز لاکھ نمازوں کے برابر اور دوسری دو جگہوں میں پڑھی نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے مکہ و مدینہ اور بیت المقدس صفحہ زمین کے بہترین قطعات ہیں مرزا غلام احمد کے عقیدے میں مکہ اور مدینہ کے ساتھ تیسری جگہ قادیان ہے وہ کہتا ہے میں نے کشف میں قرآن میں یہ تین نام مکہ، مدینہ اور قادیان لکھے دیکھے ہیں اور اس نے خدا کے نام پر یہ آیت گھڑی ہے۔

انا انزلناہ قریباً من القادیان.

مسلمانوں کے عقیدے میں تبدیلی کر کے ان کے ہاں اب بیت المقدس کی بجائے قادیان کو اس فضیلت کا مرکز قرار دیا گیا ہے اور پوری قادیانی قوم اسے دارالامان کا نام دیتی آئی ہے پرانے قادیانی مناظر مولوی غلام رسول راجیکی کا یہ ولولہ عقیدت ملاحظہ ہو۔

یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالامان رہے گا

اب انکے ہاں قادیان ایک نیا بقعہ مقدس انکے عقیدے کا جز ہے کیا یہ شریعت پر ایک اضافہ نہیں ہے

۵۔ عقیدہ میں دو نئے فرشتوں کا اضافہ

اسلامی عقیدہ میں آٹھ فرشتے جنھیں حملۃ العرش کہا جاتا ہے (جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں) معروف ہیں اور قرب باری میں حاضری پائے ہوئے چار مقرب ترین فرشتے ہیں حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، حضرت عزرائیل اور حضرت روح الامین جبریل علیہم السلام اور ان چار میں سے سب سے اقرب حضرت جبریل امین ہیں۔

ویحمل عرش ربک یومئذ ثمانیہ.

مرزا غلام احمد نے قادیانی عقیدہ میں دو اور فرشتوں کا اضافہ کیا ہے۔
(۱) ایک حضرت درشنی علیہ السلام اور دوسرا حضرت ٹیچی علیہ السلام یہ دونوں فخر عجم ہیں کیونکہ ان دونوں کے نام ہندی اور انگریزی ہیں۔ درشنی کا معنی ہے لوگ جس کے درشن کے خواہشمند رہیں اور ٹیچی وہ جو آ کر نبی کو کوئی بات سکھائے۔ ٹیچ کرنا پڑھانے کو کہتے ہیں لفظ ٹیچر اسی سے بنا ہے۔ قرآن پاک میں علمہ شدید القوی

اس فرشتے کا تعارف ہے جو حضور ﷺ کی خدمت میں آتا تھا۔ مرزا غلام احمد ٹیچی کا معنی اور بتاتے رہے یعنی ٹچ پہنچنے والا فوراً پہنچنے والا غالباً ان کا ذہن ٹچ بٹن کی طرف چلا گیا ہوگا جو فوراً لگ جاتا ہے۔

مرزا صاحب کے دعوے نبوت سے پہلے حضرت درشنی علیہ السلام اور حضرت ٹیچی علیہ السلام پر ایمان لانا ضروری نہ تھا اب مرزا صاحب کے آنے سے اسلامی عقیدہ میں اضافہ ہوا کہ ان پر ایمان لانا بھی ضروری ہو گیا ہے۔ یہ بھی شریعت میں ایک نیا اضافہ ہے

مسیح موعود دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے اترے گا

مسیح موعود کی خاص علامتوں میں لکھا ہے کہ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے گا مرزا صاحب لکھتے ہیں دو فرشتوں سے مراد اس کے لیے دو قسم کے غیبی سہارے ہیں جن پر ان کی اتمام حجت موقوف ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۰۹ رخ جلد ۲۲ ص ۳۲۱)

پھر آگے جا کر حضرت ٹیچی علیہ السلام کا آنا اس طرح بیان کرتے ہیں۔

۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا ہے میرے سامنے آیا اور بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا میں نے اس کا نام پوچھا اس نے کہا نام کچھ نہیں میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا۔ اس نے کہا میرا نام ہے ٹیچی...... ٹیچی پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین ضرورت کے وقت آنے والا تب میری آنکھ کھل گئی۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۳۲ رخ جلد ۲۲ ص ۳۴۶)

ٹیچی پنجابی لفظ نہیں نہ ٹیچر پنجابی لفظ ہے

یہ ٹیچی روپیہ دینے کیسے آ گیا مرزا صاحب کو روپیہ دینے کے لیے تو

کسی انگریز کو آنا چاہیے تھا ہم اس پر کچھ کہنا نہیں چاہتے لیکن ایک دوسرے موقعہ پر ایک انگریز بھی آ گیا مرزا صاحب اس کے حسن میں گھر گئے اس پر اس نے اپنا نام درشنی بتایا یعنی دیکھنے والے اسے دیکھنے کے منتظر رہیں مرزا صاحب اپنا ۱۸۷۶ء کا ایک کشف اس طرح لکھتے ہیں۔

انہی دنوں میں نے ایک نہایت خوبصورت مرد دیکھا اور میں نے اسے کہا کہ تم ایک عجیب خوبصورت آدمی ہو تب اس نے اشارہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ میں تیرا بخت بیدار ہوں (یعنی میں آدمی نہیں ہوں) اور میرے اس سوال کے جواب میں کہ تو عجیب خوبصورت آدمی ہے اس نے جواب دیا کہ ہاں میں درشنی آدمی ہوں (یعنی فرشتہ ہوں) (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۲۱۵ رخ جلد ۳ ص ۲۰۶)

ایک فرشتہ کو میں نے بیس برس کے نوجوان کی شکل میں دیکھا ایک صورت اس کی مثل انگریزوں کے تھی اور وہ کرسی لگائے ہوئے بیٹھا تھا میں نے اس سے کہا آپ بہت خوبصورت ہیں اس نے کہا ہاں میں درشنی ہوں۔ (تذکرہ ماخوذ از قادیانی مذہب فصل ششم ص ۲۳ ص ۳۰۳)

حضرت ٹیچی اور حضرت درشنی علیہما السلام پر ایمان لانا ضروری ہوگیا؟

یہ سوال مرزا بشیرالدین محمود سے کہا گیا تو اس نے کہا کہ جب یہ دو نام حضرت مسیح موعود نے ذکر کیے ہیں تو ان پر ایمان لانا کیوں ضروری نہ ہوگا ہم تو ان قصابین پر بھی ایمان رکھتے ہیں جنھوں نے حضرت مسیح موعود کے کہنے پر سینکڑوں بھیڑوں پر چھریاں چلا دی تھیں ہمارے مخالف بھی تو کروبین پر ایمان رکھتے ہیں ہم قصابین پر ایمان رکھیں یہ کونسی زیادتی ہوگی۔ (تذکرہ محمود)

مرزا غلام احمد کی وحی میں قصابین فرشتوں کا ذکر

یہ ۱۸۷۴ء کی وحی ہے...... تب میں ان کے نزدیک گیا اور میں نے

قرآن شریف کی آیت پڑھی میرا یہ کہنا ہی تھا کہ فرشتوں نے سمجھ لیا ہمیں اجازت ہو گئی ہے میرے منہ کے لفظ خدا کے لفظ تھے۔ تب فرشتوں نے جو قصابوں کی صورت میں بیٹھے تھے۔ فی الفور اپنی بھیڑوں پر چھریاں پھیر دیں۔ ان (قصابین) فرشتوں نے سختی سے ان بھیڑوں کی گردن کی تمام رگیں کاٹ دیں اور کہا کہ تم چیز کیا ہو؟

گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی تو ہو۔

(تذکرہ مجموعہ الہامات وکشوف ورویاء ص ۱۹)

فرشتوں کے بارے میں مسلمانوں اور قادیانیوں کا ایک اور اختلاف

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ فرشتے کبھی جھوٹ نہیں بولتے قرآن کریم میں ہے۔

لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون مایومرون. (پ ۲۸ التحریم ۶)

(ترجمہ) وہ نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو وہ انھیں فرمائے اور وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انھیں حکم دیا جائے۔

مگر مرزا غلام احمد کے بیان کے مطابق یہ کبھی جھوٹ بھی بول دیتے ہیں۔ حضرت ٹیچی علیہ السلام کبھی جھوٹ بھی بول لیتے تھے پہلے انھوں نے کہا کہ میرا نام کچھ نہیں پھر کہا کہ میرا نام ٹیچی ہے مرزا غلام احمد لکھتے ہیں۔

اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا میں نے اس کا نام پوچھا اس نے کہا نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا آخر کچھ تو ہوگا اس نے کہا میرا نام ہے ٹیچی۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۲۱ رخ جلد ۲۲)

ہو سکتا ہے اس نے اللہ رب العالمین سے جبریل کے بارے میں سنا ہو علمہ شدید القویٰ اور اسی مناسبت سے اس نے اپنا نام ٹیچی رکھ لیا ہو اور پہلے

واقعی اس کا کوئی نام نہ ہوتا ہم اس بحث میں ہم نہیں جاتے۔

قاضی محمد یوسف قادیانی لکھتا ہے۔

قرآن میں نزول جبریل بہ پیرایہ وحی صرف حضرت محمد ﷺ کے واسطے ثابت ہے...... دوسرے انبیاء کے واسطے جبریل کا نزول از روئے قرآن و حدیث ثابت نہیں...... وحی کے ساتھ فرشتہ ضرور آتا ہے خواہ اس کو کوئی دوسرا فرشتہ کہو۔ (النبوۃ فی الاسلام ص ۳۰ رسالہ احمدی بابت ۱۹۱۹ء نمبر ۵۔۶۔۷)

تاہم مرزا غلام احمد کے امت مسلمہ کے سے عقائد نہیں رہے۔ مرزا غلام احمد نے امت مسلمہ کے پہلے چودہ سو سال کے عقائد میں واقعی تبدیلی کی ہے اور اس نے قرآن و حدیث کے جو نئے مفاہیم اختیار کیے وہ اس نے قرآن و حدیث سے نہیں لیے بلکہ انھیں اس نے اپنی وحی سے اخذ کیا ہے اور وحی کا یہ عمل بھی اس پر جبراً تھا طوعاً نہ تھا وہ تو امت مسلمہ کو کسی طرح ناراض نہ کرنا چاہتا تھا حتیٰ کہ اس نے اپنی وحی سے نبی ہونے کی خبر پانے کے باوجود ایک دفعہ اپنی نبوت سے پیچھے ہٹنے کا بھی ارادہ کر لیا تھا افسوس کہ اس فیصلہ پر بھی وہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا اور وہ اپنی وحی کے ہاتھوں نبی بننے پر مجبور کر دیا گیا۔ وہ گھڑی اس پر کتنی حیرت افزا ہوگی جب وہ لوگوں کو اپنی نبوت پر کاٹا لگانے کا مشورہ دے رہا تھا وہ لکھتا ہے:

اپنی وحی سے بو کاٹا کے عقیدے پر لوٹنا

میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ

لیں کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے...... دوسرا پیرایہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا قبول فرمالیں۔ (تبلیغ رسالت جلد ۳ اشتہار نمبر ۷۸ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۳۱۴)

نبوت کی اس بوکاٹا کی مثل ایسی چلی کہ اب تک پنجاب میں پتنگ کٹنے پرلڑکے بوکاٹا کے الفاظ دہراتے ہیں اور بوکاٹا کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہیں۔

بعض قادیانیوں نے مرزا غلام احمد سے پوچھا کہ ہندو اکثریت کے اس ملک میں ہم ایک چھوٹے سے قصبہ کو کیسے دارالامان بنا سکیں گے مرزا صاحب نے انھیں مطمئن کرنے کے لیے ایک یہ پیشینگوئی کردی۔

ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہوکر مسلمانوں کو اس ملک سے نکال دیں یا مسلمان اکٹھے ہوکر ہندوؤں کو جلاوطن کردیں گے بلکہ اب تو ہندو مسلمانوں کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے اگر ایک پر کوئی تباہی آوے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائے گا۔ (پیغام صلح ص ۸ رخ جلد ۲۳ ص ۴۴۳)

جب مرزا صاحب یہ پیشگوئی کر رہے تھے ان کو یہ علم نہ تھا کہ آئندہ اس دوقومی اختلاف میں ملک بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا اور پھر دو خطوں میں بڑے پیمانے پر جنگیں بھی ہوں گی اور لوگ ان کی اس پیشگوئی کو ایک مذاق کے سوا اور کچھ نہ سمجھیں گے۔

بہرحال اس پیشگوئی سے وہ لوگ مطمئن ہو گئے جو قادیان کو دارالامان اس لیے نہ مان رہے تھے کہ ہوسکتا ہے کہ یہاں کسی وقت ہندو یلغار کریں اور ہمیں یہاں اپنے گھروں سے نکلنا پڑے۔

مرزا بشیر احمد نے جب مرزا صاحب کی حدیثیں سیرت المہدی میں تین حصوں میں شائع کی تو سر ٹائٹل لکھا از قادیان دارالامان کہ یہ اس نبی کی احادیث ہیں جس کو خدا یہ خبر دے چکا کہ یہاں کا امن کبھی برباد نہ ہوگا قادیان آسمانوں میں ہمیشہ کے لیے دارالامان قرار دیا جا چکا ہے۔

یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالامان رہے گا

مگر افسوس کہ سکھوں نے نہایت سختی کی اور بقول مرزا بشیر الدین محمود خدا کے اس وعدے کو کہ قادیان ہمیشہ دار الامان رہیگا ایک ہی حملے میں تارتار کر دیا اور مرزا بشیر الدین محمود قادیان سے لاہور کی طرف چل پڑے۔

اقامۃ البرہان
علی ان القادیان لیس بدارالامان

الحمدلله و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفی اما بعد.

مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور نے قادیان کو دارالامان کا نام دیا ابھی اس کی وفات پر چالیس سال بھی نہ گزرے تھے کہ اس کے جانشین مرزا بشیرالدین محمود کو ۱۹۴۷ء میں اپنے اعوان و انصار کے ساتھ قادیان سے نکلنا پڑا اور پوری دنیا نے دیکھا کہ وہ ان کے لیے دارالامان نہ رہا تھا۔ یہ مرزا غلام احمد کے کذب پر ایک بڑی روشن دلیل ہے خدا نے جس بستی کو بلدالامان کہا ہو اس پر سکھوں کی اس طرح یلغار نہ ہو سکتی تھی جیسا کہ اس وقت ہوئی۔ آج کی مجلس میں ہم اس موضوع پر کچھ حقائق ہدیہ قارئین کرتے ہیں **واللّٰہ ھو الموفق لما یحبہ و یرضی بہ.**

انگریزی دور حکومت میں ہندوستان میں صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور میں قصبہ قادیان انگریز حکومت کے وفاداروں کی ایک معروف بستی تھی۔ وہاں کے مرزا غلام مرتضٰی نے ۱۸۵۷ء میں انگریز حکومت کی بہت مدد کی تھی مرزا غلام مرتضٰی کے بیٹے مرزا غلام احمد نے جب دعویٰ نبوت کیا تو اسے انگریزی عملداری میں پورا یقین تھا کہ اتنے بڑے دعوے کے باوجود اس کے مخالفین یہاں کبھی اس پر یلغار نہ کر سکیں گے اس نے اپنی اس بستی کو حکومت کے پورے اعتماد سے دارالامان قرار دیا اور یہیں تک نہیں اسے مکہ و مدینہ کے برابر

تیسرا مقدس مقام ٹھہرایا اور دعویٰ کیا کہ قرآن کریم میں بھی یہ نام موجود ہے قادیان کے ناظر اعلیٰ کا ایک مضمون ۱۹۲۱ میں الفضل میں چھپا تھا۔ وہ ملاحظہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قادیان کی بستی کو اپنے نبی کی زبان پر دارالامان کا خطاب بخشا ہے چنانچہ فرمایا۔

ومن دخلہ کان امنا (پ ۴ آل عمران ۹۷)

جو یہاں آیا وہ ہمیشہ کا امن پا گیا۔ (الفضل جلد ۸ نمبر ۱۲۸......۲ مئی ۱۹۲۱ء)

اب ان کے نزدیک یہ قادیان مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ قرار پایا۔ مرزا بشیر الدین محمود نے ۵ جون ۱۹۳۲ء میں قادیان میں اپنی ایک تقریر میں کہا تھا۔ حضرت مسیح موعود کا یہ جو الہام ہے کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں اس کے متعلق ہم تو یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں نام قادیان کے ہیں۔

(الفضل جلد ۲۰ ص ۸۰ مئی ۱۹۳۲ء)

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ مکہ اور مدینہ سے اب پہلی برکات اٹھ چکی ہیں اور اب وہ قادیان ضلع گرداسپور میں آ گئی ہیں

ہم اس بحث میں نہیں جاتے کہ مرزا غلام احمد کی موت لاہور میں ہوئی قادیان میں نہیں لیکن ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ غلام احمد نے قادیان کو نہ صرف دارالامان کہا بلکہ اسے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے برابر لا کھڑا کیا اور یہاں تک کشف میں دیکھا کہ یہ نام (معاذ اللہ) قرآن شریف میں درج ہے

مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

اس وقت عالم کشف میں میرے دل میں اس بات کا یقین تھا کہ قرآن شریف میں تین شہروں کا ذکر ہے۔ یعنی مکہ اور مدینہ اور قادیان کا۔ اس بات کو قریباً بیس برس ہو گئے۔ (خطبہ الہامیہ ص ۲۰ رخ جلد ۱۶ ص ۲۰)

اور پھر اپنے اس کشف کو ہر شک سے بالا قرار دیا۔ وہ لکھتا ہے۔
پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے۔ (ص ۲۱)
روئیداد جلسہ دعا میں جو ۲ فروری ۱۹۰۰ء میں قادیان میں منعقد ہوا اس کے ٹائٹل پر لکھا ہے۔
''مرزا غلام احمد مسیح موعود مہدی مسعود کی تحریک پر دارالامان قادیان میں بتاریخ ۲ فروری ۱۹۰۰ء میں منعقد ہوا۔''
از فیوض آسمان آراستہ دارالامان...... شد منور خلق و عالم نیز از گرد و جوار (رخ جلد ۱۵ ص ۶۳۲)
جب مرزا غلام احمد نے خود اسے (قادیان کو) دارالامان کہا اور اپنے ماننے والوں کو یقین دلایا کہ یہ نام قرآن کریم میں موجود ہے تو پھر مرزا غلام احمد کے پیرو اسے اسی پیرایہ میں قادیان کی گلیوں میں پڑھتے سنے گئے
زمین قادیاں اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے
مرزا غلام احمد کے پیرو (مولوی) غلام رسول آف راجیکی کے یہ اشعار بھی ملاحظہ ہوں۔

یہ قادیاں ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے، یہ وعدہ یہ بلدہ دارالامان رہے گا
ہزاروں آئیں عذاب دنیا میں لاکھوں برباد شہر بھی ہوں
مگر یقیناً یہ شہر احمد نبی بہ حفظ و امان رہے گا

(الفضل قادیان جلد ۲۳ نمبر ۹ بتاریخ ۱۱ جولائی ۱۹۳۵ء)
اب اس تصویر کا ایک یہ رخ بھی دیکھئے۔
قادیانیوں کا مقصد قادیان کو یہ درجہ دینے سے قادیان کو اٹھانا تھا یا اس

سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مقامات مقدسہ کو گرانا تھا؟ ان کا پہلا عنوان اسے عرب کے برابر کرنا تھا عرب کی ایک اپنی روشن تاریخ تھی اس کے مقابل انگریزی عملداری کے قادیان کو کھڑا کرنا اس کے پیچھے امت مسلمہ کے مستقبل کو داؤ پر لگانے کا ایک خطرناک منصوبہ تھا پہلے اس پر غور کیجئے ازاں بعد ان کی سازش تھی کہ مکہ و مدینہ کو ویرانے بتلا کر قادیان کو پوری دنیا کی ناف بتلایا جائے پہلے عرب وعجم کا یہ تقابل ملاحظہ ہو۔

عرب نازاں ہے گر ارض حرم پر
تو ارض قادیاں فخر عجم ہے

(الفضل قادیان جلد ۲۰ نمبر ۶ مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۲ء)

کعبہ کو ہندوستان میں لانے کی ایک یہ صدا بھی ملاحظہ ہو۔

اے قادیاں اے قادیاں تیری فضائے نور کو
دیتی ہے ہر دم روشنی جو دیدہ ہائے حور کو
میں قبلہ و کعبہ کہوں یا سجدہ گاہ قدسیاں
اے تخت گاہ مرسلاں
اے قادیاں اے قادیاں

(الفضل قادیان جلد ۲۰ نمبر ۲۳، ۱۸ اگست ۱۹۳۲ء)

اس کے ساتھ مرزا بشیرالدین محمود کا یہ بیان بھی پڑھ لیں۔

میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔

(الفضل قادیان جلد ۲۰ نمبر ۷۱، ۱۲ دسمبر ۱۹۳۲ء)

جب قادیانی اس عقیدے پر آ گئے تھے تو پھر مرزا محمود نے مکہ مکرمہ اور

مدینہ منورہ کو ان برکات سے اس طرح خالی کیا۔

اب مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔

(حقیقۃ الرویا ص ۴۸)

مرزا محمود نے اس میں اپنے باپ کی بھی تردید کر دی جس نے سلطنت عثمانیہ میں بھی مکہ اور مدینہ کی تقدیس کا اقرار کیا تھا غلام احمد سلطان مرحوم کے بارے میں لکھتا ہے:

ہم کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ ایسے شخص سے جس کی ظل حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کی حفاظت کے نیچے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں (مکہ اور مدینہ) کو سپرد کر رکھا ہے۔ (کتاب البریہ رخ جلد ۱۳ ص ۲۲۶)

باپ نے تو صرف اتنی زیادتی کی تھی کہ قادیان کو مکہ و مدینہ کے برابر لے آیا ہے بیٹے نے سرے سے مکہ و مدینہ کی تقدیس کو ختم کر دیا اور ان کے فیض رواں کے چشمے خشک کر دیے۔

اس قسم کے بیانات سے ہندوؤں سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا وہ رعب اٹھ گیا جو وہ ہندوستان کی مسلم حکومتوں کے ماتحت صدیوں سے محسوس کرتے آرہے تھے یہ اسی طرح تھا جس طرح انگریزی عملداری میں ہندوستان کے نوجوان لندن کی عظمت وصولت کو اپنے ذہنوں میں بسائے ہوئے تھے۔

قادیانیوں کے اس موقف نے ہندوستان کے ہندوؤں کو عرب اور مکہ و مدینہ کے رعب وعظمت سے یکسر خالی کر دیا گویا اسلام اب عرب سے نکل کر ہندوستان میں آبسا ہے۔ اب ہندوؤں کا مسلمانوں سے برتاؤ وہ پہلے جیسا نہ رہا نہ وہ یہاں پہلے کی طرح مسلمانوں کے ساتھ رہتے تھے۔ یہاں تک کہ یہاں

کے مسلمان اپنے لیے ایک علیحدہ خطہ ہند مانگنے پر مجبور ہوئے۔ اس خطے نے پھر پاکستان کا نام پایا۔

قادیانیوں کے قادیان کو دارالامان بتانے کو ہندوؤں نے کس قدر پسند کیا اسے ڈاکٹر شنکر داس کے اس بیان میں دیکھیں جو ہندوؤں کے اخبار بندے ماترم میں اپریل ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا موصوف لکھتے ہیں۔

سب سے اہم سوال جو اس وقت ملک کے سامنے درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کسی طرح قومیت کا جذبہ پیدا کیا جائے کبھی ان کے ساتھ سودے، معاہدے اور پیکٹ کیے جاتے ہیں کبھی لالچ دے کر ساتھ ملانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کبھی ان کے مذہبی معاملات کو سیاسیات کا جزو بنا کر پولیٹیکل اتحاد کی کوشش کی جاتی ہے مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ہندوستانی مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کیے بیٹھے ہیں اور وہ ہر جگہ عرب کے ہی گیت گاتے ہیں اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دے دیں۔

اس تاریکی میں اس مایوسی کے عالم میں ہندوستانی قوم پرستوں اور محبان وطن کو ایک ہی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے اور وہ آشا کی جھلک احمدیوں کی تحریک ہے جس قدر مسلمان احمدیت کی طرف راغب ہوں گے وہ قادیان کو اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے اور آخر میں محب ہند اور قوم پرست بن جائیں گے مسلمانوں میں احمدیہ تحریک کی ترقی ہی عرب تہذیب اور پان اسلام ازم کو ختم کر سکتی ہے۔

آگے جا کر شنکر داس لکھتا ہے:

جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہو جانے پر اس کی شردھا اور عقیدت رام کرشن، وید، گیتا اور رامائن سے اٹھ کر قرآن اور عرب بھومی میں منتقل ہو جاتی

ہے اسی طرح جب کوئی مسلمان احمدی بن جاتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے علاوہ بریں جہاں اس کی خلافت پہلے عرب اور ترکستان میں تھی اب وہ خلافت قادیان میں آ جاتی ہے اور مکہ اور مدینہ اس کے لیے روایتی مقامات مقدسہ رہ جاتے ہیں۔

ڈاکٹر شنکرداس کے اس بیان کو جناب پروفیسر الیاس برنیؒ نے بھی قادیانی مذہب کی پانچویں اشاعت میں اس کی تمہید میں ص ۶۷ پر ذکر کیا ہے۔

یہاں تک معاملہ مرزا بشیرالدین محمود کی تگ و دو سے پہنچا ورنہ مرزا غلام احمد تو آخر دن تک مکہ اور مدینہ سے صرف برابری کا مدعی تھا مکہ اور مدینہ کی برکات کو انقضائے عالم تک تسلیم کرتا تھا وہ اپنی آخری کتاب چشمہ معرفت میں لکھتا ہے۔

مسیح موعود کے وقت دجال کا تمام زمین پر غلبہ ہوگا اور تمام زمین پر بغیر مکہ معظمہ کے دجال محیط ہو جائے گا۔ (چشمہ معرفت ص ۸۷ حاشیہ)

اس کا مطلب اس کے سوا کیا لیا جا سکتا ہے کہ مکہ کی برکات اور اس کے اثرات رہتی دنیا تک رہیں گے سوال یہ ہے کہ قادیان کیا اس وقت کرہ زمین سے کہیں باہر چلا جائے گا یا اس وقت دجال اسے بھی محیط ہوگا اور مسیح موعود اس وقت اس میں گھرے ہوں گے کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت کوئی قادیانی مولوی غلام رسول آف راجیکی کے اس شعر کی تصدیق کر سکے گا۔

یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالامان رہے گا

اب تاریخ کو ذرا اگلے موڑ پر دیکھیں

تاہم مرزا بشیرالدین محمود کے اس بیان میں کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے اور غلام احمد کے بیان میں کہ مکہ مکرمہ میں آخر تک برکات رہیں گی صریح تناقض ہے۔ قادیانی ۱۹۴۶ء تک سلطنت برطانیہ کے سہارے قادیان کو دارالامان کہتے اور لکھتے رہے لیکن ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت ایسی تیز آندھی چلی کہ دارالامان میں اچانک کثیر تعداد سکھ گھس آئے ہم اس وقت ان کی ان شرمناک حرکتوں کا نوٹس نہیں لیتے جو انھوں نے وہاں کیں لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ دارالامان کے اعتبار سے اس غبارے کی پوری ہوا نکل گئی وہاں امان نہ رہی قصر خلافت کے چاروں مینار گرے اور مرزا بشیرالدین محمود دارالامان کے باسیوں کو ساتھ لے کر سخت بدحالی میں وہاں سے نکلنے پر مجبور ہوئے۔ وہ منظر دیکھنے کے لائق تھا جب دارالامان کا قافلہ دارالامان سے لاہور آرہا تھا مرزا بشیرالدین محمود کو اس بدحالی میں پناہ کہاں ملی؟ انہی لوگوں کے نقش قدم میں جن کو اس کا والد ہمیشہ ذریۃ البغایا کہتا رہا آج اس کے اس لخت جگر کو ان لوگوں کے سوا سہارا دینے والا اور کوئی نہ تھا مرزا محمود کا پاکستان میں پہلا پڑاؤ لاہور کی جودھامل بلڈنگ میں ہوا۔

روزنامہ زمیندار کے اڈیٹر مولانا ظفر علی خاں اس وقت بقید حیات تھے۔ اور پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے ممبر تھے اتفاقاً جودھامل بلڈنگ کے پاس سے گزرے تو مرزا محمود نے جھک کر انھیں سلام کیا۔ انھوں نے مرزا بشیرالدین محمود سے فی البدیہہ یہ سوال کیا۔

ذریۃ البغایا کل تک تھا نام جن کا
آج ان کی چاپلوسی کیوں ہو گئی ضروری
مرکز کو چھوڑ آیا کیوں قادیاں کا نوری

برصغیر پاک و ہند میں دونوں ملکوں کی سرحد پر اس وقت دارالامان لاہور تھا قادیان نہ تھا ہاں جو ہندو اور سکھ شرنارتھی اس وقت شمالی مغربی علاقوں سے مشرق میں آ رہے تھے۔ ان کے لیے بیشک قادیان دارالامان تھا لیکن ان میں مولوی غلام رسول راجیکی والے کا یہ شعر پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔

یہ قادیاں ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالاماں رہے گا

خلاصہ کلام یہ سمجھئے کہ مرزا غلام احمد نے جس قادیان کو خدا کی طرف سے دارالامان بتلایا تھا پورے ہندوستان میں وہ اب کسی مدعی اسلام کے لیے دارالامان نہ رہا تھا۔ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے پیروؤں کو تسلی دینے کے لیے کہا وہ قادر (یعنی اللہ تعالیٰ) اب ہمیں پاکستان میں پناہ گاہ دے گا اور اس کی بشارت پہلے سے قرآن پاک میں اس طرح موجود ہے۔ اب ربوہ ہمیں پاکستان میں ملے گا۔

واوینا هما الی ربوة ذات قرار و معین. (پ ۱۸ المومنون)

ترجمہ اور ہم نے عیسیٰ اور مریم کو ربوہ میں پناہ دی وہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اور وہاں پانی ستھرا (دریائے چناب) بہہ رہا ہے۔

ربوہ ضلع جھنگ صرف دو خلافتوں تک ان کی پناہ گاہ رہی پھر مرزا طاہر نے راتوں رات اسے چھوڑا کہ اب ربوہ ہماری پناہ گاہ نہیں رہا اس نے بجائے (ہندوستان جانے کے) لندن کا رخ کیا کہ اب ہمارا دارالامان یہ رہے گا اس کا لندن میں جانشین اب مرزا مسرور ہے جب ربوہ ان کی پناہ گاہ نہ رہا تو انھوں نے پھر اس کا نام بھی بدل دیا اب اس کا نام چناب نگر قرار پایا اور شرط یہ قرار پائی کہ اس میں مسلمانوں کے محلے ان کی مساجد اور ان کے مدارس بھی ہوں گے ریلوے اسٹیشن کا نام ربوہ بھی بدل دیا گیا۔

۲۰۰۸ء میں مرزا مسرور نے قادیان میں عالمی سطح پر اپنا صد سالہ جشن خلافت منانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لیے تاریخ رکھی گئی۔ (مرزا غلام احمد کی وفات ۱۹۰۸ء میں ۶۸ سال کی عمر میں ہوئی تھی اور اب اس پر اگلی صدی بھی پوری ہو گئی تھی) حکومت ہند نے پاکستان سے قادیانیوں کو قادیان آنے کی اجازت نہ دی اور یہ ان کے لیے اب بھی دارالامان نہ ہو سکا مرزا مسرور لندن سے دہلی پہنچا۔ ہندوستان کے قادیانی بڑے ذوق وشوق سے اس کے منتظر تھے مگر حکومت نے اسے کہا کہ موجودہ حالات میں ہم تمھارے امن وتحفظ کی ذمہ داری نہیں لے سکتے تم اپنی ذمہ داری پر قادیان جا سکو گے قادیانی جماعت کی طرف سے دہلی سے امرتسر ہوائی جہاز کی سیٹ اور امرتسر سے قادیان ریل کے سفر کے انتظامات کر دیے گئے لیکن مرزا مسرور ان پر اپنے امن وتحفظ کا بھروسہ نہ کر پایا اور وہ دہلی سے پھر سیدھا لندن واپس آ گیا۔ مرزا مسرور نے اب اپنے عمل سے اس پر مہر لگا دی کہ اب ۱۹۴۷ء پر ساٹھ سال گزرنے کے بعد بھی قادیان ان کے لیے دارالامان نہیں ہے حکومت ہند اگر وہاں کے امن وتحفظ کی ذمہ داری لے تو وہ قادیان جا سکے گا ورنہ خدا نے جو مرزا غلام احمد سے وعدہ کیا تھا کہ قادیان ہمیشہ ان کے لیے دارالامان رہے گا اس پر بھروسہ کر کے مرزا مسرور قادیان نہ جا سکا معلوم ہوا اس بستی کا دارالامان ہونا صرف اس کی ایک اپنی بنائی بات تھی خدا کی آواز نہ تھی اللہ تعالیٰ تو اپنے رسولوں سے کیے گئے وعدوں کو کبھی الٹ نہیں کرتا۔ **فلا تحسبن الله مخلف وعده رسلا.**

مرزا غلام احمد کے کذب پر قادیان کی سو سال سے دارالامان نہ ہونے کی ابتر صورت حال مرزا غلام احمد کے کذب پر ایک نہایت روشن برہان ہے اب قادیانیوں کے کسی جلسے میں آپ کسی قادیانی سے یہ شعر نہ سن پائیں گے۔

یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالاماں رہے گا

ان تاریخی حقائق کی بناء پر ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ قادیان کو دارالامان کہنے کی کاروائی یہ ہرگز کوئی آسمانی بشارت نہ تھی۔آسمانی بشارتوں کا بھی یہ حشر نہیں ہوتا جو قادیان کا ہوا

مرزا محمود کو پاکستان آنے کا مشورہ چودھری ظفراللہ خاں نے دیا تھا؟

کئی قادیانی یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ مرزا بشیرالدین محمود تو اپنے آپ کو سکھوں اور ہندوؤں کے آگے خصی کہنے کے لیے بھی تیار تھا اور ہوسکتا تھا کہ کانگرسی حکومت انھیں امن فراہم کر دیتی مگر چودھری ظفراللہ خاں نے اسے یقین دلایا تھا کہ پاکستان میں ہم ایک پورا صوبہ بلوچستان اپنے زیر حکومت لاسکیں گے اور ایشیاء میں ہمارا یہ پہلا دارالسلطنت ہوگا۔ مرزا بشیرالدین محمود چودھری ظفراللہ خان کی باتوں میں آگیا اور اس نے اپنے باپ کے قادیان کو دارالامان کہنے کی کچھ پرواہ نہ کی۔

اللہ تعالیٰ امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں تحریک ختم نبوت چلا کر چودھری ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ پاکستان اور تمام قادیانیوں کو پاکستان کی سیاست، اور اس کی کسی درجہ کی قیادت سے یکسر فارغ کر دیا۔ قائداعظم اگر چودھری ظفراللہ خاں کو پاکستان کا وزیر خارجہ نہ بناتے تو شاید چودھری ظفراللہ خاں مرزا بشیرالدین محمود کو پاکستان چلے آنے کا مشورہ نہ دیتے۔ قائداعظم کے اس انتخاب میں شاید اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت لپٹی ہوئی تھی کہ قادیانیت اس طرح در بدر پھرنے سے اس درجہ میں بدنام ہو جائے کہ دنیا میں کہیں بھی اسے امن سے رہنا نصیب نہ ہو اور

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

مرزا غلام احمد کی اپنی لکھی تاریخ پیدائش
جس کی تکذیب میں قادیانی دن رات کوشاں ہیں

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی اما بعد

مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۷ء میں کتاب البریہ میں لکھا تھا۔
میری پیدائش 1839یا1840 میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔
(کتاب البریہ ص ۱۵۹ رخ ج ۱۳ ص ۱۷۷)

قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ غلط لکھا ہے پرانے دور میں حکومت کی طرف سے پیدائش کے رجسٹر نہ رکھے جاتے تھے اسلئے ان دنوں انڈیا میں لوگ اپنی عمر اندازے سے یاد رکھتے تھے۔ مرزا صاحب اپنے پیدا ہونے کے عمل کو خود کیسے جانے ہوئے تھے یہ کوئی نہیں بتلاسکتا وہ کہتے ہیں کہ یہاں مرزا صاحب نے جو لکھا ہے صحیح نہیں ہے آپ نے محض اندازے سے یہ لکھا تھا

☆......الجواب

مرزا صاحب کسی عام گھرانے میں پیدا نہ ہوئے تھے آپ کا خاندان انگریزی حکومت کے حامیوں میں خاصا معروف تھا آپ کے والد نے 1857ء میں برطانوی افواج کو پچاس گھوڑے دیئے تھے۔ سو یہ نہیں ہوسکتا کہ اس گھر کے لوگ اس جاہلی فضا میں اس بچے کی تاریخ پیدائش تک یاد نہ رکھ سکیں اور مرزا صاحب خود اپنے پیدا ہونے کے عمل کی گواہی نہ دے سکیں۔ آپ نے تو اپنے گھر کے لوگوں سے یہاں تک روایات لی تھیں کہ آپ توامان (جڑواں) پیدا

ہوئے تھے۔ اور یہ کہ پہلے وہ نکلی تھی پھر وہ نکلے تھے تو یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنا سال پیدائش اپنے بڑوں سے نہ لیا ہو اور خود اپنے طور پر بات اٹکل پچو کہہ دی ہو مرزا صاحب اپنے پیدا ہونے کا عمل اس طرح لکھتے ہیں۔

میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا۔

(تریاق القلوب ص ۱۵۶ رخ ج ۱۵ ص ۴۷۹)

پھر مرزا صاحب جب احتیاطاً ایک سال کے آگے پیچھے ہونے کو ذکر کر رہے ہیں تو اس یقین سے چارہ نہیں کہ آپ نے نہایت احتیاط سے اپنی تاریخ پیدائش سپرد قلم کی ہوگی

آیئے ہم آپ کے سامنے چند خارجی شہادتیں بھی لائیں کہ مرزا صاحب نے جو یہاں لکھا ہے بالکل صحیح لکھا ہے مرزائیوں کا یہ کہنا بالکل درست نہیں کہ مرزا صاحب نے غلط لکھا ہے وہ یونہی بلا دلیل مرزا صاحب کی تردید کر رہے ہیں۔

☆......مرزا صاحب کی عمر کے صحیح اندراج پر پہلی شہادت

انسان پندرہ سولہ سال کی عمر میں اپنی عمر خوب پہچانتا ہے چہرے پر داڑھی کا اترنا اپنے قد کا بڑھنا اور اپنا بالغ ہونا اسے خوب جانتا ہے اس عمر میں ایک سال کے آگے پیچھے ہونے کے سوا اس میں کوئی بڑا مغالطہ نہیں لگتا۔

مرزا صاحب سترہ برس کی عمر میں تھے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کو اپنی عمر کا پورا احساس نہ ہو اس عمر کی بات کسی کے بتانے سے نہیں کہی جاتی یہ اپنا احساس اپنی یاد بنتا ہے جو اس عمر کی باتیں بتلاتا ہے اب مرزا صاحب کی اس شہادت سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ کا مندرجہ بالا بیان کہ آپ 1839ء

میں پیدا ہوئے یا 1840ء میں بالکل درست ہے یہاں بھی وہ صرف ایک سال کا آگے پیچھے ہونا بیان کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس سے پہلے اپنی عمر پر پورا یقین تھا مرزا صاحب لکھتے ہیں

میں 1857ء میں سولہ یا سترہ برس کا تھا۔

(کتاب البریہ ص ۱۵۹ ارخ ۱۳ اص ۱۷۷)

اس بیان میں اس بات کا کوئی شائبہ نہیں کہ آپ نے یہ بیان پورے ہوش وحواس سے نہ دیا ہو اور اپنے سولہ یا سترہ سال کے حالات کو نہ پہچانتے ہوں اگر ۱۸۵۷ء میں مرزا صاحب کی عمر سترہ برس کی تھی تو آپ کی پیدائش ۱۸۴۰ء ہی ہوتی ہے یہ وہی بات ہے جو مرزا صاحب پہلے ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء کے الفاظ میں بیان کر چکے ہیں۔

☆...... مرزا صاحب کے اس بیان کے درست ہونے پر دوسری شہادت

مرزا صاحب کے والد کی وفات ۱۸۷۴ء میں ہوئی مرزا صاحب نے ۱۹۰۲ء میں اپنے رسالہ نزول مسیح میں اپنے والد کا سال وفات ۱۸۷۴ء لکھا ہے۔

(دیکھئے نزول المسیح ص ۱۱۸ ارخ ج ۱۸ اص ۴۹۴)

اب مرزا صاحب کی عمر اپنے والد کے وفات کے وقت کی ملاحظہ فرمائیں مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

میری عمر قریبا ۳۴ یا ۳۵ برس کی ہوگی جب والد صاحب کا انتقال ہوا مجھے خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے میں اس وقت لاہور میں تھا جب مجھے یہ خواب آیا تھا تب میں جلدی سے قادیان پہنچا۔

(کتاب البریہ ص ۱۷۴ ارخ ج ۱۳ اص ۱۹۲)

والد کی وفات کے وقت جب ان کی عمر ۳۴ سال کی ہے تو اس میں آپ ۱۹۰۸ء (سال وفات مرزا) سے ۱۸۷۴ء کا فرق (جو ۳۴ سال کا ہے)

جمع کرلیں تو آپ کی عمر وفات کے وقت ۳۴ جمع ۳۴) ۶۸ سال بنتی ہے۔ ۳۴ یا ۳۵ کے اختلاف میں زیادہ سے زیادہ اسے ۶۹ تک لایا جاسکتا ہے وہ بھی اس احتیاط کو سامنے رکھتے ہوئے جو مرزا صاحب نے کتاب البریہ کے اس بیان میں کی ہے اس سے بھی واضح ہوا کہ ان کی بیان کردہ اپنی تاریخ پیدائش درست ہے۔

☆...... مرزا صاحب کے مندرجہ بالا بیان کے صحیح ہونے پر تیسری شہادت

یہ شہادت ہمیں مرزا صاحب کے بڑے بیٹے سلطان احمد کی پیدائش سے ملتی ہے مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی تھی۔

مرزا صاحب کے بیٹے مرزا بشیر احمد مولوی شیر علی سے روایت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے (ایک دفعہ نہیں) کئی دفعہ بتلایا کہ سلطان احمد کی پیدائش کے وقت ان کی عمر کتنی تھی۔ آپ نے بتایا۔

جب سلطان احمد پیدا ہوا تو اس وقت ہماری عمر صرف سولہ سال کی تھی۔

(سیرت المہدی ج۱ص ۲۷۳)

جب ۱۸۵۶ء میں مرزا صاحب کی عمر سولہ سال کی تھی تو ۱۹۰۸ء (سال وفات) میں کتنی ہوگی ۱۹۰۸ء میں سے ۱۸۵۶ء نکال لیں تو باون رہ جاتے ہیں ان ۵۲ میں اب آپ ۱۶ جمع کرلیں تو مرزا صاحب کی عمر ۶۸ سال ہی ٹھہرتی ہے اور یہ مرزا غلام احمد کے اسی بیان کی تصدیق ہے جو اس نے کتاب البریہ میں لکھا ہے کہ میں ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا تھا۔

مولوی شیر علی کی روایت مرزا بشیر احمد کے ہاں کس درجہ کی ہے اسے آپ مرزا بشیر احمد کے اس بیان میں دیکھیں۔

جن راویوں سے میں نے اخذ روایت کی ہے ان میں سے دو یعنی مکرمی مولوی شیر علی اور مکرمی میاں عبداللہ صاحب کو میں نے بطریق روایت خاص طور پر محتاط پایا ہے۔ (سیرت المہدی ج۳ ص)

مرزا بشیر احمد دل سے اس روایت کو کہ مرزا صاحب کی عمر سولہ سال کی تھی جب مرزا سلطان احمد پیدا ہوا تھا اتنا پختہ سمجھتے تھے کہ آپ نے اسے اپنے الفاظ میں پہلے اس طرح بھی بیان کیا ہے۔

حضرت صاحب ابھی گویا بچہ ہی تھے کہ مرزا سلطان احمد پیدا ہو گئے تھے۔

(ایضا ج۱ ص۵۳)

سولہ سال کے لڑکے کو بچہ کہا جا سکتا ہے لیکن ۲۱ سال کے جوان کو بچہ نہیں کہتے سو یہاں مرزا بشیر احمد نے جب خود مرزا صاحب کو مرزا سلطان احمد کی پیدائش کے وقت بچہ کہا ہے تو اس وقت مرزا صاحب کی عمر یقیناً سولہ سال کی ہی تھی اکیس سال نہ تھی۔

افسوس کہ مرزا بشیر احمد نے اس روایت کے بعد جو بات لکھی ہے اس پر شاید ہی کوئی منصف مزاج یقین کر سکے کیونکہ یہ بات کسی طرح بھی لائق قبول نہیں بنتی۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ عمر کے متعلق مرزا صاحب کے سب اندازے ہی ہیں کوئی یقینی علم نہیں ہے...... محض اندازے ہیں جو آپ نے لگائے ہیں۔

(سیرت المہدی ج۱ ص۲۷۴)

کوئی بات محض ایک اندازے سے کہی جائے تو غلط ہو سکتی ہے لیکن جب اس پر مختلف جہات سے اندازے لائے جائیں اور وہ بات ایک ہی رہے تو وہ بات بلا شبہ درست سمجھی جائے گی کیونکہ مختلف پہلوؤں سے لگائے گئے اندازے اور مختلف جہات سے کی گئی غور و فکر جب ایک ہی نکلے تو اس یقین سے چارہ نہیں رہتا کہ یہ بات یقیناً درست ہے مرزا بشیر احمد نے یہاں اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی عمر کسی ایک اندازے سے نہیں لکھی بلکہ اس پر مختلف جہات سے کئی اندازے لگائے گئے ہیں اب ظاہر ہے کہ ان متعدد اندازوں سے

کہی ہوئی بات کو یونہی جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

پھر مرزا غلام احمد کے بارے میں ملحوظ رہے کہ انہوں نے پہلے ہی اپنے اندازے میں ایک سال کا فرق بیان کردیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ میری پیدائش 1839ء یا 1840ء میں ہوئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے بیان میں پہلے ہی پوری احتیاط کرلی ہے اب اگر انہیں کسی اندازے کی رعایت دی جاسکتی ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ 1839ء کی بجائے 1840ء کا اختیار کرلیا جائے یا 1840ء کی بجائے 1839ء کا اعتبار کرلیا جائے۔ یہ محض تک بندی ہوگی کہ 1839ء کو 1835ء تک لے چلیں جب مرزا صاحب نے اپنے ان تمام بیانات میں ایک سال کا فرق پہلے ہی ملحوظ رکھا اور کسی جگہ بھی اسکو ایک سال سے بڑھنے نہیں دیا تو مرزا بشیر احمد کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے باپ کی بات کو ان تمام حقائق کے ہوتے ہوئے یکسر غلط ٹھہرائے اور اسے محض اندازے سے کہی بات بتلائے۔

ا۔ مرزا صاحب نے اپنے والد کی وفات کے وقت اپنی عمر 34یا35 سال کی بیان کی ہے۔ یہاں بھی انہوں نے صرف ایک سال کا فرق رکھا ہے۔

۲۔ 1857ء میں اپنی عمر 16یا17 برس کی بیان کی (دیکھئے کتاب البریہ ص ۱۵۹) یہاں بھی صرف ایک سال کا فرق رکھا ہے۔

۳۔ مرزا صاحب نے جب مولوی گل علی شاہ سے پڑھنے کا آغاز کیا تو اپنی عمر 17 یا 18 سال کی بتائی (سیرت المہدی ا ص ۱۲۷) یہاں بھی صرف ایک سال کا فرق بتایا ہے۔

۴۔ مرزا صاحب نے جب صرف ایک روٹی پر کفایت کرنے کا ذکر کیا تو بھی آٹھ یا نو ماہ کی مدت بتائی (ایضا) اور ایک ماہ کا فرق ملحوظ رکھا۔ یہ آپ

کی عادت احتیاط تھی۔

۵۔ بچپن کی تعلیم کے بارے میں کہا کہ میں چھ سات سال کا تھا کہ ایک فارسی کا معلم مولوی فضل الٰہی میرے لئے نوکر رکھا گیا (سیرت المہدی ا ص ۱۲۰) یہاں بھی فرق ایک سال کا ہی بتایا ہے۔

ان متعدد شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب ان مختلف مواقع پر اپنے غلط ہونے کو ایک سال سے زیادہ کی گنجائش نہیں دیتے تھے اب یہ ان کے بیٹے کی سعادت مندی نہیں کہ اپنے باپ کے ایک سال کے احتمال کو اٹھا کر انہیں چھ سال کے اختلاف کی ڈگر میں ڈال دے۔ معلوم نہیں کہ قادیانی مبلغین کو مرزا صاحب کے اس بیان کو غلط قرار دینے کا بھوت کیوں اس شدت سے سوار ہے صرف اس لئے کہ جس طرح بھی بن پڑے وہ ان کی اپنی عمر کی پیشگوئی کو صحیح ثابت کر سکیں ان کی پیشگوئی کے مطابق ان کی عمر کم از کم ۷۴ سال ہونی چاہیے تھی نہ کہ ۶۸ سال۔

پھر اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ مرزا غلام احمد کی کتاب کے بیان کو سچا ماننے کی اور کئی شہادتیں بھی تو موجود ہیں۔

☆...... مرزا صاحب کی اپنی لکھی تاریخ کے صحیح ہونے پر چوتھی شہادت

اب ہم آپ کے سامنے اس کی چوتھی شہادت پیش کرتے ہیں اس میں مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش پر ان کے عقائد کے مطابق ایک آسمانی شہادت بھی مل رہی ہے وہ یہ کہ جب ان کی عمر چالیس سال کو پہنچی تو انہیں الہام ہوا تھا

فقد لبثت فیکم عمرا من قبله

اب کوئی قادیانی یہ عذر نہ لا سکے گا کہ خدا نے بھی یہ بات محض ایک اندازے سے کہہ دی ہوگی مرزا صاحب جب براہین احمدیہ لکھ رہے تھے تو انہیں بقول خود یہ الہام ہوا تھا۔

فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون

یہ قرآن پاک کی ایک آیت ہے جسے حضور اکرم نے اپنے چالیس سالہ پاکیزہ کردار کی شہادت سے اپنے دعوی کی تصدیق میں پیش کیا تھا مرزا غلام احمد نے اسے بروئے الہام اپنی عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر اپنے مخاطبین کے سامنے پیش کیا اب یہ آیت ان کے ہاں بطور آیت قرآنی نہ پڑھی جاتی تھی اب وہ اسے مرزا صاحب کے الہام کے طور پر پڑھتے رہے اور کچھ نہ سہی اس سے اتنا تو پتہ چل گیا کہ اس الہام کے وقت مرزا صاحب کی عمر چالیس سال کی تھی۔

مرزا صاحب کا یہ الہام براہین احمدیہ کے ص ۵۱۲ پر موجود ہے آپ نے یہ کتاب ۱۸۸۰ء میں شروع کی تھی (رخ ا ص ۶۱۱)

مرزا غلام احمد نے تریاق القلوب ۱۸۹۹ء میں لکھی تھی وہ اس میں لکھتے ہیں۔

اسی طور سے خدا تعالیٰ نے میرے مخالفین اور مکذبین کو ملزم کیا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ 512 پر میری نسبت یہ الہام ہے جس کے شائع کرنے پر بیس برس گذر گئے اور وہ یہ ہے **فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون** یعنی ان مخالفین کو کہہ دے کہ میں چالیس برس تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں اور اس مدت دراز تک تم مجھے دیکھتے رہے ہو کہ میرا کام افتراء اور دروغ نہیں ہے (تریاق ص ۱۵۵ رخ ۱۵ ص ۲۸۳)

تریاق القلوب لکھتے وقت اس الہام کو شائع کئے بیس سال ہو چکے تھے اس وقت مرزا غلام احمد کی عمر 60 سال کی ہوئی ۴۰ اور ۲۰ کا مجموعہ یہی ۶۰ بنتا ہے اب اس میں کوئی شک نہیں رہتا۔ کہ 1899ء میں تریاق القلوب لکھتے وقت آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ ۵۹ سال کی تھی یا زیادہ سے زیادہ ۶۰ سال بنتی ہے اور اس کے ساتھ آپ کی دوسری تحریرات بھی یہی کہتی ہیں اس کے بعد مرزا صاحب تقریبا

آٹھ سال اور زندہ رہے اور آپ کی کل عمر وفات کے وقت ۶۸ سال ہی نکلی۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب کا سال پیدائش جیسا کہ انہوں نے خود بیان کیا ہے 1839ء یا 1840ء ہی ہے اور اس اندازے میں زیادہ سے زیادہ ایک سال کا فرق نکل سکتا ہے اور وہ مرزا صاحب نے احتیاطی طور پر خود ہی بیان کردیا ہے سواب مرزا صاحب کی اپنی تحریروں کے مقابلہ میں ان کے پیروؤں کی بودی تاویلات کچھ وزن نہیں رکھتیں۔

☆......مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش کے صحیح ہونے پر پانچویں شہادت

مرزا صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ گلاب شاہ نے جب یہ بات کہی تو میں بیس سال کی عمر کا تھا اب آپ معلوم کریں کہ مجذوب گلاب شاہ نے کب یہ بات کہی تھی اس سے بیس سال پیچھے جائیں تو آپ کو مرزا صاحب کا سال پیدائش مل جائے گی اس کے لئے مرزا صاحب کا یہ بیان سامنے رکھیں۔

کریم بخش نے اس زمانہ میں جبکہ چودھویں صدی میں سے ابھی آٹھ برس گزرے تھے یہ گواہی دی کہ مجذوب گلاب شاہ صاحب نے آج سے تیس برس پہلے اس زمانہ میں جب کہ یہ عاجز قریبا بیس سال کی عمر کا تھا خبر دی تھی کہ عیسی جو آنے والا تھا وہ پیدا ہوگیا ہے۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ 1318ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب کی عمر 50 سال کی تھی مرزا صاحب اس کے اٹھارہ سال بعد 1326ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے 50 سال پر 18 سال جمع کردیں تو آپ کی عمر 68 سال ہی بنتی ہے اور ان کی پیدائش 1839ء یا 1840ء ہی ٹھہرتی ہے۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۳۸ حاشیہ رخ۔ج ۱۷ ص ۱۴۹)

☆......مرزا صاحب کی اپنی لکھی تاریخ پیدائش پر چھٹی شہادت

مرزا صاحب کی عمر تحفہ گولڑویہ لکھتے وقت (یہ 1318ھ مطابق 1900ء میں لکھی گئی) ساٹھ سال کی تھی اس کے لئے مرزا صاحب کا یہ بیان دیکھیں۔

اگر وہ ساٹھ برس الگ کردیئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو 1254ھ تک میں اشاعت کے وسائل کاملہ گویا کالعدم تھے۔

(تحفہ۱۰۱ رخ ۱۷ص۲۶۰)

1318ھ میں عمر ساٹھ سال ہو تو 1326ھ تک جو مرزا صاحب کا سال وفات ہے پہنچنے میں آٹھ سال اور لگیں گے اور 1326ھ میں آپ کی عمر 68 سال ہی ٹھہرے گی اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے آپ کی پیدائش واقعی 1839ء یا 1840ء میں ہی ہوئی اور مرزا صاحب نے کتاب البریہ میں اپنی یہ تاریخ پیدائش غلط نہیں لکھی قادیانی مبلغین کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے اپنی تاریخ پیدائش غلط لکھی ہے ہرگز صحیح نہیں ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی مندرجہ بالا عبارت کے چار صفحات بعد پر بھی یہ لکھا ہے اور اپنی پہلی بات کی خود ہی توثیق کردی ہے

بلکہ اس ساٹھ سال سے پہلے جو اس عاجز کی گذشتہ عمر کے دن ہیں ان تمام اشاعت کے وسیلوں سے ملک خالی پڑا ہوا تھا اور جو کچھ ان میں موجود تھا وہ ناتمام اور کم قدر اور شاذ ونادر کے حکم میں تھا (تحفہ۱۰۲ رخ ۱۷ص۲۶۴)

ان ساٹھ میں آٹھ ملانے سے ان کی عمر 68 سال رہی اور وہ اس عمر میں ۱۹۰۸ء میں وبائی ہیضہ سے انتقال کرگئے اور ان کی اپنی عمر کے بارے میں کی گئی پیشگوئی غلط نکلی وہ ۷۴ سال تک نہ جاسکے۔ ان کی پیشگوئی تھی کہ میری عمر کم از کم ۷۴ سال اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال ہوگی۔

☆......مرزا صاحب کی عمر 68 سال ہونے کی ساتویں شہادت

مرزا غلام احمد نے حقیقت الوحی 1907ء میں لکھی اور فروری 1908ء میں ان کی وفات ہوئی مرزا صاحب اس کتاب کے لکھتے وقت اپنی عمر اس طرح لکھتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا ہے کہ سورہ العصر کے حروف حساب جمل کی رو سے ابتدائے آدم سے لے کر آنحضرتؐ تک جس قدر برس گزرے ہیں ان کی تعداد ظاہر کرتے ہیں سورہ ممدوحہ کی رو سے جب اس زمانہ تک حساب لگایا جائے تو معلوم ہوگا اب ساتواں ہزار لگ گیا ہے اور اس حساب کی رو سے میری پیدائش چھٹے ہزار میں ہوئی ہے کیونکہ میری عمر اس وقت قریباً 68 سال کی ہے۔
(حقیقت الوحی ص۲۰۲ حاشیہ رخ ج ۲۲ ص ۲۰۹)

اگلا سال مرزا غلام احمد کا سال وفات ہے اب آپ خود اندازہ کریں کہ اگلے سال مرزا غلام احمد کی عمر کہاں تک پہنچی ہوگی۔

☆......مرزا صاحب کی لکھی تاریخ پیدائش پر آٹھویں شہادت

مرزا غلام احمد نے 24 فروری 1898ء کو ایک اشتہار دیا جو انکے مجموعہ اشتہارات میں صفحہ 183 میں درج ہے اور مطبع ضیاء الا سلام قادیان سے چھپا ہے اس کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اور اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگریزی کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں
(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱)

قریباً کے لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی مرزا صاحب ساٹھ برس تک نہ

پہنچے ہونگے 58یا 59سال کی عمر کے ہونگے یہ بات کب کہی گئی؟ 24فروری 1898ء میں اس کے بعد مرزا صاحب کب تک زندہ رہے 26فروری1908ء تک یعنی دس سال اوران دس سال کو 58یا 59میں جمع کریں تو مرزا صاحب کی عمر 68یا 69سال ہی بنتی ہے۔

☆......مرزا صاحب کی لکھی تاریخ پیدائش کے صحیح ہونے کی نویں شہادت

دنیا کی عمر کا چھٹا ہزار کب ختم ہوا؟ جب مرزا صاحب تحفہ گولڑویہ لکھ رہے تھے اور ساتویں ہزار سے بھی پچاس سال گزر گئے تھے اور دنیا ساتویں ہزار میں جارہی تھی۔

یہ کتاب 1318ھ میں لکھی گئی اس سے پچاس سال پہلے چھٹا ہزار کب ختم ہوا ہوگا؟ 1318ھ سے ۵۰ کم کرلیں یہ 1268 رہ گئے تو 1268 میں چھٹا ہزار ختم ہوا 1318ھ میں سن عیسوی 1900 تھا مرزا صاحب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں۔

1318ھ مطابق 1900ء (رخ ج......ص)

مرزا صاحب کی پیدائش کب ہوئی؟ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

اس عاجز کی پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں گیارہ سال باقی رہتے تھے۔ (تحفہ گولڑویہ رخ۔ ج ۱۷ص ۲۸۵)

اب 1268 سے یہ گیارہ سال کم کرلیں تو یہ 1257ھ بنتا ہے یہ مرزا صاحب کا سال پیدائش ہے۔اس سے پہلے مرزا صاحب لکھ آئے ہیں۔

مدت ہوئی کہ ہزار ششم گزر گیا اب قریباً پچاسواں سال اس پر زیادہ جارہا ہے اور اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے اور صدی کے سر پر سے سترہ برس گزر چکے۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۶۶ رخ ج ۱۷ص ۲۵۲)

یہ تحریر آپ ۱۳۱۸ھ میں لکھ رہے ہیں جب چودھویں صدی سے بھی ستر برس گذر گئے تھے۔

مرزا صاحب کا سال وفات 1326ھ ہے اور سال پیدائش 1257ھ ہے تو 1326ھ سے 1257 نکال دیئے جائیں تو آپ کی کل عمر 69 بنتی ہے اور یہ آپ کی اس تحریر کے بالکل مطابق ہے جو آپ نے کتاب البریہ میں لکھی ہے۔

میری پیدائش 1839ء یا 1840ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے۔ (کتاب البریہ)

اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس یا سترہ برس میں تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ (کتاب البریہ ص ۱۵۹ ر خ ج ۱۳ ص ۱۷۷)

1900ء میں ۶۰ سال کم کرکے ۱۸۴۰ سال بنے تو 1908ء میں 68 سال ہی ہوسکتی ہے کچھ فرق رہے تو زیادہ سے زیادہ سے 69 سال کہہ لیں۔

☆......مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش کے صحیح ہونے پر دسویں شہادت

مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

آتھم کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب 64 سال کے۔ 64 سال کے قریب 63 سال ہی ہوسکتے ہیں مرزا صاحب نے اعجاز احمدی 1902ء میں لکھی اس وقت مرزا صاحب کی عمر 63 سال ہو تو اس کے چھ سال بعد یعنی 1908ء میں آپ کی عمر 69 برس ہی ہوتی ایک سال کے فرق کو جگہ دیں تو آپکی عمر اس سے آگے نہیں جاتی اور 64 سے بھی شروع کریں تو بھی ستر سال سے آگے نہیں بڑھتی۔

مرزا صاحب کی ان اپنی دس شہادتوں کے بعد کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ ہم اس پر کوئی خارجی شہادت بھی لائیں اتنی بات تو ہمارے قارئین کے

ذہن میں جم گئی ہوگی کہ جو شخص اپنی عمر کی تاریخ کے مختلف پیرایوں کو بار بار ذکر کرتا ہے اور تاریخ کے ہر موڑ پر اپنی عمر بتاتا ہے کیا وہ اپنی عمر میں کسی بڑے مغالطے کا شکار ہوسکتا ہے؟...... ہرگز نہیں۔

پھر جب کہ وہ سیالکوٹ میں ایک انگریزی ملازمت میں رہ چکا ہو اور یہ ظاہر ہے کہ اس نے اپنی ملازمت کے لئے پہلے کوئی درخواست ضرور دی ہوگی اور یہ محتاج بیان نہیں کہ انگریز تاریخ پیدائش کو ہر وقت ملحوظ رکھتے ہیں تو یہ کس طرح باور کیا جاسکتا ہے کہ یہ انگریز حکومت اپنے پروردہ پودا کو بلاذکر کئے اپنی تاریخ پیدائش کے اپنے ہاں ملازمت دے دے ایک قادیانی نے ہمارے اس سوال پر یہ جواب دیا کہ ہم ان سرکاری کاغذات کے بارے میں بھی کہہ دیں گے کہ حضرت کو وہاں بھی اپنی تاریخ پیدائش کا گھپلہ لگ گیا ہوگا اور اسکے گواہوں نے بھی غلط گواہی دے دی ہوگی

قارئین کے مزید اطمینان کے لئے ہم اب یہاں مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش پر کچھ عصری شہادتیں بھی پیش کرتے ہیں اور پھر ہم تحریف کے ان مجرموں کو بھی سامنے لائیں گے جنہوں نے محض ضد سے مرزا صاحب کے ان تمام بیانات کو تاریخی گھپلے قرار دیا ہے۔

☆......مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش پر چار عصری شہادتیں

۱۔مرزا صاحب کے پہلے جانشین حکیم نورالدین کا بیان

سن پیدائش حضرت مسیح موعود 1839ء (نورالدین ص ۱۷۰)

۲۔یعقوب علی عرفانی مولف حیات احمد کا بیان

حضرت مرزا صاحب 1839ء میں پیدا ہوئے تھے (حیات احمد)

۳۔رسالہ تشحیذ الاذہان مرزا صاحب کی وفات کے ساتھ ہی شائع ہوا اس میں ہے۔

حضرت مرزا صاحب 1255ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

(تشحیذ الاذہان فروری مارچ ۱۹۰۸ء)

براہین احمدیہ جو 1906ء میں چھپی اس میں ایک مضمون اس عنوان سے بھی شامل ہے ''مسیح موعود کے مختصر حالات'' اس میں یہ عبارت ملاحظہ کریں اور اسے تشحیذ الاذہان کے اس عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھیں۔

''1839ء اور 1255ھ دنیا کی تواریخ میں بہت مبارک سال ہے جس میں خدا تعالیٰ نے مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر قادیان میں موعود مہدی پیدا فرمایا جس کے لئے اتنی تیاریاں زمین و آسمان میں ہو رہی تھیں۔''

اس میں یہ عبارت بھی ملاحظہ کریں۔

''مسیح موعود کی ولادت اور رنجیت سنگھ کی موت کا ایک ہی سال واقعہ ہونا مرسلانہ بعثت کے نشانات کا مظہر ثابت ہوتا ہے مہا راجہ رنجیت سنگھ سکھ سلطنت کا تاج تھا جو مسیح موعود کے پیدا ہوتے ہی 27 جون 1839ء کو گر کر خاک میں مل گیا۔

۴۔ مرزا غلام احمد کے معتقد خاص مرزا خدا بخش لکھتے ہیں:

حضرت مرزا صاحب کی ولادت با سعادت سکھوں کے آخری وقت یعنی 1839ء یا 1840ء میں ہوئی (عسل مصفی ج۱ ص ۵۷۵)

☆......ایک سرکاری سطح کی شہادت

انگریز مورخ مسٹر لیپل گریفن سے آپ ضرور آشنا ہوں گے اس نے پنجاب کے زمینداروں کی ایک تاریخ انگریزی میں **Punjab Chiefs** کے نام سے لکھی ہے اس کا ترجمہ تاریخ روسائے پنجاب کے نام سے سید نوازش علی نے کیا جو لکھنو کے مطبع نولکشور سے مرزا صاحب کی وفات کے تین برس بعد

1911ء میں شائع ہوا۔ مسٹر گریفن نے یہ تاریخ مرزا غلام مرتضی (والد غلام احمد) کے دور میں لکھی تھی اور ان کے مرزا غلام مرتضی سے بہت قریبی تعلقات تھے مرزا غلام احمد کی کتاب ازالہ اوہام 1891ء میں شائع ہوئی اس میں مرزا صاحب مسٹر گریفن کا اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

عرصہ قریب بیس برس کے ہوا ہوگا کہ ایک انگریز مسٹر گریفن نے جو اس ضلع میں ڈپٹی کمشنر رہ چکا ہے اور ریاست بھوپال اور راجپوتانہ ریاستوں کا ریزیڈنٹ بھی رہا ہے پنجاب کے رئیسوں کا ایک سوانح تاریخ کے طور پر تالیف کر کے چھپوایا تھا اس میں انہوں نے میرے والد مرحوم مرزا غلام مرتضی کا ذکر کر کے کچھ مختصر طور پر ان کے زمینداری خاندان کا حال اور سمرقندی الاصل ہونا لکھا ہے (ازالہ اوہام ج۱ص ۱۲۱ رخ ج ۳ ص ۱۵۹)

انگریز لوگ تاریخ پیدائش کے بیان میں بہت محتاط ہوتے ہیں مرزا صاحب نے اپنی تاریخ پیدائش 1898ء میں کتاب البریہ میں لکھی ہے اس سے تقریباً 28 سال پہلے مسٹر گریفن مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش 1839ء یا 1840ء تاریخ رؤسائے پنجاب میں لکھ چکے تھے ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ تاریخ مرزا غلام مرتضی (1874ء) سے ہی دریافت کی ہوگی بچوں کی تاریخ پیدائش والدین سے ہی پوچھی جاتی ہے نہ کہ بچوں سے سو مسٹر گریفن کے اس بیان کے بعد اس میں اور کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

معلوم ہوتا ہے مرزا غلام احمد نے بھی اپنی تاریخ پیدائش بطور عبارت اسی سے لی ہوگی مرزا صاحب نے اس کتاب کا ذکر تو کیا ہے لیکن اس کی کسی بات کی تردید نہیں کی سو مرزا صاحب نے بھی اپنی تاریخ پیدائش کے بارے میں وہی بات لکھی جو گریفن نے لکھی تھی تو اب کسی قادیانی کو اس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہ ہونا چاہیئے لیجئے اب ہم یہ خارجی شہادت آپ کے سامنے لاتے ہیں۔

مسٹر گریفن کی یہ خارجی شہادت بھی ملاحظہ کیجئے

مسٹر گریفن نے تاریخ رؤسائے پنجاب مرزا صاحب کے باپ کی زندگی میں مرتب کی تھی۔ یہ کتاب پنجاب چیفس کے نام سے پنجاب کی ہرلائبریری میں ملے گی۔ اس میں مرزا غلام احمد کے خاندان کا بھی تذکرہ ہے۔ مرزا غلام مرتضی کے ذکر میں مرزا غلام احمد کی پیدائش کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔

یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمد جو غلام مرتضیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا یہ شخص 1839ء میں پیدا ہوا۔ (تذکرہ رؤسائے پنجاب (گریفن) ترجمہ سیّد نوازش علی۔ مطبوعہ 1911ء مطبع نولکشور)

1911ء کا یہ ایڈیشن پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ وہاں اسے آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔

ہم نے مرزا غلام احمد کی اپنی تحریرات سے دس شہادتیں اور اُنکی معتبر پانچ بیرونی شہادتوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب نے کتاب البریہ میں اپنا جو سن پیدائش بتایا ہے وہ صحیح ہے اور وفات کے وقت اُنکی عمر 68 یا 69 سال کی تھی۔ اُسے کھینچ کر زیادہ سے زیادہ 69 یا 70 سال کے قریب کیا جاسکتا ہے۔ اس سے آگے یہ ڈور نہیں جاتی۔

پیش نظر رہے کہ مرزا غلام احمد نے ایک دفعہ اپنی عمر 69 کے بجائے ستر کے قریب لکھ دی ستر کے قریب کونسا عدد ہوتا ہے؟ یہی ۶۹ ہی۔ مرزا صاحب نے یہاں اپنی وہ پیشگوئی بھی لکھ دی ہے جس کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے قادیانی مرزا غلام احمد کی اپنی لکھی تاریخ پیدائش کو غلط کہہ رہے ہیں مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس (۳۰) برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۸، ر۔خ جلد ۵، ص ۲۵۸)

یہاں ستر سال کے قریب سے بھی 69 یا 68 برس ہی مراد ہیں نہ یہ کہ اسے ستر سے بھی آگے کھینچا جائے۔

تاہم مرزا صاحب نے آگے جا کر پھر وہی بات کہی جو وہ پہلے کہتے چلے آرہے تھے اور اگلے سال 1907ء میں اپنی عمر پھر 68 سال بتائی۔

حقیقۃ الوحی براہین احمدیہ حصہ پنجم کے بعد کی تالیف ہے۔اس میں مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔

میری عمر اس وقت 68 سال کی ہے۔(حقیقۃ الوحی،۲۰۲، ر خ جلد۲۲، ۲۰۹)

حقیقۃ الوحی کے اس بیان نے براہین احمدیہ حصہ پنجم کی مندرجہ بالا بات یکسر ختم کردی تاہم ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے اس بیان سے قادیانیوں کی اس ضرورت سے بھی پردہ اٹھ گیا ہے کہ وہ مرزا صاحب کی اس اپنی لکھی تاریخ پیدائش کو کیوں غلط کہہ رہے ہیں

☆......قادیانیوں کو مرزا صاحب کی تاریخ ولادت کیوں بدلنی پڑی؟

مرزا صاحب کی ناگہانی موت نے مرزا صاحب کے پیروؤں کو اُنکی زندگی میں ان کی اس تاریخ پیدائش کو بدلنے کا کوئی موقع نہ دیا نہ اُن کو اس وقت اُسکی کوئی ضرورت تھی لیکن جب اُنکی اس اچانک موت نے جو وبائی ہیضہ سے واقع ہوئی اُنکی اس پیشگوئی کو یکسر غلط کردیا کہ اُنکی عمر کم اَز کم 74 سال اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال کی ہوگی تو اب قادیانیوں کو اس میں تبدیلی کی ضرورت محسوس

ہوئی مرزا صاحب کے سالِ وفات ۱۹۰۸ء میں تو کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی تھی سو وہ اس پر آئے کہ اب جس طرح بھی بن پائے اُنکے سالِ پیدائش کو بدلا جائے۔ اُسے بدلنے میں وہ کس طرح ناکام ہوئے۔ یہ فیصلہ ہم نہیں دیتے۔ یہ حق ہمارے قارئین کا ہے کہ وہ تحریف کے مجرموں کا کچھ دقت نظر سے محاسبہ کریں۔ ماننا یا نہ ماننا یہ ہر کسی کے اپنے ضمیر کی آواز ہوتی ہے۔

؎ ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے دیتے ہیں

☆...... چودھویں صدی کے تحریف کے مجرم

ان پندرہ واضح بیانات کو بدلنے کے لئے کونسے سورما میدان میں نکلے اُن میں سرفہرست ہم یہ آٹھ مجرم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

(۱) مرزا بشیر الدین محمود (۲) مرزا بشیر احمد ایم۔اے (۳)۔ میاں معراج الدین عمر

(۴) قاضی محمد نذیر لائل پوری (۵) دوست محمد شاہد (مؤلف تاریخ احمدیت) (۶) جلال الدین شمس (۷)۔ عبدالرحیم درد سیکریٹری (۸) ڈاکٹر بشارت احمد (مؤلف مجدد اعظم)

تذکرہ رؤسائے پنجاب اُردو طبع 1911ء کے حصہ دوم میں صفحہ 67 سے 69 تک مرزا غلام احمد کے خاندان کا تذکرہ ہے۔ مسٹر گریفن اُس کے صفحہ 69 پر لکھتے ہیں:۔

''یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمد جو غلام مرتضٰی کا چھوٹا بیٹا تھا مسلمانوں کے ایک مشہور فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص 1839ء میں پیدا ہوا۔''

مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے باپ کی زندگی پر سیرت مسیح موعود لکھی تو اس میں مسٹر گریفن کے حوالہ سے باپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء سے بدل کر

۱۸۳۷ء لکھ دی مسٹر گریفن کے نام سے یہ ۱۸۳۷ء لکھنا ایک صریح خیانت ہے۔

راقم الحروف خالد محمود نے مرزا بشیر الدین محمود کی زندگی میں 1964ء میں یہ سوال اُٹھایا تھا جسکا جواب مرزا محمود کی طرف سے قاضی نذیر احمد لائل پوری نے ہفت روزہ الفضل کی 1964ء کی یکم نومبر کی اشاعت میں دیا اسے ہم آگے جا کر نقل کریں گے۔

آپ یہاں صرف یہ نوٹ کریں کہ مرزا بشیر الدین محمود نے یہاں جو اپنے باپ کا سن پیدائش 1839ء کے بجائے 1837ء لکھا۔ اُس میں بھی قادیانیوں کو نکلنے کی راہ نہ ملتی تھی۔ سو مرزا بشیر الدین محمود نے آگے جا کر پھر اُسے 1835ء سے بدلا اور 1837ء کو محض سہو کاتب قرار دیا یہ بیک وقت چار سال کا فاصلہ قائم کرنے کی اپنی تحریف کی یہ کاروائی دو مختلف اوقات میں کی قاضی نذیر احمد مہتمم شعبہ نشر و اشاعت الفضل کی یکم نومبر 1964ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔

''تذکرہ رؤسائے پنجاب اردو میں آپکی پیدائش کا سن 1839ء کے بجائے 1835ء درج ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے جو سیرت مسیح موعود تحریر فرمائی ہے۔ اسمیں لیپل گریفن کے اقتباس میں 1837ء کا درج ہونا محض سہوِ کاتب ہے۔

قاضی صاحب کو کہنا تو یہ چاہیئے تھا کہ مرزا بشیر الدین محمود کا ۱۸۳۹ء کو ۱۸۳۷ء لکھنا سہوِ کاتب ہے۔ اصل 1839ء تھا مگر پڑھنے والے جب یہ پڑھتے ہیں کہ 1837ء محض سہوِ کاتب ہے۔ اصل 1835 تھا تو اس سے قادیانیوں کی دیانت اور امانت پوری طرح بے نقاب ہو جاتی ہے کہ کس ہوشیاری سے اُنہوں نے 1839ء کو 1835ء سے بدل دیا ہے کہ کسی طرح

مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش کو اُنکی عمر کی پیشگوئی کہ اُنکی اپنی عمر کم اَز کم 74 سال ہوگی سے مطابق کیا جاسکے۔

قادیانیوں کے لمبے ہاتھ پھر لیپل گریفن کی کتاب کے اُردو ترجمے تک جا پہنچے۔ تذکرہ رؤسائے پنجاب کے اُردو ترجمے کے 1940ء کے ایڈیشن میں بھی 1839ء کو 1835ء سے بدل دیا گیا اور اصل کتاب کو مرزا بشیر الدین محمود کے بیان کے مطابق کر دیا گیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ مرزا بشیر الدین محمود کے بیان کو اصل کتاب کے مطابق کرتے مگر اُنہوں نے مرزا بشیر الدین محمود کی سعی تحریف کو داد دیتے ہوئے اصل کو مرزا بشیر الدین کی تحریف کے مطابق کر دیا۔

اس کتاب کے 1940ء کے ایڈیشن میں اس کا ایک تتمہ بھی لگایا گیا ہے۔ اس میں مرزا صاحب کے پورے خاندان کا شجرۂ نسب، مرزا محمود کے سترہ بیٹوں کے نام، مرزا بشیر احمد اور مرزا شریف احمد کے بیٹوں کے نام بھی دیئے گئے ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ ایڈیشن اس وقت ان لمبے ہاتھوں سے عمل میں آیا ہے جنہوں نے اپنے قادیانی عوام کو مطمئن کرنے کے لئے اصل کتاب کو بالکل نذرِ تحریف کر دیا ہے۔

قادیانیوں نے اس کتاب کے ص ۷۰ کے اس حوالہ میں ایک تبدیلی یہ بھی کی ہے۔ اس کتاب میں ہے:۔

''مرزا غلام احمد کا اپنا رشتہ دار ایک بھی اس کا پیرو نہیں ہے۔''

مرزا محمود نے تو اسے اپنی کتاب سیرت مسیح موعود میں کوئی جگہ نہیں دی لیکن مرزا غلام احمد کے دوسرے بیٹے مرزا بشیر احمد نے اسے اس طرح بدل دیا ہے۔

''حضرت مسیح موعود کے اپنے رشتہ داروں میں سے بہت ہی کم ان کے

معتقد ہیں۔" (سیرت المھدی، حصہ اوّل ص ۱۴۷)

مرزا بشیر الدین محمود نے اس چھپے انداز میں اپنے والد کی تاریخ پیدائش کو بدلا لیکن اُسکے بھائی مرزا بشیر احمد نے اپنے والد کی اپنی بیان کردہ تاریخ پیدائش کی کھلے پیرایہ میں تردید کی اور لکھا کہ۔

"خاکسار عرض کرتا ہے کہ عمر کے متعلق حضرت مرزا صاحب کے سب (پندرہ) اندازے سے ہی ہیں۔ (آپ کو اپنی تاریخ پیدائش کا) کوئی یقینی علم نہیں ہے۔" (سیرت المھدی جلد ا،۲۷۴)

پھر اس پر مرزا بشیر احمد نے جو شبہات اُٹھائے ہیں ہم پہلے اُن کے جوابات دے آئے ہیں۔

ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے کوئی شخص اگر سو قلابازیاں بھی لگائے تو جھوٹ جھوٹ ہی رہتا ہے اور وہ کبھی سچ نہیں ہو پاتا۔ یہی حال قادیانیوں کے اس جرم تحریف کا بھی ہے۔ 1839ء کسی راہ سے بھی 1835ء نہیں بنایا جاسکتا

اس تمام تفصیل سے ہم یہ بات اپنے قارئین کے سامنے لانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے خدائی الہام کے حوالے سے اپنی جو عمر بتائی تھی کہ وہ کم از کم ۷۴ سال کی ہوگی وہ غلط نکلی اور یہ اپنی جگہ صحیح ہے کہ اللہ تعالی کے اپنے رسولوں سے کیے گئے وعدے کبھی غلط نہیں ٹھہرتے

فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله ان الله عزيز ذو انتقام

(پ ۱۳ سورہ ابراھیم ۴۷)

(ترجمہ) سو خیال مت کر کہ اللہ خلاف کرے گا اپنا وعدہ جو کیا اس نے اپنے رسولوں سے بیشک اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا۔

یعنی نہ کوئی مجرم اس سے چھوٹ کر بھاگ سکتا ہے کہ اس نے اس سے یہ وعدہ کیا ہی نہ ہو اس نے خود ہی بات بنالی ہو اور نہ وہ خدا پر جھوٹ بولنے والوں کو اپنی انتقامی کاروائی سے روکے گا

قادیانیوں نے پھر اپنی اس بدلی تاریخ کو انگریزی پریس میں بھی بدل دیا ہے اور ہمیں افسوس ہے کہ ڈاکٹر اے جے آربری نے بھی انہی کے بھیجے مضامین سے اپنے مجموعہ Religions of the world میں قادیانیت کا تعارف کرایا اور وہ یہ نہ سمجھ پائے کہ یہ تو ایک سیاسی تحریک تھی جو انگریزی حکومت نے ہی ہندوستان میں قائم کی تھی اور یہ انہی کا قادیان میں لگایا ہوا پودا تھا۔ آربری کے اس مجموعہ کی دوسری جلد میں ص ۱۹ میں قادیانیوں کا تعارف دیا گیا ہے۔ یہ مضمون مانچسٹر یونیورسٹی کے پروفیسر جیمز رابسن کا ہے اس کے ص ۳۴۹ میں لکھا ہے:

Mirza Ghulam Ahmed was born about 1935 and he died in 1908.

یہ وہی تاریخ پیدائش ہے جو مرزا بشیر الدین محمود نے تدریجاً گھڑی ہے پہلے ۱۹۳۹ء کو ۱۹۳۷ء بنایا پھر ۱۹۳۷ء کو سہو کاتب کہہ کر ۱۹۳۵ء بنایا اور پھر انگلینڈ اور یورپ کے مستشرقین کو یہ تحریف مہیا کی۔

قارئین اندازہ کریں کہ جو لوگ ان پندرہ صریح شہادتوں کے بعد بھی اپنی تاریخ میں یہ کھلی تحریف کررہے ہیں وہ پورے دین کی تحریف میں اللہ کی پکڑ سے کس قدر بے خوف ہوں گے گویا کہ وہ آخرت کے حساب کو کسی طرح سے مانتے ہی نہیں سچائی کے طالبین کے لئے قادیانیوں کی یہ تحریف ان کی باقی تحریفات کو سمجھنے کی ایک بڑی روشن دلیل ہے۔

قادیانی اس تحریف پر اس شدت سے کیوں ڈٹے ہیں

قادیانی مبلغین مرزا غلام احمد کی بیان کردہ اپنی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء ۱۸۴۰ء کو اس لیے غلط ثابت کرنے کے درپے ہیں کہ ان کے سامنے مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت بری طرح سوہان روح بنی ہوئی ہے اگر اسے واقعی آسمانی کاروائی کہیں تو اس سے قادیانیت کی پوری عمارت یکسر دھڑام سے آ گرتی ہے۔ مرزا غلام احمد کی وہ عبارت ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں اس طرح ہے۔

الہامات میں خدا تعالیٰ کی مجھ سے یہ عادت نہیں کہ صرف معمولی مکالمہ الٰہیہ ہو بلکہ اکثر الہامات میرے پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور دشمن کے بدارادوں کا ان میں جواب ہے مثلاً چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا تبھی جلد مر گیا اس لیے پہلے ہی سے اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

ثمانين حولاً او قريبا من ذلك او تزيد عليه سنينا و ترى نسلا بعيداً یعنی تیری عمر اسی برس کی ہوگی دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل کو دیکھ لے گا اور یہ الہام قریباً پینتیس برس سے ہو چکا ہے۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۹ تقطیع کلاں)

اور پھر ص ۲۱ پر بھی ہے۔

لنحيينك حيوة طيبة ثمانين حولاً او قريباً من ذلك و ترى نسلاً بعيداً.

ناظرین پیدائش ۱۸۳۹ء ۱۸۴۰ء ہو اور موت ۱۹۰۸ء تو مرزا صاحب کی عمر ۶۸ سال یا ۶۹ سے آگے نہ گئی اب اسے اسی سال کے قریب کرنے کے لیے مرزا بشیر الدین محمود، مرزا بشیر احمد اور دوسرے قادیانی مبلغ اگر ان تحریفات

سے کام نہ لیں تو مرزا صاحب کا یہ الہام ہی ان کے تابوت کی آخری میخ بن جاتا ہے۔ یہ صرف الہام نہیں بقول مرزا غلام احمد یہ اس سے خدا کا وعدہ تھا کہ اس کی عمر کم از کم ۷۴ سال ہوگی۔

خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں اسی برس یا دو تین برس کم یا زیادہ تیری عمر کروں گا تا لوگ کمی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکال سکیں۔ (ایضاً ص ۵)

خدا کی قدرت دیکھئے آج مرزا غلام احمد کے مخالفین مرزا کے اس الہام سے اس کے کاذب ہونے کا نتیجہ کس جلی روشنی میں حاصل کر رہے ہیں۔

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

عقل کو گم کرنے والے سنسنی خیز انکشافات

برأۃ حضرۃ تھانویؒ

الحمد للّٰہ وسلام علٰی عبادہٖ الذین اصطفیٰ اللّٰہ خیرامّا یشرکون امابعد..........

قادیانیوں نے حکیم الامت حضرۃ مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ''المصالح العقلیہ'' میں بعض عبارات کو مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات سے لفظاً لفظاً ملتے پایا تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ عبارات مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے لی ہیں، اور یقیناً انہی سے لی ہیں۔

ان کے دوست محمد شاہد نے ۵ مئی اور ۷ مئی ۱۹۸۳ء کے الفضل ربوہ میں پہلی بار یہ انکشاف کیا اور پھر ان کے ہفت روزہ لاہور نے اس مضمون کو اپنے اہتمام سے شائع کیا اور دعویٰ کیا کہ مولانا تھانویؒ نے یہ مضامین مرزا صاحب کی کتابوں سے لیے ہیں اور یہ بھی الزام لگایا کہ مولانا تھانویؒ نے کہیں نہیں لکھا کہ یہ مضامین انہوں نے کسی اور مصنف سے لیے ہیں۔

دوست محمد شاہد کے اس الزام نے عوام میں ایک عجیب پریشانی پیدا کر دی کہ مولانا تھانویؒ جیسے جلیل القدر اور شہرہ آفاق عالم نے مرزا غلام احمد کی عبارات کو کیوں اپنا ظاہر کیا ہے مگر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ مولانا تھانویؒ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں صاف لکھ دیا ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں بعض مضامین کسی اور کتاب سے لیے ہیں، اس

میں چونکہ بہت سی باتیں غلط بھی تھیں اور کچھ مضامین صحیح تھے۔ اس لیے مولانا تھانویؒ نے اس کتاب کا نام ذکر نہ کیا تاکہ اس میں لوگوں کی غلط رہنمائی کا گناہ ان پر نہ آئے۔ لیکن یہ صاف لکھ دیا کہ کچھ مضامین آپ نے کسی اور کتاب سے لیے ہیں۔ اور آپ نے یہ بات کسی معرض خفا میں نہیں رکھی۔

المصالح العقلیہ کے اس مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں حضرت تھانویؒ کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ اور یہ فیصلہ آپ خود کریں کہ دوست محمد شاہد کا یہ الزام کہ حضرت تھانوی نے کہیں نہیں لکھا کہ مضامین انہوں نے کسی اور مصنف سے لیے ہیں کہاں تک صحیح ہے حضرت تھانوی اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں:

''احقر نے غایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لے لیے اور اس میں احکام مشہورہ کی کچھ کچھ وہی مصلحتیں مذکور ہونگی جو اصولِ شرعیہ سے بعید نہ ہوں اور افہام عامہ کے قریب ہوں مگر یہ مصلحتیں نہ سب خصوص ہیں نہ سب مدارِ احکام اور نہ ان میں انحصار ہے۔'' (المصالح العقلیہ ص ۱۴۔۱۵)

ہم نے حضرت تھانویؒ کی یہ تصریح دیکھی تو قادیانی خیانت کا پردہ اچانک چاک ہو گیا۔ وہ حیرت جاتی رہی جو دوست محمد شاہد قادیانی کے مذکورہ سابقہ مضمون سے پیدا ہوئی تھی مگر اس پر حیرت ضرور ہوئی کہ دوست محمد قادیانی کو اتنا صریح جھوٹ بولنے اور مغالطہ دینے کی جرأت کیسے ہوئی کہ مولانا تھانویؒ نے کسی قسم کا حوالہ دیئے بغیر دوسروں کی عبارات کو اپنا ظاہر کیا ہے۔ اگر وہ یوں کہتے کہ مولانا تھانویؒ نے اس کتاب کے مصنف کا نام نہیں لیا جہاں سے بعض عبارات انہوں نے لی ہیں تو بیشک انہیں اس سوال کا حق پہنچتا تھا لیکن اس حوالے کا سرے سے ذکر نہ کرنا اور لوگوں کو یہ تاثر دینا کہ مولانا تھانویؒ نے غلام احمد کی یہ عبارات بغیر کسی قسم کا حوالہ دیئے اپنے نام سے پیش کر دی ہیں۔

قادیانیوں کی کھلی خیانت اور ان کے صریح جھوٹ کی ایک نئی مثال ہے۔ جو لوگ خدا پر جھوٹ باندھتے ہوئے نہ شرمائیں ان کے لیے حضرت تھانوی پر جھوٹ باندھنا کوئی بعید از عقل بات نہ تھی۔

ہم نے ماہنامہ ''الرشید'' ساہیوال کی اگست ۱۹۸۳ء کی ایک اشاعت میں دوست محمد شاہد سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس غلط بیانی کی برسرِ عام معافی مانگیں مگر افسوس کہ انہیں اس کی توفیق نہ ہوئی، البتہ ان کے ایک ایڈووکیٹ محمد شبیر ہرل نے ہفت روزہ لاہور کی ۲۷ اگست کی اشاعت میں دوست محمد صاحب کی اس خیانت کو حق بجانب ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ہم نے ہفت روزہ خُدام الدین لاہور کی ۱۶ ستمبر ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں عذر گناہ بدتر از گناہ کے عُنوان سے اس کا پورا تعاقب کیا۔ قادیانیوں کے دو پہلوان دوست محمد اور محمد شبیر ہرل چت گرے تو ان کی طرف سے بورے والا کے عبد الرحیم بھٹہ، ہفت روزہ لاہور کی ۲۹ اکتوبر کی اشاعت میں سامنے آئے اور ایک ایسا مضمون لکھا جو تضاد بیانی، حیرت سامانی اور بوکھلاہٹ میں اپنی مثال آپ ہے اور اس لائق نہیں کہ اس کی تردید کرنے کی کہیں ضرورت محسوس ہو۔

یہ قادیانی مضمون نگار اگر یہ کہتے کہ مولانا تھانویؒ نے اپنے اس مقدمہ کتاب میں صرف ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ ان کی کتاب المصالح العقلیہ میں مرزا صاحب کی ایک کتاب سے نہیں ان کی پانچ کتابوں کے اقتباسات ہیں تو پھر بھی کوئی بات تھی اور ہمارے ذمہ ہوتا کہ ہم حضرت تھانویؒ کی طرف سے کوئی جواب گذارش کریں۔ مگر افسوس کہ دوست محمد قادیانی نے اپنے اس انکشاف کی خشتِ اول ہی کچھ ایسی ٹیڑھی رکھی تھی کہ اس پر جو دیوار بنتی گئی ٹیڑھی ہی بنتی گئی۔ یہاں تک کہ عبد اللہ ایمن زئی نے اس پر ایک رسالہ ''کمالاتِ اشرفیہ'' لکھ مارا، اس طنز آمیز نام سے کتاب کی خوب اشاعت کی۔

ایمن زئی صاحب نے بھی کہیں یہ ذکر نہ کیا کہ مولانا تھانویؒ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے بعض مضامین کسی دوسری کتاب سے لیے ہیں۔ اگر وہ یہ بات لکھ دیتے تو ان کی یہ نشان دہی ''مذہبی دنیا میں زلزلہ'' کیسے بنتی اور وہ اپنے اس رسالہ کو ''عقل کو گم کر دینے والے انکشافات'' کیسے کہتے۔ اس کی انہیں کوئی راہ نہ ملتی تھی۔

تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

افسوس کہ یہ لوگ ایک ہی لکیر پیٹتے رہے کہ مولانا تھانویؒ نے یہ مضامین مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے بغیر کسی قسم کا حوالہ دیئے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں۔ ہم نے ان قادیانی مضموں نگاروں کے ہر مضمون پر ان کا نوٹس لیا اور انہیں اس غلط بیانی اور خیانت سے رجوع کرنے کی دعوت بھی دی مگر افسوس کہ ان حضرات نے کہیں بھی اپنی اس خیانت پر پریشانی کا اظہار نہ کیا اور نہ انہیں اپنی اس علمی خیانت سے توبہ کی توفیق ہوئی۔

آیئے اب ہم اصل موضوع پر کچھ حقائق عرض کرتے ہیں۔

عقلی حکمتیں مولانا تھانویؒ کی نظر میں

حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت بلند پایہ اور راسخ فی العلم عالم دین تھے، ان کے ہاں احکام دین کی یہ مصلحتیں نہ منصوص ہیں اور نہ مدارِ احکام، بلکہ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ لوگ اس قسم کے مباحث میں نہ پڑیں لیکن وہ انہیں اس سے روکنے پر قادر نہ تھے، مجبوراً انہوں نے ایک صحیح سمت رخ موڑا۔

آپؒ نے ان میں سے وہ مضامین جو ان کے نزدیک اصولِ شریعت کے خلاف نہ تھے لے لیے اور اس کتاب کے مؤلف کا نام نہ بتایا کہ اس کی نشاندہی پر لوگ اس کتاب کی طرف نہ دیکھیں جو تمام تر رطب و یابس سے پُر تھی اور عامۃ الناس کو اس کا دیکھنا سخت مضر تھا۔ مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں

غرض اس میں کوئی شک نہ رہا کہ اصل مدار ثبوت احکام شرعیہ و فرعیہ کا نصوص ہیں لیکن اسی طرح اس میں بھی شبہ نہیں کہ باوجود اس کے پھر بھی ان احکام میں مصالح اور اسرار بھی ہیں اور اگر مدار ثبوت ان احکام کا ان پر نہ ہو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا لیکن ان میں خاصیت ضرور ہے کہ بعض طبائع کے لیے ان کا معلوم ہو جانا احکامِ شرعیہ میں مزید اطمینان پیدا کرنے کے لیے ایک درجہ میں معین ضرور ہے گو اہل یقین راسخ کو اس کی ضرورت نہیں۔" (المصالح العقلیہ ص ۱۳)

حضرۃ مولانا تھانویؒ کی اس عبارت سے یہ واضح ہے کہ انہوں نے اس ایک کتاب سے مضامین اس لیے نہیں لیے کہ مولانا کو خود ان کی ضرورت تھی یا وہ انہیں کسی درجہ میں علم و معرفت کا سرمایہ سمجھتے تھے، بلکہ محض اس لیے کہ ان کے بیان سے وہ علم و یقین کے ضعفاء کو کسی درجہ میں کچھ تسلی دے سکیں۔ حضرۃ مولانا تھانویؒ کی اس تصریح کے باوجود جناب عبد اللہ ایمن زئی، حضرت مولانا تھانویؒ کو اس آبِ حیات کا متلاشی بتلا رہے ہیں۔ جو ہندوستان کے کئی راہ گم کردہ لوگوں کے لیے زہر ثابت ہو چکا تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ حضرۃ مولانا جیسے راسخین فی العلم کے ہاں ان مضامینِ عقلیہ کا کچھ وزن نہیں وہ حضرت مولاناؒ کو اس ''چشمۂ فیض'' سے سیراب ہوتا یوں پیش کرتے ہیں ان کے مندرجہ ذیل پانچ نکات ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت تھانویؒ اس نکتے پر غور فرما رہے تھے کہ خنزیر کو حرام قرار دینے کا عقلاً کیا جواز ہے، اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جو لٹریچر تخلیق ہوا اور بڑے بڑے علماء و مفسرین نے اس مسئلے پر جو کچھ لکھا وہ سب حضرت تھانویؒ کی نظر میں تھا مگر انہوں نے یہ سارا سرمایۂ معرفت ایک طرف رکھ دیا اور مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں حرمت خنزیر کے جو اسباب بیان کیے تھے وہ اپنی

کتاب میں نقل کر دیئے۔ (ایضاً ص ۱۶)

(۲) حضرت تھانویؒ اپنی کتاب کی تصنیف کے وقت غور فرما رہے تھے کہ نماز پنجگانہ میں کیا حکمتیں ہیں اسی دوران میں ''ان کی نظر سے مرزا صاحب کی مذکورہ کتاب گذری'' اس میں بیان کردہ حکمتیں حضرت تھانویؒ کو اس قدر پسند آئیں کو اس قدر کہ لفظ بہ لفظ اپنی کتاب میں نقل فرما دیں۔'' (ایضاً ص ۱۶)

(۳) حضرت مولانا تھانوی کتاب کے لیے اس موضوع پر غور وفکر اور مطالعہ فرما رہے تھے تلاش و تحقیق کے دوران مرزا صاحب کی کتاب ''نسیمِ دعوت'' انہیں ملی انہوں نے یہ کتاب پڑھی اور محسوس کیا انسانی قویٰ کے استعمال کے جو طریقے مرزا صاحب نے قرآن شریف پر تدبر'' کرنے کے بعد بیان کیے ہیں ان سے بہتر نکات بیان نہیں کیے جا سکتے۔'' (ایضاً ص ۱۶)

(۴) روح اور قبر کے تعلق کے بارے میں صدیوں تک علماء اور حکماء اسلام نے بحث کی اور آخر یہی نتیجہ نکالا کہ قبر کے ساتھ روح کا تعلق کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ حضرت تھانویؒ کے پیشِ نظر بھی یہی مسئلہ تھا.......... اسی دوران میں حضرت تھانویؒ کی نظر سے مرزا صاحب کی ایک تقریر گذری.......... مرزا صاحب کی تقریر کی ساری عبارت حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب میں شامل کر لی۔ (ایضاً ص ۲۰)

(۵) حضرت مولانا تھانویؒ نکاح اور طلاق کی حکمتوں پر غور فرما رہے تھے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب آریہ دھرم میں نکاح و طلاق کی حکمتوں پر بحث کر چکے تھے۔ حضرت تھانویؒ نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس سے استفادہ کیا، مولانا مغفور مرزا صاحب کی بحث کو پڑھ کر اسے اپنے رنگ میں اور اپنے الفاظ میں بیان کر سکتے تھے...... مگر حضرت تھانویؒ کو خراجِ تحسین ادا کرنا پڑتا ہے کہ انہوں

نے دھوکہ فریب سے کام لینے کی بجائے مرزا صاحب کی یہ ساری بحث مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں اپنی کتاب کی زینت بنا دی۔

ان پانچوں اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ ان مسائل میں واقعی ضرورت مند تھے اور مرزا صاحب کی کتابوں میں ان کی مشکل کا حل موجود تھا اور انہوں نے اپنی یہ مشکل مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی حل کی جناب عبد اللہ ایمن زئی نے یہ عبارات لکھتے ہوئے حضرت تھانویؒ کے اس جُملہ کو چھوا تک نہیں جو حضرت تھانویؒ اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں لکھ چکے تھے اور اس سے پوری حقیقتِ حال سے پردہ اُٹھتا تھا۔ وہ جُملہ یہ ہے۔

اہلِ یقین راسخ کو اس کی ضرورت نہیں لیکن بعض ضعفاء کے لیے تسلی بخش اور قوت بخش بھی ہے..............الخ

اب آپ ہی غور کریں کہ حضرت تھانویؒ تو ان مضامین عقلیہ کو کوئی علم وعرفان کا موضوع قرار نہیں دے رہے۔ ضعفاء ایمان کے لیے محض ایک تسلی کا سامان کہہ رہے ہیں اور عبد اللہ ایمن زئی صاحب ہیں کہ خلاف مراد متکلم حضرت تھانویؒ کو ان مضامین میں تحقیقِ حق کا جویا بتلا رہے ہیں۔ حضرت تھانویؒ کو غور وفکر میں ڈوبا ہوا۔ ظاہر کر رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں اب جو شخص حضرت تھانویؒ کے اس مقدمہ کو پڑھے گا اور پھر ایمن زئی صاحب کی ان عبارات کو دیکھے گا وہ بلا تامل کہے گا کہ ایمن زئی صاحب نے ان عبارات میں حق و انصاف کا خون کیا ہے، اور کچھ بھی خدا کا خوف نہیں کیا، جو بات حضرت تھانویؒ نے نہ صرف ضعفاء ایمان کے لیے تسلی کا سامان بتائی تھی اسے ایمن زئی نے خود حضرت تھانوی جیسے راسخ فی العلم کے لیے سرمایہ یقین ٹھہرایا ہے۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم یہ کھلی خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟

عقلی حکمتیں اور رُوحانی معارف

عبد اللہ ایمن زئی نے یہ جانتے ہوئے کہ مولانا تھانویؒ کے نزدیک احکامِ اسلام کی مصلحتوں اور حکمتوں کا علم سرے سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور نہ وہ اسے کسی پہلو میں روحانی معارف میں جگہ دیتے ہیں مولانا تھانویؒ کی کتاب المصالح العقلیہ کو روحانی معارف کی کتاب سمجھ لیا ہے۔ ایمن زئی صاحب یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ مولانا تھانویؒ تو سرے سے ہی ان کے خلاف تھے، انہیں محض ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لیے سامانِ تسلی سمجھتے تھے۔ کاش کہ ایمن زئی صاحب حضرت تھانویؒ کی یہ عبارت ہی مقدمہ میں دیکھ لیتے۔

''ہمارے زمانہ میں تعلیم جدید کے اثر سے جو آزادی طبائع میں آگئی ہے اس سے بہت سے لوگوں کو ان مصالح کی تحقیق کا شوق پیدا ہوگیا ہے اور گو اس کا علاج تو یہی تھا کہ ان کو اس سے روکا جائے۔''
(المصالح العقلیہ ص ۱۴)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت تھانویؒ کے ہاں ان کی یہ کتاب کوئی روحانی معارف کی کتاب نہ تھی، انہوں نے ادنیٰ سمجھ والوں کے لیے احکامِ اسلام کی یہ چند مصلحتیں ذکر کی ہیں تاکہ عوام کو ان میں رغبت ہو۔ افسوس کہ ایمن زئی صاحب نے انہیں روحانی معارف کا خزانہ یا قرآن مجید کی کوئی بہت بڑی تفسیر سمجھ لیا اور ثابت کرنے کی کوشش کی اور کہا دیکھو مولانا تھانویؒ جیسا جب جلیل القدر عالِم مرزا صاحب سے روحانی معارف کا سبق لے رہا ہے۔ ایمن زئی صاحب لکھتے ہیں۔

لاکھوں انسانوں کے پیشوا حضرۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی مشہور و معروف کتاب احکامِ اسلام عقل کی نظر میں، ایک ایسی پر معارف تصنیف

ہے جس کے اسرار و معارف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مختلف اور متعدد کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۵)

پھر ایمن زئی صاحب یہ بھی لکھ گئے:

اپنے زمانے کا اتنا بڑا عالم جس نے لاکھوں انسانوں کو علم دین پڑھایا، وہ اپنی کتاب احکامِ اسلام عقل کی نظر میں لکھتے ہوئے اتنا بے بس ہو گیا کہ روحانی معارف بیان کرنے کے لیے اسے مرزا صاحب کی کتابوں کا سہارا لینا پڑا۔ (ایضاً ص ۵)

مولانا تھانویؒ تو اپنی اس کتاب کو روحانی معارف کا خزانہ بالکل نہیں کہہ رہے بلکہ صراحت کر رہے ہیں کہ راسخ العلم اہلِ یقین کو اس کی کوئی ضرورت نہیں صرف ضعفاء اسلام کے لیے اس میں کچھ تسلی کا سامان ہے مگر ایمن زئی صاحب ان کی کتاب پر عقیدت کا وہ حاشیہ چڑھا رہے ہیں جو حضرت تھانویؒ کے مریدین میں سے بھی کسی کو آج تک نہیں سوجھا ہو گا۔ یہ اس لیے نہیں کہ انہیں حضرت تھانویؒ سے عقیدت ہے بلکہ اس لیے کہ وہ اپنے اس اظہار سے مرزا غلام احمد کے بارے میں اپنے بیمار ذہن کو کچھ تسکین دینا چاہتے ہیں۔

مولانا تھانویؒ کی کتاب میں غیر مسلموں کی نقول

مولانا تھانویؒ نے اپنی اس کتاب میں احکامِ اسلام کی بعض حکمتیں غیر مسلموں سے بھی نقل کی ہیں۔ آپ ایک مقام پر ایک جرمن مقالہ نویس سے اسلام کے حفظِ صحت کے اصولوں میں ایک حکمت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

"اسلام نے صفائی اور پاکیزگی اور پاکبازی کی صاف وصریح ہدایات کو نافذ کر کے جراثیم ہلاکت کو مہلک صدمہ پہنچایا ہے غسل اور وضو کے واجبات نہایت دُور اندیشی اور مصلحت پر مبنی ہیں غسل میں تمام جسم اور وضو میں ان اعضاء کا پاک ہونا ضروری ہے جو عام کاروبار یا چلنے

پھرنے میں کھلے رہتے ہیں۔ منہ کو صاف کرنا اور دانتوں کو مسواک کرنا، ناک کے اندرونی گردو غبار وغیرہ کو دُور کرنا یہ تمام حفظ صحت کے لوازم ہیں اور ان واجبات کی بڑی شرط آب رواں کا استعمال ہے جو فی الواقع جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے لحم خنزیر اور بعضے ممنوع جانوروں کے اندر امراضِ ہیضہ و ٹائی فائیڈ بخار وغیرہ کا خطرہ دریافت کرلیا تھا۔

(المصالح العقلیہ ص ۲۹۸ منقول از اخبار وکیل ۱۸ جون ۱۹۱۳ء ۶۶۲)

عبداللہ ایمن زئی کیا اس جرمن مقالہ نویس کو قرآنی معارف کا سرچشمہ کہیں گے؟ کہ مولانا تھانوی جیسا بڑا عالم اسلام احکام کی ایک حکمت اس غیر مسلم سے نقل کر رہا ہے۔ مولانا تھانویؒ نے جرمنی کے ڈاکٹر کوخ کی بھی ایک تحریر احکام اسلام کے مصالح عقلیہ میں پیش کی ہے۔ ہم اس کا بھی ایک اقتباس یہاں پیش کرتے ہیں۔

جس وقت مجھ کو نوشادر کا داء الکلب کے لیے تیر بہدف علاج ہونا دریافت ہوگیا ہے اس وقت سے میں اس عظیم الشان شخص کی خاص طور پر قدر و منزلت کرتا ہوں۔ اس انکشاف کی راہ میں مجھ کو انہیں کے مبارک قول کی شمع نور نے روشنی دکھائی۔ میں نے ان کی وہ حدیث پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اس کو سات مرتبہ دھولو چھ مرتبہ پانی سے ایک مرتبہ مٹی سے یہ حدیث دیکھ کر مجھ کو خیال آیا کہ محمدؐ جیسے عظیم الشان پیغمبر کی بات میں فضول گوئی نہیں ہو سکتی، ضرور اس میں کوئی مفید راز ہے اور میں نے مٹی کے عنصروں کی کیمیائی تحلیل کر کے ہر ایک عنصر کا داء الکلب میں الگ استعمال شروع کیا آخر میں نوشادر کے تجربہ کی نوبت آتے ہی مجھ پر منکشف ہوگیا کہ

اس مرض کا یہی علاج ہے۔

(المصالح العقلیہ ص ۳۰۲ منقول از اخبار مدینہ بجنور ۹ مارچ ۱۹۱۷ء)

ان مثالوں سے واضح ہے کہ حضرۃ مولانا تھانویؒ نے احکامِ اسلام کے مصالح عقلیہ بیان کرنے میں کچھ مضامین غیر مسلموں سے بھی لیے ہیں۔ ڈاکٹر موریس فرانسیسی، مسٹر آرنلڈ وہائٹ، مسٹر ایڈورڈ براؤن کی تحریرات کے ساتھ ساتھ آپ نے گورو بابا نانک سے بھی کچھ باتیں نقل کی۔ یہ کوئی دینی سند یا قرآن و حدیث کی تفسیر نہیں جو غیر مسلموں سے نقل کی جارہی ہے۔ مباحث عقلیہ میں غیر مسلموں سے کوئی بات لے لینا ہرگز کسی پہلو سے ممنوع نہیں، کوئی پڑھا لکھا شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرۃ مولانا تھانویؒ نے اس جرمن مقالہ نویس یا ڈاکٹر کوخ سے یا ان دوسرے غیر مسلم مضمون نگاروں سے روحانی معارف حاصل کیے ہیں۔ اب آپ نے اگر ان غیر مسلموں میں مرزا غلام احمد سے بھی کچھ باتیں مباحثِ عقلیہ میں لے لیں تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکل آیا جو ایمن زئی صاحب ان الفاظ میں نکال رہے ہیں۔

> "راقم تو اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اگر علامہ تھانوی جیسے عالم بے بدل اور لاکھوں مسلمانوں کے روحانی پیشوا نے روحانی علم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے چشمہ علم و معرفت سے حاصل کیا تو پھر اس زمانے میں علم دین اور روحانیت کا سرچشمہ تو مرزا صاحب ہوئے۔

(کمالات اشرفیہ ص ۴۸)

محترم! اگر آپ اپنی اس عبارت کا یہ آخری جزء یوں لکھتے تو آپ کی دیانتداری کسی درجہ میں لائق تسلیم ہوتی اور پھر ہم اس کا بھی کچھ جواب عرض کرتے۔

''مسلمانوں کے روحانی پیشوا نے روحانی علم جرمنی کے غیر مسلم مستشرق، جرمنی کے ڈاکٹر کوخ، بابا نانک اور مرزا غلام احمد قادیانی کے چشمۂ علم و معرفت سے حاصل کیا ہے۔''

ایمن زئی صاحب کا اِس مقام پر صرف مرزا غلام احمد کو ذکر کرنا ان کے رازِ دروں کا پتہ دے رہا ہے۔ اوپر کی عبارت میں خط کشیدہ لفظ اگر ہم نے اس لیے لکھا ہے کہ واقعۃً حضرت تھانویؒ نے مرزا غلام احمد کی کتابوں سے کوئی بات نہیں لی اور محض الفاظ اور عبارات کے ملنے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ مضامین واقعی غلام احمد کی کتابوں ہی سے لیے ہیں۔ علمی اور منطقی پہلو سے کسی طرح صحیح نہیں۔ آئندہ ہم اس پر تفصیل سے بات کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ کی اس کتاب کا موضوع سرے سے روحانی معارف نہیں۔ یہ سب مباحث عقلیہ ہیں جو اس کتاب میں پائے جاتے ہیں اور ان میں غیر مسلم کی بات لے لینی بھی کسی پہلو سے محلِ کلام نہیں۔ مولانا تھانویؒ کی اس کتاب میں احکامِ اسلام کی ہزاروں عقلی مصلحتیں مذکور ہیں، ان میں سے جو باتیں مرزا غلام احمد کے ساتھ مشترک ہیں وہ مولانا تھانویؒ کی بیان کردہ کل مصالح عقلیہ کا ۱/۱۰۰ حصہ بھی نہیں جس کا دل چاہے گن کر دیکھ لے اور موازنہ کر لے اور پھر اس پر قادیانیوں کے اس دعوے کو بھی منطبق کرے کہ یہ سب روحانی معارف مرزا غلام احمد سے ہی ماخوذ ہیں۔ ہم بطور اصول تسلیم کرتے ہیں کہ مصالح عقلیہ کے اخذ کرنے میں ماخوذ منہ کا مسلمان ہونا شرط نہیں حکمت کی بات مومن کی اپنی متاع گمشدہ ہے۔ جہاں سے اسے ملے وہ اسی کی ہے۔ الحکمۃ ضالۃ المومن حیث وجدھا ھواحق بھا

ایمن زئی صاحب کی عقیدت حضرۃ تھانویؒ سے صرف لفظی ہے

جناب عبداللہ ایمن زئی گو اپنے آپ کو قادیانی نہیں کہہ رہے لیکن ان کی سطر سطر راز دروں پردہ کا پتہ دے رہی ہے۔ حضرۃ تھانویؒ کی عقیدت میں بھی وہ رطب اللسان ہیں لیکن ان کی ایک بات پر بھی وہ پورا یقین کرنے کے لیے تیار نہیں۔ مولانا تھانوی کی وہ کونسی بات ہے جسے ایمن زئی صاحب تسلیم نہیں کر رہے۔ وہ حضرۃ تھانویؒ کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ مضامین ایک کتاب سے لیے ہیں۔

احقر نے غایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے جو کہ موصوف بصحت تھے لے لیے ہیں۔

(احکام اسلام عقل کی نظر میں ص ۱۶)

ایمن زئی صاحب نے کمالاتِ اشرفیہ کے ص ۷، ص ۱۶، ص ۲۰، ص ۲۷، ص ۳۳ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرۃ تھانویؒ نے مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے اقتباسات لیے ہیں۔ مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک کتاب (اور وہ بھی مرزا غلام احمد کی نہیں) سے یہ لیے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جو شخص حضرۃ تھانویؒ کی بات کا اعتبار نہیں کرتا وہ کہاں تک ان کا معتقد ہو سکتا ہے۔ سو ایمن زئی صاحب کی حضرت تھانویؒ سے عقیدت محض ایک لفظی کھیل ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

حضرۃ تھانویؒ نے حوالہ میں مصنف کا نام کیوں نہیں

حضرۃ تھانویؒ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہ حوالہ تو دیا کہ انہوں نے اس کے بعض مضامین ایک کتاب سے نقل کیے جس میں رطب ویابس ہر طرح کے مضامین تھے جو مضامین ان کے ہاں رو بصحت تھے انہوں نے ان میں سے

بہت سے مضامین لے لیے۔ لیکن یہ سوال باقی رہا کہ اس کتاب کا مصنف کون تھا اور یہ کہ حضرۃ تھانویؒ نے اس کا نام کیوں نہیں لیا؟

اس کا جواب معلوم کرنے سے پہلے آپ اس مصنف کے بارے میں حضرت تھانویؒ کی رائے معلوم کرلیں اور پھر خود سوچیں کہ آپ کے لیے ان کا نام لینا مناسب تھا یا نہ تھا؟ اور آپ نے اس کا نام نہ لے کر مسلمانوں کے ساتھ اور خود اس مصنف کے ساتھ خیر خواہی کی ہے یا بدخواہی؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حکیم الامت تھے ان کے ہر عمل میں دینی حکمت جھلکتی ہے وہ ایک کم علم اور کمزور فکر آدمی کا تعارف کرا کر اس کے غلط افکار کی اشاعت میں حصہ دار بننا نہیں چاہتے تھے اور جو باتیں اس کے قلم سے صحیح نکلیں انہیں بموجب حدیث ضائع جانے دینا بھی نہیں چاہتے تھے کہ حکمت کی بات مؤمن کی گمشدہ چیز ہے جہاں سے بھی ملے وہ اسے لے لے۔ اس نازک مرحلہ پر حضرت حکیم الامۃ ایک بیچ کی راہ پر چلے، کتاب کا ذکر کر دیا کہ انہوں نے کچھ باتیں ایک کتاب سے لی ہیں، جس کا مصنف علم وعمل کی کمی کے باعث اس کتاب میں رطب ویابس لے آیا ہے اور اس کتاب کا نام نہ لیا کہ لوگ اس کے غلط مندرجات سے گمراہ نہ ہوں اور نہ مصنف کا نام لیا تاکہ اس کی مزید رسوائی نہ ہو۔ حکیم الامت اس نازک موڑ پر ایک ایسی راہ چلے ہیں جو ان کے پیرووں کے لیے واقعی ایک نمونہ ہے۔ کوئی غیر محتاط عالم ہوتا وہ کبھی نہ اس سلامتی سے اس منجدھار سے باہر نکلتا، حضرت تھانویؒ نے اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں جو رائے تحریر فرمائی ہے اسے ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں اس کی روشنی میں اس کتاب اور اس کے مصنف کا نام ذکر نہ کرنے میں جو دینی حکمت تھی وہ خود آپ کے سامنے آجائے گی، آپ لکھتے ہیں۔

چنانچہ اس وقت بھی ایک ایسی کتاب ہے جس کو کسی قلم نے لکھا ہے مگر علم و عمل کی کمی کے سبب تمام تر رطب و یابس اور غث و سمین سے پُر ہے۔ ایک دوست کی بھیجی ہوئی میرے پاس دیکھنے کی غرض سے رکھی ہے اس کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی کتابوں کا دیکھنا تو عامہ کو مضر ہے مگر عام مذاق کے بدل جانے کے سبب بدوں اس کے کہ اس کا دوسرا بدل لوگوں کو بتلایا جاوے اس کے مطالعے سے روکنا بھی خارج من القدرۃ ہے اس لیے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا مستقل ذخیرہ ان مضامین کا ہو جو ان مفاسد سے مُبَرَّا ہو۔ ایسے لوگوں کے لیے مہیا کیا جاوے تاکہ اگر کسی کو ایسا شوق ہو تو وہ اس کو دیکھ لیا کریں۔ کہ اگر مورث منافع نہ ہوگا تو دافع مضار تو ہوگا (البتہ جس طبیعت میں مصالح کے علم سے احکامِ الٰہیہ کی عظمت و رفعت کم ہو جاوے یا وہ ان کو مدارِ احکام سمجھنے لگے کہ ان کے انتفاء سے احکام کو منتھی اعتقاد کرے یا ان کو مقصود بالذات سمجھ کر دوسرے طریق سے ان کی تحصیل کو بجائے اقامت احکام کے قرار دے لے جیسا کہ اوپر بھی ان مضار کی طرف اجمالاً اس قول میں اشارہ بھی کیا گیا ہے۔ "چنانچہ بعض اوقات یہ مذاق مضر بھی ہوتا ہے۔"

تو ایسے طبائع والوں کو ہرگز اس کی اجازت نہیں ہے۔ احقر نے غایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لے لیے ہیں اور اس میں احکامِ مشہورہ کی کچھ کچھ وہی مصلحتیں مذکور ہوں گی جو اصولِ شرعیہ سے بعید نہ ہوں اور افہام عامہ کے قریب ہوں، مگر یہ مصلحتیں نہ سب منصوص ہیں نہ سب

مدار احکام ہیں اور نہ ان میں انحصار ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۱۴/ ۱۵)

یہ عبارت خود بول رہی ہے کہ حضرت تھانویؒ نے اس کتاب یا اس کے مصنف کا نام کیوں نہیں لیا۔ افسوس کہ قادیانی مضمون نگار اس بات کو پا نہ سکے اور انہوں نے مصنف کا نام نہ لکھنے کی یہ وجہ اپنی طرف سے تصنیف کی۔

"اگر حضرۃ مولانا تھانویؒ اپنی کتاب میں مرزا صاحب کا نام یا ان کی کسی کتاب کا نام درج کر دیتے تو متعصب اور تنگ نظر لوگ ان کی جان کے دشمن ہو جاتے اور ان کی کتاب کو نذرِ آتش کر دیتے۔ یقین ہے کہ انہیں اپنے وطن (تھانہ بھون) کو بھی خیر باد کہنا پڑتا، اس لیے حضرت مولاناؒ نے فتنہ وفساد سے بچنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مرزا صاحب کا حوالہ دیئے بغیر ان کے بیان کردہ معارف اپنی کتاب میں درج کر دیئے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۴۶)

جواباً گذارش ہے کہ مصنف کا نام نہ لکھنے کی اگر یہی وجہ ہوتی اور حقیقت میں فیض حاصل کرنا پیشِ نظر ہوتا تو حضرۃ تھانویؒ چلتے چلتے مصنف پر یہ تبصرہ ہرگز نہ کرتے جاتے کہ موصوف علم وعمل کی کمی کے باعث رطب ویابس میں فرق کرنے کے لائق نہیں۔ مولانا کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ حضرتؒ کے دل میں اس کی کوئی عظمت نہ تھی اور نہ ہی حضرتؒ نے اس سے کوئی اکتسابِ فیض کیا تھا، انہوں نے اس کا نام محض اس لیے نہ لیا کہ اسے مزید بے آبرو نہ کیا جائے نہ اس کتاب کی غلط اشاعت سے اپنے اوپر کوئی گناہ کا بار لیا جائے۔

کم علم اور بے عمل آدمی کے کلام میں اسرار حکمت کہاں

رہا یہ سوال کہ ایک کم علم اور بے عمل آدمی کے کلام میں یہ اسرار حکمت کہاں سے آ گئے؟ جواباً گذارش ہے کہ یہاں علم سے مُراد کتاب وسنت کا علم ہے اور مصنف مذکور کو کم علم اسی پہلو سے کہا گیا ہے رہے عقلی مباحث اور خیالی باتیں تو ان میں بعض دفعہ اَن پڑھ لوگ بھی بڑی دُور کی بات کہہ جاتے ہیں۔ فلسفہ اور

حکمت پر لکھنے والے غیر مسلموں میں بھی بہت گزرے اس سے کوئی تاریخ کا طالبعلم انکار نہیں کر سکتا۔ حضرۃ تھانویؒ کی اس کتاب کا موضوع کوئی علمی معارف نہ تھے محض عقلی باتیں تھیں جو ضعفاء ایمان کو کسی درجہ میں تسلی دیں ایسی بعض باتیں اگر کسی کم علم اور کم عمل شخص پر بھی کھل جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی کم علم آدمی علماء سلف کی تحریروں میں غور وفکر کرتے کرتے اور ان سے اس قسم کا سرمایہ دانش اکٹھا کرتے کرتے بات سے بات نکالنے میں اس درجہ کامیاب ہو جائے کہ اس کے بعض مضامین جو روبصحت ہوں اور اصولِ شرعیہ سے نہ ٹکراتے ہوں وہ بعض راسخ فی العلم اہلِ یقین کو پسند آ جائیں اور وہ انہیں اپنے الفاظ میں بدلنے کی محنت کیے بغیر انہیں ان کے اپنے لفظوں میں ہی نقل کر دیں اور سرقہ کے الزام سے بچنے کے لیے محض اِتنا کہہ دیں کہ انہوں نے بعض مضامین کسی اور کتاب سے لیے ہیں۔

حضرۃ تھانویؒ نے جس کتاب سے مضامین مذکورہ لیے اس کا مصنف اسی قبیل کا شخص معلوم ہوتا ہے اور یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ حضرت تھانویؒ نے یہ مضامین ہرگز ہرگز مرزا غلام احمد کی کتابوں سے نہیں لیے ان کا ماخذ صرف ایک کتاب ہے نہ کہ مرزا صاحب کی پانچ کتابیں۔ کشتیٔ نوح، آریہ دھرم، اسلامی اصول کی فلاسفی، نسیم دعوت اور برکات الدعا۔ ان پانچ کتابوں کے کچھ مضامین بھی تو کسی ایک کتاب سے ہی ماخوذ ہو سکتے ہیں۔

عبارات ملنے سے کیا ضروری ہے کہ وہ انہی کتابوں سے لی گئی ہوں؟

حضرت تھانویؒ جیسے جلیل القدر عالم کی کتاب میں مرزا غلام احمد کی کتابوں کی بعض طویل عبارات کا من وعن پایا جانا ہمیں اس باب میں زیادہ غور وفکر اور تحقیق وتفحص پر مجبور کرتا ہے۔ عبارات ملنے سے کیا یہ ضروری ہے کہ وہ مرزا صاحب کی ہی کتابوں سے لی گئی ہوں؟ کیا اس میں کسی اور احتمال کی

گنجائش نہیں کیا انسانی عقل و تجربہ یہاں کسی اور احتمال کو جگہ نہیں دیتے؟ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی اور مصنف سے مرزا صاحب نے اپنی پانچ کتابوں سے یہ اقتباسات بلا حوالہ دیئے اپنی کتاب میں لیے ہوں اور حضرۃ تھانویؒ نے انہیں اس مصنف کی اصل کتاب سے لیا ہو؟ مرزا صاحب کی ان کتابوں کو دیکھا بھی نہ ہو؟ ان سب احتمالات کے ہوتے ہوئے ایک ہی رٹ لگائے جانا کہ حضرت تھانویؒ نے ضرور یہ مضامین مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لیے ہیں انہیں عقل کو گم کر دینے والے انکشافات کے نام سے عوام کے سامنے لانا قادیانی علمِ کلام ہی ہوسکتا ہے کسی صاحب دیانت عالم کو ایسا کہنے کی کبھی جرأت نہیں ہوسکتی۔

قادیانی حضرات کہتے ہیں کہ یہ سب احتمالات عقلی ہیں اور ایسے موضوعات میں محض امکان کوئی وزن نہیں رکھتا۔ صرف اسی احتمال کو اہمیت دی جا سکتی ہے جو ناشی عن الدلیل ہو۔ ہم جواباً کہیں گے کہ حضرۃ تھانویؒ نے جب واشگاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ انہوں نے یہ اقتباسات ایک کتاب سے لیے ہیں (نہ یہ کہ پانچ کتابوں سے) تو کیا یہ دلیل اس احتمال کو جگہ نہیں دیتی کہ حضرت تھانویؒ کے سامنے واقعی کوئی اور کتاب تھی۔ اس ناشی عن الدلیل احتمال کو کلیتہً نظر انداز کرنا اور اس پر اصرار کرنا کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ مضامین لازماً مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لیے محض ضِد نہیں تو اور کیا ہے؟

دوست محمد شاہد، محمد شبیر ہرل اور عبداللہ ایمن زئی میں کچھ بھی تحقیق کا پاس ہوتا تو وہ اس کتاب کی ضرور تلاش کرتے جس میں انہیں مرزا صاحب کی کتابوں کے پانچ اقتباسات ایک ہی کتاب میں مل جاتے مگر افسوس کہ انہیں اس کی توفیق نہ ہوئی۔ حضرۃ تھانویؒ کی اس بات کو صحیح مانا جائے کہ انہوں نے یہ مضامین واقعی ایک کتاب سے لیے ہیں تو پھر ان دو احتمالات میں سے ایک کو ضرور اپنے جگہ دینی ہوگی اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ عبارات

یقیناً مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں لیں۔ کسی دوسری ایک کتاب سے لی ہیں۔
ہم نے دوست محمد شاہد کے اس انکشاف کا مطالعہ کیا اور پھر ایمن زئی صاحب کی کتاب زلزلہ فگن دیکھی تو اس یقین سے چارہ نہ رہا کہ حضرۃ تھانویؒ نے قطعاً یہ مضامین، مرزا صاحب، کی کتابوں سے نہیں لیے اس پر ہم نے ہفت روزہ خدام الدین لاہور کی ۱۶ ستمبر ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں اس عنوان کے تحت لکھا تھا

صورت حال کا صحیح جائزہ

قادیانیوں نے اس بحث میں اب تک جتنے مضمون لکھے ہیں ان میں سے کسی میں حضرت مولانا تھانویؒ کی دیانت اور نیت پر کوئی الزام نہیں لگایا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی صِدق مقالی پر انہیں بھی عمومی اتفاق رہا ہے اور واقعی حضرت تھانویؒ اس صدی کے مجدد دکھائی دیتے ہیں۔

مولانا تھانویؒ المصالح العقلیہ کے مقدمہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے کئی مضامین ایک ایسی کتاب سے نقل کیے ہیں جس میں بیشتر باتیں غلط تھیں۔ مولانا تھانویؒ نے اس ایک کتاب کے سوا اور کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا، معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ایک ہی ایسی کتاب تھی۔ جس سے آپ نے اپنی پسند کی بعض باتیں لے لیں اور انہیں عام عقل کے قریب پایا۔

دوسری طرف یہ بات بھی ہے کہ حضرت تھانویؒ کی اس کتاب المصالح العقلیہ میں مرزا صاحب کی پانچ کتابوں کی عبارات ملتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ اپنے مقدمہ میں اگر ایک کتاب کا ذکر کر سکتے تھے تو پانچ کتابوں کا ذکر کرنے میں انہیں انکار کی کیا وجہ ہوسکتی تھی؟ کوئی نہیں! سو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آپ کے سامنے واقعی ایسی ایک کتاب تھی جیسا کہ آپؒ نے بیان کیا نہ کہ پانچ۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ المصالح العقلیہ میں مرزا صاحب کی پانچ کتابوں کی عبارات موجود ہیں۔ جو انہوں نے مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں کسی ایک

کتاب سے لی ہیں۔

تینوں مضمون نگار اپنے کسی مضمون میں اس تعارض کو حل نہیں کر پائے۔ نہ انہوں نے کوئی اور خارجی حوالے پیش کیے ہیں کہ حضرت مولانا تھانویؒ نے یہ مضامین واقعی مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے ہی اخذ کیے ہیں۔ **فمن ادعی فعلیه البیان.**

رفع تعارض

رفع تعارض کے لیے تمام عقلی احتمالات سامنے لائے جاتے ہیں۔ یہاں رفع تعارض اس صورت میں ہوتا ہے کہ کسی اور کتاب کو مرزا صاحب اور حضرت مولانا تھانویؒ میں واسطہ بنایا جائے اور سمجھا جائے کہ اس کتاب میں مرزا صاحب کی پانچوں کتابوں کے مضامین بلاحوالہ منقول ہوں گے اور مولانا تھانویؒ نے اس کتاب سے وہ مضامین اپنی کتاب میں لیے ہوں گے رفع تعارض کے لیے سب احتمالات کو دیکھنا ہوتا ہے راقم الحروف نے اگر اس رفع تعارض کے لیے کہ ایسا عین ممکن ہے اگر ان قادیانیوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب محمد شبیر ہرل علمی مضامین اور تاریخی تحقیقات کے کوچہ میں کبھی بھول کر بھی نہیں گذرے ورنہ وہ کبھی اسے عذر گناہ بدتر از گناہ کا عنوان نہ دیتے۔"

قادیانی حضرات ہمارے اس بیان پر بہت سیخ پا ہوئے ہیں لیکن علمی طور پر وہ ان دو احتمالات کی راہ بند نہ کر سکے، ہمارے پیش کردہ احتمال ناشی عن الدلیل تھے اور قادیانیوں کو انہیں قرار واقعی جگہ دینی چاہیے تھی مگر وہ تو اسی نشہ میں ڈوبے ہوئے تھے کہ انھوں نے واقعی عقل کو گم کر دینے والے انکشافات کیے ہیں ہم کہیں گے کہ ان سے عقل واقعی گم ہوئی ہے جنہوں نے اور طرف سوچنا ہی چھوڑ دیا ہماری نہیں نہ ان کی جنہوں نے صورتِ حال کا صحیح جائزہ لیا اور آخر کار

وہ اپنے اس دعویٰ پر آ گئے کہ کتاب بھی پیش کرو۔ جن سے دونوں نے یہ مضامین لیے ہوں۔

قادیانیوں کو نصف صدی بعد یہ انکشاف کیوں ہوا

حضرت مولانا تھانویؒ کو دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً نصف صدی سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانیوں نے اب اس مسئلہ کو کیوں اُٹھایا اور نصف صدی اس پر کیوں خاموش رہے؟ اگر یہ بات اس وقت اٹھائی جاتی جب حضرت تھانویؒ کے وہ احباب و خلفاء موجود تھے جو اپنے وقت میں اس کا جواب دے سکتے تھے وہ حضرت تھانویؒ، سے بھی بہت قریب کا تعلق رکھتے تھے وہ فوراً بتا دیتے کہ حضرت تھانویؒ نے کس ایک کتاب سے یہ اقتباسات لیے ہیں۔ لیکن قادیانیوں نے یہ بات اس وقت اُٹھائی جب حضرۃ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، محدث العصر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ایک ایک کر کے جا چکے تھے۔ جونہی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی وفات ہوئی قادیانی یہ انکشاف لے کر سامنے آ گئے کہ شاید اب اس دور کا کوئی شخص نہ ملے جو حضرت تھانویؒ کی اس تالیف کا پس منظر سامنے لا سکے۔

قادیانیوں کی یہ اتنی طویل خاموشی خود اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت تھانویؒ نے بہت عبارات مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں لیں لیکن محض اس امید پر کہ اب شاید اس دور کا کوئی آدمی نہ رہا ہو۔ جو صورت واقعہ کی عینی شہادت دے سکے وہ اچانک یہ انکشاف سامنے لے آئے۔

اہل اسلام کی طرف سے جوابی کارروائی

ہم نے دوست محمد شاہد کے اس انکشاف کو پڑھتے ہی مذکورہ احتمالات جو ناشی عن الدلیل تھے پیش کر دیئے تھے تاکہ وہ اس ایک کتاب کی تلاش کریں جہاں سے مرزا صاحب اور مولانا تھانویؒ دونوں نے یہ اقتباسات لیے ہیں۔ لیکن بجائے اس کے کہ ہماری اس درخواست پر کچھ عمل کیا جاتا، عبد اللہ ایمن زئی نے کمالاتِ اشرفیہ کے نام سے ایک رسالہ اس میں لکھ مارا اور وہی لکیر پیٹتے رہے کہ کچھ بھی ہو حضرۃ تھانویؒ نے یہ مضامین صرف مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لیے ہیں۔

دوست محمد شاہد تو اس مذکورہ انکشاف کے بعد سامنے نہیں آئے ممکن ہے انہیں وہ کتاب مل گئی ہو جہاں سے حضرۃ تھانویؒ نے یہ اقتباسات لیے تھے لیکن ان کی جماعت کے محمد شبیر ہرل اور عبدالرحیم بھٹہ (بورے والا کے) اس پر برابر مصر رہے کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ ''کسبِ فیض'' مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی کیا ہے دوست محمد شاہد کو چاہیے تھا کہ اگر انہیں وہ کتاب مل گئی تھی تو وہ اپنے ان ساتھیوں کو بھی اس کا پتہ دے دیتے۔

ہم نے ان قادیانی مضمون نگاروں کا پورا تعاقب کیا اور اس کے مبلغ و مؤرخ سب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور ہم نے انہیں یہ اصولی بات سمجھائی کہ حضرۃ تھانویؒ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ ایک کتاب ہے اور حضرت نے یہ باتیں سب اسی کتاب سے لی ہیں نہ کہ مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے اور انہیں (قادیانیوں کو) حضرت تھانویؒ کی اس بات کو سچ جاننا چاہیے اور حضرت کا دیا ہوا حوالہ ذکر کرنے کے بغیر اپنے اس انکشاف کو آگے نہ پھیلانا چاہیے کیونکہ پھر یہ ایک انکشاف نہ ہوگا ایک خیانت ہوگی۔

حضرۃ تھانویؒ کے اصل ماخذ کی نشاندہی

یہ کتاب مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک ہم عصر مولوی محمد فضل خان کی کتاب ہے جو موضع چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی کا رہنے والا تھا انگریز حکومت کے بہت قریب تھا۔ ایک مجلس کی طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں اس نے جولکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ غیر مقلد تھا اور کئی غیر مقلد (جیسے حکیم نورالدین بھیوی مولوی عبدالکریم سیالکوٹی مرزا غلام احمد کے پیروؤں میں شامل تھے یہ غیر مقلد فضل محمد خاں بھی مرزا غلام احمد کا معتقد تھا فلسفہ و حکمت کے پیرائے میں لکھنے کی اسے اچھی مشق تھی یہاں تک کہ مرزا صاحب بھی اس سے بہت استفادہ کرتے تھے اور حکیم نور الدین بھی اس سے اس کی کتابیں بڑی عقیدت مندی سے لیتے تھے۔ مرزا غلام احمد کی پانچوں کتابوں کی عبارات اس کی کتاب اسرارِ شریعت میں مختلف مواقع پر من وعن موجود ہیں۔ ان مباحث میں نہ جائیں اس مؤلف نے مرزا صاحب کی کتابوں سے یہ مضامین لیے ہیں یا مرزا صاحب نے اس کے مسودات سے یہ مضامین نقل کیے ہیں یا دونوں نے اپنے سے پہلے کی کسی کتاب سے لیے ہیں سردست ہم اس پر بحث نہیں کرتے اس وقت صرف حضرۃ تھانویؒ کی براۃ پیشِ نظر ہے کہ حضرۃ نے یہ مضامین مرزا غلام احمد کی کتابوں سے نہیں لیے اس ایک کتاب سے لیے ہیں۔ اور اس کتاب کا نام اسرارِ شریعت ہے۔

کتاب اسرارِ شریعت کا تعارف

اسرارِ شریعت تین ضخیم جلدوں میں ایک اُردو تالیف ہے۔ مؤلف نے شریعت کے جملہ مسائل و احکام کو عقلی اور فطری استناد مہیا کرنے کی ایک بھر پور کوشش کی ہے۔ ناپختہ علم کے باعث جا بجا ٹھوکریں بھی کھائی ہیں اور کئی بے بنیاد باتیں بھی کی ہے۔ تاہم اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف مذکور نے اس عظیم مہم کو

سرانجام دینے میں تیرہ سو سال کے علماء اسلام اور فلاسفہ حکمت کی کتابوں کا بھی کچھ مطالعہ کیا ہوگا۔ یہ کاوش ان کی پوری زندگی کا نچوڑ معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ضمنی طور پر بعض مسائل شریعت کو ہی عقل کے ڈھانچے میں نہیں ڈھالا گیا۔ بلکہ جملہ مسائل شریعت کو باب وار عقلی اور فطری استناد مہیا کیا گیا ہے۔ سو اس باب میں یہ کتاب اصول کی حیثیت رکھتی ہے بڑی جامع اور ضخیم کتاب ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی پانچ کتابوں میں جہاں یہ بحثیں کی ہیں۔ ان کی ان کتابوں کا موضوع مسائل شریعت کا فطری جائزہ نہیں ماسوائے ایک کتاب کے (اسلامی اصول کی فلاسفی) باقی سب کتابوں کے موضوع دوسرے ہیں۔ مرزا صاحب نے ان میں ضمناً یہ عقلی مباحث ذکر کیے ہیں کتابوں کے نام خود ان مختلف موضوعات کا پتہ دے رہے ہیں۔ کشتیٔ نوح، و آریہ دھرم، برکاتِ الدعا، نسیم دعوت وغیرہ سو اس میں شک نہیں کہ کتاب اسرارِ شریعت اس موضوع کی ایک اصولی کتاب ہے اور مرزا صاحب کی کتابیں ضمناً کہیں کہیں ان عقلی مباحث کو لے آئی ہیں۔ اسرارِ شریعت تین جلدوں کی ایک ضخیم کتاب ہے جسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف کے کم از کم پندرہ بیس سال اس کتاب کی تالیف پر لگے ہوں گے۔ مؤلف نے اس کے سرورق پر لکھا ہے۔

> "یہ کتاب صرف میری طبع زاد یا خیالات کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلام میں تیرہ سو سال سے اس زمانہ تک جو بڑے بڑے مشہور و معروف روحانی فلاسفر اور ربانی علماء کرام گزرے ہیں اکثر مسائل کے اسرار و فلاسفیاں ان کی تقاریر مقدمہ سے بھی اخذ کی گئی ہیں۔ الغرض اسلامی تائید کے لیے اُردو زبان میں جامع بے نظیر اس فن میں یہی ایک کتاب شائع ہوئی ہے اور اسلامی علوم کے اسرار بیان کرنے میں بحرِ محیط ہے۔"

اہلِ علم اور اہلِ قلم پر مخفی نہیں کہ تیرہ سو سال کے بڑے بڑے علماء کی

کتابوں کو کھنگالنا، ان کے خلاصے نکالنا اور ان پر غور وفکر کرنا اور پھر انہیں اپنے الفاظ میں باب وار لانا اور تین ضخیم جلدوں پر ایک بحر محیط پیش کرنا کوئی ایسا کام نہیں جو چار پانچ سال کی پیداوار ہو۔ یہ عظیم کام پندرہ بیس سال سے کم کسی طرح اس نہج پر ترتیب نہیں پا سکتا۔ یہ مؤلف کی پوری زندگی کا حاصل ہو گا۔ تاہم مؤلف اس کتاب میں حضرت امام غزالی، امام فخرالدین رازی، حضرت شیخ سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی جیسے حکماء اسلام کے پیرایہ بیان تک نہیں پہنچ سکے ورنہ حضرت تھانویؒ یہ نہ کہتے کہ اس کتاب کے بہت سے ایسے مضامین بھی ہیں جو شیرازہ شریعت سے منطبق ہوتے کہیں نظر نہیں آتے معلوم ہوتا ہے مصنف اپنی اس علمی کاوش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ مرزا غلام احمد سے وابستگی کے بعد اس کے اس علمی سفر میں کافی روک آ گئی تھی اور اس سے بہت سے ایسے مضامین بھی صادر ہوئے جن میں کوئی فکری اور علمی جھلک نہیں پائی جاتی اس کتاب (اسرارِ شریعت) کا یہ تعارف آپ کے سامنے آ چکا ہے اس کے ان انکشافات کا بھی کچھ مطالعہ فرمائیں۔ اب ہم بھی چند انکشافات ہدیہ قارئین پیش کرتے ہیں۔

انکشاف نمبرا

مرزا غلام احمد کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ۶۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ اسرارِ شریعت ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوئی۔ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد کی زندگی میں ہی کتاب نے ترتیب پائی ہے اور جونہی کتاب شائع ہوئی قادیانی سربراہ حکیم نور الدین نے بیس کتابوں کا آرڈر دیدیا اور اسے عام تقسیم کیا۔ قادیانیوں کی یہ اس قسم کی کارروائی پتہ دیتی ہے کہ قادیانی حلقے اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اس کتاب سے اچھی طرح واقف تھے اور انہیں اس کی اشاعت کا شدید انتظار تھا

ورنہ کسی کتاب کا اشتہار دیکھ کر انسان پہلے وہ کتاب منگاتا ہے اسے صحیح پائے تو مزید نسخوں کا آرڈر دیتا ہے۔ اسرارِ شریعت جلد دوم کے آخری صفحہ پر مؤلف مولوی محمد فضل خاں صاحب لکھتے ہیں۔

''علامہ حکیم نور الدین صاحب امام فرقہ احمدیہ نے کتاب اسرارِ شریعت کا اشتہار دیکھتے ہی محض از راہ امداد اسلامی بیس نسخے خریدنے کا خط خاکسار کو لکھا اور بعد طبع سالم قیمت پر بیس نسخے خرید لیے......''

یہ خط کب لکھا گیا؟ کتاب کی طباعت سے پہلے، کتاب چھپنے پر سالم قیمت پر بیس کتابیں خرید لی گئیں...... کتاب کب شائع ہوئی ۱۳۲۷ھ میں .... ظاہر ہے کہ یہ خط کتاب کی اشاعت سے ایک دو سال پہلے لکھا گیا ہو گا۔ اُن دِنوں کتابوں کے اشتہار ان کی اشاعت سے کافی پہلے نکلتے تھے۔ خود مرزا غلام احمد کی کتاب براہین احمدیہ کا اشتہار اس کے چھپنے سے کتنا پہلے نکلا تھا؟ سو اس میں شک نہیں کیا جا سکتا ہے کہ حکیم نور الدین صاحب کا یہ خط خود مرزا صاحب کی زندگی میں لکھا گیا ہے اور متبادر یہی ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے ایماء سے ہی لکھا گیا ہو گا۔ ہاں جس وقت مؤلف نے مذکورہ بالا نوٹ لکھا اس وقت حکیم نور الدین بیشک جماعت کے امام بن چکے تھے۔ اگر یہ خط واقعی مرزا صاحب کے ایماء سے لکھا گیا تھا تو ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اس سے اچھی طرح باخبر تھے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ مسودہ یا مؤلف کی بعض تحریرات خطوط کی شکل میں مرزا صاحب کی نظر سے گذری ہوں اور مؤلف نے مرزا صاحب کی علمی امداد کے لیے یہ انہیں بھیجی ہوں۔

انکشاف نمبر۲

حکیم نور الدین صاحب سے زیادہ کون مرزا غلام احمد کے قریب ہو گا اور ان سے زیادہ کس کی مرزا صاحب کی کتابوں پر نظر ہو گی؟ انہوں نے کتاب

اسرارِ شریعت اتنے شوق سے منگائی بھی اور پڑھائی بھی۔ اور اس میں بعض لمبے لمبے مضامین کو مرزا صاحب کی کتابوں سے لفظ بہ لفظ ملتے بھی پایا ہوگا مصنف نے ان عبارات کے آگے مرزا صاحب کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ اس پر حکیم نور الدین صاحب اور ان کے حلقے کے لوگ برابر خاموش رہے اور کسی نے یہ بات نہ اٹھائی کہ اس کے بعض مندرجات مرزا صاحب کی پانچ کتابوں کے مندرجات سے ہو بہو ملتے ہیں۔ حکیم صاحب یا ان کے کسی ساتھی نے یہ آواز کیوں نہ اٹھائی......؟ اور عقل کو گم کر دینے والا جو انکشاف آج نصف صدی بعد مولانا تھانویؒ کے خلاف ہوا وہ اسی وقت مولوی محمد فضل خاں آف گوجر خاں کے خلاف کیوں نہ ہو سکا اس پس منظر میں جھانکنے کی شدید ضرورت ہے۔

اس کا ایک ہی جواب ہے جو قرینِ قیاس ہے وہ یہ کہ اس وقت مولوی محمد فضل خاں زندہ تھے جو اس بات پر واضح طور پر کہہ سکتے تھے کہ مرزا غلام احمد نے ان مضامین کا کسبِ فیض خود ان سے کیا ہے اور یہ کہ یہ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ اپنی کتابوں کے دوران تصنیف وہ وقت کے دیگر اہل قلم سے قلمی امداد لیتے تھے۔ اگر اس بات کے کھلنے کا ڈر نہ تھا تو بتلایئے حکیم نور الدین صاحب اور ان کے احباب اس پر کیوں بالکل خاموش رہے؟ اور پوری جماعت پون صدی تک اس پر خاموش کیوں رہی؟...... آئندہ ہم ان اقتباسات کو جو دوست محمد شاہد یا عبد اللہ ایمن زئی نے مرزا غلام احمد اور حضرۃ تھانویؒ کی عبارات کے تقابلی مطالعہ میں پیش کیے ہیں ہم مولوی محمد فضل خاں اور مرزا غلام احمد کی تقابلی عبارات میں پیش کریں گے۔

انکشاف نمبر۳

یہ گمان نہ کیا جائے کہ مولوی محمد فضل خان نے ان مضامین پر مرزا غلام احمد کا حوالہ اس لیے نہ دیا ہوگا کہ عام لوگ ان کے مخالف نہ ہو جائیں۔ یہ وہ

توجیہ ہے جو عبداللہ ایمن زئی نے حضرۃ تھانویؒ کے بارے میں اختیار کی ہے۔
ایمن زئی صاحب حضرۃ تھانویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''انہوں نے مرزا صاحب کی کتابوں کے صفحات نقل کرتے ہوئے ان کی کتب کے حوالے کیوں درج نہیں کیے .... اگر حضرت تھانویؒ اپنی کتاب میں مرزا صاحب کا نام یا ان کی کسی کتاب کا نام درج کر دیتے تو متعصب اور تنگ نظر لوگ ان کی جان کے دشمن ہو جاتے اور ان کی کتاب کو نذر آتش کر دیتے۔'' (کمالاتِ اشرفیہ ص ۴۵، ۴۶)

ممکن ہے قادیانی مضمون نگار مولوی محمد فضل خاں کے بارے میں بھی یہی توجیہ اختیار کریں۔ہم جواباً عرض کریں گے۔ یہاں ایسا کوئی احتمال سرے سے نہیں ہے۔ مولوی محمد فضل خاں نے اس کتاب اسرارِ شریعت میں بعض مضامین مرزا غلام احمد کے دوسرے ساتھیوں سے لیے ہیں اور انہیں ان کا حوالہ دے کر اپنی کتاب میں جگہ دی ہے...... غلامی کی فلاسفی پر مولوی محمد علی لاہوری کا ایک پورا مضمون مصنف نے اپنی اس کتاب کی دوسری جلد کے ص ۲۶۵ پر دیا ہے جو ص ۳۲۹ تک پھیلتا چلا گیا ہے۔مضمون کے آخر میں لکھا ہے۔

''حقیقت غلامی کا مضمون رسالہ ریویو آف ریلیجنز مؤلفہ علامہ مولوی محمد علی سے لیا گیا ہے''۔ (اسرارِ شریعت جلد نمبر۲ ص ۳۲۹)

مؤلف نے ایک مقام پر مرزا غلام احمد کا بھی نام لیا ہے اور انہیں ایسے الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ جسے دیندار مسلمان کسی طرح پسند نہیں کرتے لیکن مؤلف نے کسی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مرزا صاحب کا نام واضح طور پر لیا ہے۔حکیم نور الدین صاحب کا حوالہ بھی ایک جگہ دیا ہے۔ (اسرار شریعت جلد دوم ص ۳۸۰)
مرزا غلام احمد کے بارے میں موصوف لکھتے ہیں۔

''مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم اور ان کے حلقہ کے لوگ

حضرت عیسیٰؑ کو فوت شدہ مانتے اور ان کے نزول بروزی و ظہور مہدی و خروج دجال کے قائل ہیں'' (اسرارِ شریعت جلد۳ ص ۳۷۶)

آنحضرت ﷺ کے معراج کے متعلق مؤلف مذکور جمہور مسلمانوں کے متفقہ عقیدے کے خلاف واشگاف لفظوں میں لکھتا ہے اور اسے یہ فکر لاحق نہیں ہوتی کہ لوگ کیا کہیں گے۔ موصوف لکھتے ہیں۔

''در حقیقت یہ سِر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے...... یہ سفر اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا'' (ایضاً ص ۳۶۱)

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے اس احتمال کو قطعاً کوئی راہ نہیں کہ مؤلف نے عامۃ الناس کے دباؤ کے تحت ان اقتباسات کو مرزا صاحب کے نام سے نہ لکھا ہوگا...... حق یہ ہے کہ اس نے یہ مضامین مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں لیے نہ اسے دوسروں کی محنت کو اپنے نام سے پیش کرنے کا شوق تھا، اگر وہ مولوی محمد علی لاہور کا مضمون اس کے نام سے پیش کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا تو مرزا صاحب کی باتیں ان کے نام سے پیش کرنے میں اسے کیا خوف محسوس ہو سکتا تھا۔ سو یہ واضح ہے کہ اس نے یہ عبارت مرزا صاحب سے نہیں لیں۔ بلکہ اس کے برعکس مرزا صاحب نے یہ مضامین مولوی محمد فضل خاں سے لیے ہیں۔

انکشاف نمبر۴

ممکن ہے قادیانی کہیں کہ مرزا صاحب ملہم ربانی تھے اور مولوی محمد فضل خاں ایک عام مؤلف اور دونوں ایک زمانے کے تھے۔ سو قرین قیاس یہ ہے کہ مولوی محمد فضل خاں نے مرزا صاحب سے مضامین لیے نہ کہ مرزا صاحب نے مولوی محمد فضل خاں سے جواباً گذارش ہے کہ مولوی محمد فضل خاں بھی اپنی جگہ مدعی الہام تھے اور اپنے آپ کو مرزا صاحب سے کم نہ سمجھتے تھے ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

کئی ایام سے میں اسی مضمون بعث اخروی کو مرتب کر رہا ہوں، پرسوں دوپہر کے وقت لکھتے ہوئے مجھ پر نیند غالب آ گئی اور بین النوم والیقظہ مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی جس کو میری روح اور جسم دونوں نے یکساں محسوس کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ حشر اجسام ضرور ہوگا اور قبر و حشر میں عذاب و ثواب روح و جسم دونوں پر وارد ہوگا ...... لیکن اس اجمال کی تفصیل منکشف نہیں ہوئی۔

(ایضاً جلد نمبر ۳ ص ۴۹۰)

مؤلف جب خود اس روحانی مقام کے مدعی ہیں کہ ایسی کیفیات ان پر اجمالاً منکشف ہوتی ہیں تو ظاہر ہے کہ انہیں مرزا صاحب کی کتابوں سے ان اقتباسات کو بلاحوالہ لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی، سو قرین قیاس یہی ہے کہ خود مرزا صاحب نے ہی ان سے قلمی استفادہ کیا ہے۔ ورنہ ان کی جماعت کے لوگ اسرارِ شریعت کے ان مندرجات پر ضرور سوال اٹھاتے۔

ایک سوال

یہ بات کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مولوی محمد فضل خاں کے قلمی مسودات سے یا ان کے خطوط سے یہ مضامین لیے ہوں تبھی لائق تسلیم ہوسکتی ہے کہ مرزا نے کبھی اپنی کتابوں کے دورانِ تالیفِ وقت کے دوسرے اہلِ علم سے بھی کبھی مدد مانگی ہو اور انہیں کہا ہو کہ وہ اپنی کتابوں میں ان کے مضامین کو بھی حسب موقع جگہ دیں گے اور اس طرح اسلام کی ایک مشترکہ خدمت ہوگی۔

جواباً عرض ہے کہ ہاں مرزا غلام احمد کی واقعی عادت تھی کہ وہ وقت کے دیگر اہلِ علم سے علمی مدد مانگتے اور انہیں برملا کہتے تھے کہ وہ اسے اپنی کتابوں میں حسب موقع جگہ دیں گے۔ سو یہ کیا ممکن نہیں کہ مرزا صاحب نے مولوی محمد فضل خانصاحب سے بھی اسی قسم کی مدد مانگی ہو اور یہ اقتباسات مولوی محمد فضل خاں کے ہوں جنہیں مرزا صاحب نے اپنی پانچ کتابوں میں حسب موقع پھیلا دیا ہو۔

انکشاف نمبر ۵

مرزا غلام احمد قادیانی کی عام عادت تھی کہ وہ اپنی کتابوں کے دورانِ تالیف وقت کے دوسرے اہل علم سے مدد مانگتے تھے۔ اس سلسلے میں ہم مرزا صاحب کے ہی چند خطوط پیش کرتے ہیں جو انہوں نے مولوی چراغ علی صاحب (متوفی ۱۸۹۵ء) کو لکھے تھے۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب آنریری سیکرٹری انجمن ترقی اُردو سلسلہ مطبوعات انجمن اُردو پاکستان نمبر ۱۹۲ میں چند ہم عصر کے نام سے مولوی چراغ علی صاحب کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

''جس وقت ہم مولوی صاحب مرحوم کے حالات کی جستجو میں تھے تو ہمیں مولوی صاحب کے کاغذات میں سے چند خطوط مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم کے بھی ملے جو انہوں نے مولوی صاحب کو لکھے تھے۔ اور اپنی مشہور اور پُر زور کتاب براہین احمدیہ کی تالیف میں ان سے مدد طلب کی تھی (چند ہم عصر ص ۴۸ ناظم پریس کراچی طبع ۱۹۵۰ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کے دوسروں سے کسبِ فیض کرنے کے بارے میں یہ ایک غیر جانبدار شہادت ہے مولوی عبد الحق صاحب کا مرزا غلام احمد کے نام کے ساتھ مرحوم لکھنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب قادیانی اختلافات میں جمہور علمائے اسلام کے ساتھ نہ تھے اور مرزا صاحب کی تکفیر نہ کرتے ہوں گے۔ سو ان کی یہ شہادت ایک غیر جانبدار شہادت ہے جسے تسلیم کیا جانا چاہیے ممکن ہے اسی طرح کے خطوط مرزا صاحب نے مولوی محمد فضل خاں کو بھی لکھے ہوں۔

اب ہم یہاں مرزا صاحب کے چار خط نقل کرتے ہیں جو آپ نے مولوی چراغ علی صاحب کو لکھے معلوم نہیں اس قسم کے اور کتنے لاتعداد خطوط ہوں گے جو مرزا صاحب نے وقت کے دیگر اہلِ علم کو لکھے ہوں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا خط بنام مولوی چراغ علی صاحب

آپ کا افتخار نامہ محبت آمود ورود لایا۔ اگرچہ پہلے سے مجھ کو بہ نیت الزام خصم اجتماع براہین قطعیہ اثبات نبوت و حقیقت قرآن شریف میں ایک عرصہ سے سرگرمی تھی۔ مگر جناب کا ارشاد موجب گرم جوشی و باعث اشتعال شعلہ حمیت اسلام علی صاحبہ السلام ہوا اور موجب ازدیاد و تقویت و توسیع حوصلہ خیال کیا گیا کہ جب آپ سا اولوالعزم صاحب فضیلت دینی و دنیوی تہہ دل سے حامی ہو اور تائید دین حق میں دلی گرمی کا اظہار فرماوے تو بلاشائبہ ریب اس کو تائید غیبی خیال کرنا چاہیے۔ جزاکم اللہ نعم الجزاء

ماسوا اس کے اگر اب تک کچھ دلائل یا مضامین آپ نے نتائج طبع عالی سے طبع فرمائے ہوں وہ بھی مرحمت ہوں..... (مرزا صاحب یہاں وہ مضامین مانگ رہے ہیں جو کہیں چھپے ہوئے نہیں۔ مولوی صاحب کے اپنے طبعزاد اور ان کی اپنی فکر کا نتیجہ ہوں، مرزا صاحب یہاں انہیں اپنے مضامین میں جگہ دینا چاہتے ہیں اسی طرح اگر مرزا صاحب نے مولوی محمد فضل خاں سے علمی مدد مانگی ہو یا ان کے قلمی مسودوں سے استفادہ کیا ہو تو یہ بالکل قرین قیاس ہے کوئی تعجب کی بات نہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ مرزا صاحب وقت کے دوسرے اہل علم سے اپنے مضامین میں ضرور مدد لیتے تھے اور لکھتے تھے۔ مضمون مبارک سے ممنون فرمادیں۔

مرزا غلام احمد کا ایک اور خط مولوی چراغ علی صاحب کے نام

(یہ خط ۱۹ فروری ۱۸۷۹ء کا ہے)

فرقان مجید کے الہامی اور کلامِ الٰہی ہونے کے ثبوت میں آپ کا مدد کرنا باعث ممنونی ہے نہ موجب ناگواری، میں نے بھی اسی بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ تالیف کرنا شروع کیا ہے۔ خدا کے فضل سے یقین کرتا ہوں کہ عنقریب

چھپ کر شائع ہو جائیگا۔ آپ کی اگر مرضی ہو تو وجوہات صداقت قرآن جو آپ کے دل پر القاء ہوں (قرآن مجید کی صداقت پر مولوی چراغ علی کے دلائل اپنے رسالہ میں مختلف مواقع پر درج کرنا مرزا صاحب کے ذوقِ تصنیف کا پتہ دے رہا ہے، مضامین القاء تو ہوں مولوی چراغ علی کے دل میں اور چھپیں مرزا غلام احمد کے نام سے سلطان القلم کا یہ عجیب ذوقِ تصنیف ہے) میرے پاس بھیج دیں تاکہ اسی رسالہ میں حسب مواقع اندراج پا جائے یا سفیرِ ہند میں .... لیکن جو براہین (جیسے معجزات وغیرہ) زمانہ گذشتہ سے تعلق رکھتے ہوں ان کا تحریر کرنا ضروری نہیں کہ منقولات مخالف پر حجت تو یہ نہیں آ سکتیں جو نفس الامر میں خوبی اور عمدگی کتاب اللہ میں پائی جائے یا جو عند العقل اس کی ضرورت ہو وہ دکھلانی چاہیے۔ بہر صورت میں اس دن بہت خوش ہوں گا کہ جب میری نظر آپ کے مضمون (دوسروں کے مضمونوں کا انتظار اور ان کی طلب میں یہ لجاجت اور عاجزی آج تک کسی ایک شخص کے کلام میں نہیں دیکھی گئی جو آسمانی امامت کا مدعی اور الہامی علوم کا دعویدار ہو۔ مرزا صاحب کی یہ عاجزی یا وقت کے ان اہل علم کے سامنے ہوتی تھی جن سے انہیں علمی مدد ملتی ہو یا انگریزوں کے سامنے جن کے مراحم خسروانہ مرزا صاحب کے شاملِ حال ہوتے تھے۔) پر پڑے گی آپ بمقتضاء اس کے کہ الکریم اذا وعد وفی مضمون تحریر فرما دیں لیکن کوشش کریں کہ کیف ما اتفق مجھ کو اس سے اطلاع ہو جائے۔

مرزا غلام احمد کا ایک اور خط بنام مولوی چراغ علی

(یہ خط ۱۰ مئی ۱۸۷۹ء کا ہے)

کتاب (براہین احمدیہ) ڈیڑھ سو جزو ہے جس کی لاگت تخمیناً نو سو چالیس روپے ہے اور آپ کی تحریر ملحق ہو کر اور بھی زیادہ ضخامت ہو جائے گی۔

مولوی عبدالحق صاحب ان خطوط کو نقل کرنے کے بعد اپنی رائے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں اور یہ رائے ہماری رائے کے بہت قریب ہے۔

''ان تحریروں سے ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ مولوی صاحب مرحوم نے مرزا صاحب مرحوم کو براہینِ احمدیہ کی تالیف میں بعض مضامین سے مدد دی ہے۔''
(چند ہم عصر ص ۵۰)

ایک دفعہ حکیم نور الدین نے مرزا صاحب کو بڑے سخت پیرایہ میں کہا تھا کہ تم نے براہین احمدیہ میں عیسیٰ بن مریم کے دوبارہ آنے کا عقیدہ اس طرح کیوں لکھ دیا ہے تو مرزا صاحب نے جواب دیا کہ آپ کو کیا پتہ کہ براہین لکھتے کون کون سے قلم میرے ساتھ چلے اور وہ قلم کن کن کے تھے۔

اِس انکشاف کے بعد اس بات کے جاننے میں کوئی دقت نہیں رہی کہ مولوی محمد فضل خان کے بعض مضامین شائع ہونے سے پہلے مرزا صاحب کی کتابوں میں اس طرح نقل کیے گئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

حرمتِ خنزیر سے متعلق ایک یادداشت

مرزا صاحب حرمتِ خنزیر پر بحث کرتے ہوئے ''اسلامی اصولوں کی فلاسفی'' میں یہ بھی لکھ گئے ہیں کہ حرمتِ خنزیر اسلام کی خصوصیات میں سے ہے جو پہلی شریعتوں میں نہ تھی (ملاحظہ ہو اسلامی اصولوں کی فلاسفی بحث حرمت خنزیر) حالانکہ قرآن شریف نے ہی خنزیر کو حرام قرار نہیں دیا اس سے پہلے توراۃ میں بھی اس کی حرمت بیان کی گئی تھی جس طرح مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی اصول کی فلاسفی دیکھو کہ خنزیر جیسے نجاست خور اور بے غیرت جانور کو حرام کیا گیا۔ یہودی بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ اصول تمہارے ہاں ہی کارفرما نہیں ہمارے ہاں بھی اس طرح کارفرما ہے۔ تورات میں ہے ''اور سؤر تمہارے لیے اسی سبب سے ناپاک ہے کہ اس کے پاؤں تو چرے ہوئے

ہیں پر وہ جگالی نہیں کرتا تم نہ ان کا گوشت کھانا اور نہ ان کی لاش کو ہاتھ لگانا۔" (کتاب مقدس استثناء باب ۱۴ آیت ۶، ۷، ۸)

ظاہر ہے کہ اس صورت میں اسے وجوہ حرمت خنزیر میں تو ذکر کیا جا سکتا ہے تقابلی جلسہ مذاہب میں نہیں جلسہ مذاہب میں وہی بات ہوتی ہے جو اور کسی مذہب میں نہ ہوتا کہ اپنے مذہب کا امتیاز ظاہر کیا جا سکے۔ معلوم نہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے حرمت خنزیر کا یہ مسئلہ جلسہ مذاہب میں کیسے پیش کر دیا۔ ہو سکتا ہے کہ بعد میں یہ اس مضمون میں لکھ لیا گیا ہو۔اور اس میں اسرارِ شریعت سے استفادہ کیا گیا ہو۔

مرزا صاحب نے اسے جن الفاظ میں پیش کیا ہے اس میں بہت سی عبارت کی غلطیاں بھی ہیں مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"یہ جانور اول درجہ کا نجاست خور اور نیز بے غیرت اور دیوث ہے۔"

اس میں اور کے بعد نیز کا لفظ لائقِ غور ہے اور کا بھی وہی معنی ہے جو نیز کا ہے۔ مرزا صاحب سے اس قسم کی غلطیاں بہت ہوتی تھیں پھر مرزا صاحب کے یہ الفاظ بھی ہم نے دیکھے ہیں۔

"غذاؤں کا بھی اِنسان کی رُوح پر ضرور اثر ہے"۔

ذہن اِس طرح گیا کہ عبارت یوں ہونی چاہیے غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔ مرزا غلام احمد کی اور تحریرات بھی ہم نے دیکھی ہیں۔ اس قسم کی غلطیاں ان سے متصور نہ تھیں معلوم ہوتا ہے ان کے روحانی خزائن میں کئی قلم چلتے تھے۔

ہو سکتا ہے کہ یہ عبارت انہوں نے کسی اور صاحب قلم سے لی ہے اور اسے اپنا بنانے کے لیے کہیں کہیں الفاظ بدلے ہوں اور اسی کوشش میں ان سے یہ

غلطیاں صادر ہوئی ہوں۔

اب مولوی فضل خاں اور مرزا غلام احمد کی ایک ہی عبارت دو کتابوں میں دیکھئے

مولوی محمد فضل خاں کی کتاب اسرارِ شریعت (جس کے مسودہ سے مرزا صاحب نے یہ مضامین لیے)	مرزا غلام احمد کی اسلامی اصولوں کی فلاسفی
اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اول درجہ کا نجاست خور، بے غیرت و دیوث ہے اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہو۔ کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بدکا اثر بھی بدی ہوگا۔ جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیاء کی قوت کو کم کر دیتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔ (اسرار شریعت جلد ۲ ص ۳۳۶، ۳۳۷)	اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اول درجہ کا نجاست خور، اور نیز بے غیرت اور دیوث ہے اب اس کے حرام ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر پلیدی ہو، کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بدکا اثر بھی بد ہی پڑیگا جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیاء کی قوت کو کم کرتا ہے۔ اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۲۵)

یہ دونوں مصنف ایک دور کے ہیں جو مولانا تھانویؒ سے قریباً ربع

صدی پہلے ہوئے۔ مولانا تھانویؒ نے جیسا کہ وہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھ آئے ہیں کہ انہوں نے بعض مضامین ایک کتاب سے لیے ہیں۔ یہ مضمون اسرار شریعت سے لیا ہے۔ خواہ مخواہ کہے جانا کہ انہوں نے یہ مضامین مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لیے ہیں یہ منہ زوری اور سینہ زوری ہے۔ اسرارِ شریعت میں اور نیز کے الفاظ نہیں۔ مولانا تھانویؒ کی عبارت میں بھی یہ الفاظ ہیں ان کی عبارت اسرارِ شریعت کے مطابق ہے، اس میں ہے:

''کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔'' (ص ۳۳۶)

مولانا تھانویؒ کی عبارت بھی یہی ہے، لیکن مرزا صاحب نے اسے اس طرح لکھا ہے۔

''کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہے۔''

اب آپ ہی یہ فیصلہ کریں کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ اقتباس اسرارِ شریعت سے لیا ہوگا یا مرزا غلام احمد کی کتابوں سے اور عبد اللہ ایمن زئی کی اس غلط بیانی کی بھی دل کھول کر داد دیں۔ وہ لکھتا ہے:

''مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں حضرت تھانویؒ نے ان الفاظ کو اس طرح تبدیل کر دیا ہے کہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے۔ دیکھئے کیا یہ الفاظ اسرارِ شریعت کے نہیں؟ اب ایمن زئی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ الفاظ بدلے ہیں۔ کس قدر کھلا جھوٹ ہے۔ جو قادیانیوں کو ہی زیب دیتا ہے۔

اسرار شریعت کی عبارت اصل معلوم ہوتی ہے مباحث عقلیہ میں اپنے خیالات اور نتائج فکر سے استدلال نہیں کیا جاتا یہاں امور مسلمہ پیش کیے جاتے

ہیں۔ مولوی محمد فضل خاں کا یہ کہنا کہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلمہ ہے۔ ایک وزن رکھتا ہے اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ یہ محض ان کا ایک اپنا نتیجۂ فکر ہے جس کو عام مباحث عقلیہ میں جگہ نہیں دی جا سکتی۔

دونوں عبارتوں کو غور سے دیکھو دونوں میں زیادہ صحیح اور موقعہ کے مطابق اسرار شریعت کی عبارت ملے گی۔ معلوم ہوتا ہے یہی اصل عبارت ہے۔ مرزا غلام احمد کی عبارت اس میں چند غلطیاں ملا کر مرتب ہوئی ہے اسرار شریعت کا مرزا صاحب کی وفات کے ایک سال بعد چھپنا اس سے اس احتمال کی نفی نہیں ہوتی کہ مرزا صاحب کی نظر سے اسرار شریعت کے کچھ حصے بصورت مسودہ بطریق خط و کتابت نہ گذرے ہوں گے خصوصاً جب کہ مؤلف اسرار شریعت قادیان سے بہت قریب کا تعلق رکھتے تھے۔ دونوں عبارتیں خود بول رہی ہیں کہ اصل کونسی عبارت ہوگی۔ پھر کس نے کس سے لیا ہوگا۔

مرزا صاحب نے اس عبارت میں ایک اور بے ڈھب اضافہ کیا ہے اور وہ قانونِ قدرت، کے الفاظ ہیں ان پر غور کیجئے۔

اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن پر پلید ہو۔ یہ عبارت اسرارِ شریعت میں ان خط کشیدہ الفاظ کے بغیر ہے اور حضرۃ تھانویؒ کی کتاب میں بھی اس طرح ہے مگر مرزا غلام احمد کی عبارت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ آپ ان الفاظ پر غور کریں اور ان کے بغیر عبارت کو آگے پیچھے سے پڑھ کر دیکھیں کہ یہ الفاظ جلی طور پر زائد اور بعد میں ملائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

ایک پڑھا لکھا آدمی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ اسرار شریعت کی عبارت یقیناً پہلے کی ہے۔ گو چھپی بعد میں ہو اور مرزا صاحب کی عبارت اس میں چند غلطیوں کا اضافہ ہے گو وہ چھپی پہلے ہو اور مرزا صاحب نے اس کے مسودات سے

اکتسابِ فیض کیا ہو جیسا کہ ان کی عادت تھی کہ وہ معاصر اہلِ قلم سے علمی امداد لیا کرتے تھے۔

کچھ بھی ہو یہ کوئی علمی معارف یا قرآن کریم کی کوئی عمیق تفسیریں نہیں جو ان مصنفین پر ہی کھلی ہوں بلکہ یہ وہ باتیں جو ان دونوں نے قبل از اسلام کے یونانی طبیبوں سے لی ہیں اور دونوں عبارات میں اس کا واضح اعتراف موجود ہے۔ اب اگر حضرۃ تھانویؒ بھی یہ عبارات اسرارِ شریعت سے لے لیں تو اس میں کیا اعتراض ہے یہ وہ باتیں ہیں جو کافروں سے بھی لی جا سکتی ہیں اور اس پر کسی کو تعجب نہ ہونا چاہیے۔ ہاں یہ حضرۃ تھانویؒ کا کمالِ دیانت ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں صاف لکھ دیا کہ انہوں نے بعض مضامین ایک کتاب سے لیے ہیں۔

عبداللہ ایمن زئی کا ایک اور جھوٹ

ایمن زئی صاحب حضرۃ مولانا تھانویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جو لٹریچر تخلیق ہوا اور بڑے بڑے علماء و مفسرین نے اس مسئلے پر جو کچھ لکھا وہ سب حضرۃ تھانویؒ کی نظر میں تھا، مگر انہوں نے یہ سارا سرمایہ معرفت ایک طرف رکھ دیا اور مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں حرمت خنزیر کے جو اسباب بیان کیے تھے وہ اپنی کتاب میں نقل کر دیے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۷)

ایمن زئی صاحب نے خط کشیدہ الفاظ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ مولانا نے اس موضوع پر پہلے لکھے گئے لٹریچر کو بالکل درخور اعتنا نہیں سمجھا اور مرزا صاحب کی عبارت کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ ہم نے حضرۃ تھانویؒ کی کتاب پھر اس مقام سے دیکھی۔ آپ نے اسرارِ شریعت کی عبارت نقل کرنے بعد اس موضوع پر پھر اور مواد بھی فراہم کیا ہے اور اسرارِ شریعت کی عبارت میں جو کمی رہ

گئی تھی اسے دیگر مصنفین کی عبارات سے پُر کیا ہے بقول ایمن زئی صاحب اسے یوں سمجھئے کہ مرزا صاحب کی عبارت میں جو کمی رہ گئی تھی وہ حضرۃ تھانویؒ نے مخزن الادویہ سے پوری کی ہے۔ حضرۃ تھانویؒ لکھتے ہیں۔

صاحب مخزن الادویہ فساد گوشت خوک (خنزیر) اور اس کی حرمت کے وجوہ ذیل تحریر کرتے ہوئے ظاہر فرماتے ہیں کہ اس جانور کا گوشت فطرتِ انسانی کے برخلاف ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

''گوشت خوک مولد خلط غلیظ است و مورث حرصِ شدید و صداع مزمن وداء الفیل واوجاع مفاصل و فساد عقل و زوال مروت و غیرت وحمیت و باعث فحش است و اکثرے از فرق غیر اسلامی آں راے خورند وقبل ظہور نور اسلام گوشت آں را در بازار مے فروختند و بعد ازاں در مذہب اسلام حرام و بیع آں ممنوع وموقوف گردید بسیار کثیف و بدہیبت است۔''

نیز اس کا گوشت کھانے سے انسان پر فوراً سوداوی امراض حملہ آور ہوتے ہیں (المصالح العقلیہ)

ناظرین غور فرمائیں کہ حضرۃ تھانویؒ نے دوسروں کی تحقیقات کیا یکسر نظر انداز کی ہیں یا انہیں بھی اپنی اس کتاب میں نقل لیا ہے۔

تاثیر دُعا

مولوی محمد فضل خان نے اسرارِ شریعت میں حقیقت دعا و قضا پر ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے اور بات اس طرح واضح کی ہے گویا وہ اصولی طور پر دعاء و قضا کی حقیقت سمجھ رہا ہے۔ مرزا غلام احمد کا اس موضوع پر سرسید احمد خاں سے واسطہ پڑا تھا۔ اس نے اس میں عمومی پیرایہ ترک کر کے سرسید کو مخاطب بنایا ہے۔ اسرارِ شریعت مباحثِ عقلیہ کے موضوع کی ایک اصولی کتاب ہے اور ایسی کتابوں کا پیرایہ بیان عام ہوتا ہے ایسی کتابوں میں خاص افراد سے خطاب نہیں

ہوتا۔ اب آپ دونوں کتابوں کو دیکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ اصل عبارت کونسی ہو گی اور اسے کس نے بدل کر اپنے خاص موضوع میں پیش کیا ہے۔ کچھ بھی ہو حضرت تھانوی نے یہ عبارات اسرارِ شریعت سے لی ہیں اور یہ بات ان کے دیئے حوالے کے عین مطابق ہے۔ مرزا صاحب کی کتابوں سے انہوں نے انہیں نقل نہیں کیا۔ مرزا صاحب نے یہ مواد مولوی محمد فضل خاں سے لیا ہے۔

اسرارِ شریعت مولوی محمد فضل خاں	برکات الدعاء مرزا غلام احمد
اگرچہ دنیا کی کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اس کی حصول کے لیے اسباب مقرر کر رکھے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقل مند کو کلام نہیں مثلاً اگرچہ مقدر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترکِ دعا مگر کیا کوئی یہ رائے ظاہر کر سکتا ہے کہ مثلاً علمِ طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں بھی کچھ بھی اثر نہیں رکھا جب کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھے کہ ان کی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جاتے ہیں یا	اگرچہ دنیا کا کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اس کے حصول کے لیے ایسے اسباب مقرر کر رکھے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگر مقدر کا لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترکِ دعا۔ مگر کیا سید صاحب یہ رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ مثلاً علمِ طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا۔۔۔۔ خدا تعالیٰ اس بات پر تو قادر تھا کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھیں کہ ان کی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جائیں یا

مثلاً سم والفارا اور بیش اور دوسری ہلاہل
زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈالدی
کہ ان کا کامل قدر شربت چند منٹوں
میں ہی اس جہان سے رخصت کر
دے تو پھر کیونکر یہ امید کی جائے کہ
خدا تعالیٰ اپنے برگزیدوں کی توجہ اور
عقد ہمت اور تضرح کی بھری ہوئی
دعاؤں کو فقط مُردہ کی طرح رہنے
دے جن میں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو۔
کیا یہ ممکن ہے کہ نظامِ الٰہی میں
اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ
نے دواؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی
کے لیے کیا تھا وہ دواؤں میں مرعی نہ
ہو۔ جو شخص دواؤں کی اعلیٰ تاثیروں پر
ذاتی تجربہ نہ رکھتا ہو اور استجابت دعاء کا
قائل نہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی ایک مدت تک ایک پرانی اور
سال خوردہ اور مسلوب القویٰ دوا کو
استعمال کرے اور پھر اس کو بے اثر پا
کر اس دوا پر عام حکم لگا دے کہ اس

مثلاً سم الفار اور بیش اور دوسری ہلاہل
زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈال دی
کہ ان کا کامل قدر شربت چند منٹوں
میں ہی اس جہاں سے رخصت کر
دے لیکن اپنے برگزیدوں کی توجہ اور
عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی
دعاؤں کو فقط مُردہ کی طرح رہنے دے
جن میں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو۔ کیا یہ
ممکن ہے کہ نظامِ الٰہی میں اختلاف
ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ نے
دواؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی
کے لیے کیا تھا وہ دعاؤں میں مرعی نہ
ہو۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں جو خود سید
صاحب دعاؤں کی حقیقی فلاسفی سے
بے خبر ہیں اور ان کی اعلیٰ تاثیروں پر
ذاتی تجربہ نہیں رکھتے اور ان کی مثال
ایسی ہے جیسے کوئی ایک مدت تک
ایک پرانی اور سالخوردہ مسلوب القوی
دوا کو استعمال کرے اور اور پھر اسکو
بے اثر پا کر اس دوا پر عام حکم لگا

دے کہ اس میں کچھ بھی تاثیر نہیں۔ (برکات الدعاء ص ۴)	میں کچھ بھی تاثیر نہیں۔ (اسرار شریعت جلد ۱ ص ۲۴۵)

دونوں عبارتوں کے آخری کشیدہ الفاظ پر غور کیجئے اسرار شریعت کی عبارت میں کاتب کی غلطی سے دُعا کی بجائے دوا کا لفظ لکھا گیا جبکہ مرزا صاحب کی عبارت میں لفظ دعا لکھا ہوا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں غلطی پہلے ہوئی ہے یا اصلاح اسرارِ شریعت کی عبارت اگر مرزا صاحب کی کتاب سے ماخوذ ہوتی تو اس میں یہ غلطی نہ ہوتی اس قسم کی غلطیاں عام طور پر پہلی تحریر میں ہی ہوتی ہیں اور زیادہ تر وہیں ہوتی ہیں جہاں کاتب قلمی مسودوں سے لکھ رہے ہوں غلطیوں کی اصلاح بعد میں ہوتی ہے مرزا غلام احمد کی عبارت اصلاح شدہ ہے اور اس میں اسرارِ شریعت کے کتابت شدہ مسودہ کو ہی درست کیا گیا ہے.......... حقیقتِ حال کچھ بھی ہو اس میں شبہ نہیں کہ حضرۃ تھانویؒ نے مرزا غلام احمد کی پانچ کتابوں سے عبارات نہیں لیں۔ جیسا کہ ایمن زئی کا دعویٰ ہے بلکہ ایک کتاب سے لی ہیں۔ اور وہ اسرارِ شریعت ہے جس میں مرزا صاحب کی پانچوں کتابونکی زیرِ بحث عبارات موجود ہیں۔ اس میں کوئی شخص اختلاف کرے کہ ان دو میں سے پہلا لکھنے والا کون ہے۔ بیشک اسے اس اختلاف کا حق ہے ہم اس میں دخل نہیں دیتے لیکن اپنی رائے ہم نے عرض کر دی ہے یہ بات ہر شبہ سے بالاتر ہے کہ حضرۃ تھانویؒ نے مرزا غلام احمد کی کتابوں سے کوئی عبارت نہیں لی۔ اسی ایک کتاب سے آپ نے یہ عبارات لی ہیں اور آپ نے اسی ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

نمازِ پنجگانہ کی عقلی حکمتیں

کشتی نوح مرزا غلام احمد	اسرارِ شریعت مولوی محمد فضل خاں

الغرض پنجگانہ نمازیں کیا ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو تم پر وارد ہوتے اور تمہاری فطرت کے لیے ان کا وارد ہونا ضروری ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ پہلے جب کہ مطلع کیے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہو یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(اسرارِ شریعت ج ۱ ص ۱۰۷)

پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لیے ان کا وارد ہونا ضروری ہے (۱) پہلے جب کہ تم مطلع کیے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(کشتی نوح ص ۶۳، ۶۴)

مرزا صاحب کی عبارت میں ان الفاظ پر غور کیجئے۔

''تمہاری زندگی کے لازمِ حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں۔''

بلا کے وقت کے یہ الفاظ اسرارِ شریعت میں نہیں ہیں۔ اسرارِ شریعت میں پنجگانہ نمازوں کا جو نقشہ دیا گیا ہے۔ اس میں پانچویں نماز (نماز فجر) کو بلا کا وقت نہیں نجات کا وقت بتلایا گیا ہے۔ چار وقت بلا کے تھے اور یہ پانچواں

نجات کا۔ مرزا صاحب نے بھی پانچویں نماز کو نجات کا وقت بیان کیا ہے۔ یہ عبارت کہ پانچ تغیر بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں بعد میں بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے سیاق و سباق سے ملتی عبارت وہی ہے جو اسرارِ شریعت میں دی گئی ہے۔ مرزا صاحب نے اسے نقل کرنے میں جو اضافے کیے سب زائد عبارتیں معلوم ہوتی ہیں۔

مولوی محمد فضل خان صاحب نے اس کے بعد اپنی تائید میں کچھ ارشاداتِ نبوی اور بعض اطباء کے اقوال بھی درج کیے ہیں انہیں دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ احادیث اور اقوال مولوی صاحب کے مضمون کا جزو ہیں مرزا صاحب کی کتاب میں یہ موجود نہیں ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب کشتی نوح میں اسرارِ شریعت کے مسودے سے حسبِ خواہش تلخیص کی ہے۔ مرزا صاحب نے اسرارِ شریعت کی جو عبارت چھوڑ دی ہے اسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے زوال کی ساعت کی نسبت فرمایا ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اس لیے میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی عمل آسمان کی طرف صعود کرے فرمایا رات کے فرشتوں سے پہلے دن کے فرشتے آسمان کی طرف صعود کرتے ہیں اور دن کے فرشتوں سے پہلے رات کے فرشتے صعود کرتے ہیں۔

اس وقت کے تغیرات کے آثار جو جسم انسانی پر ظاہر ہوتے ہیں طبیبوں نے اپنی طبی کتابوں میں بیان فرمائے ہیں چنانچہ مفرح القلوب شرح قانونچہ میں لکھا ہے...... الخ (ص۱۰۴)

اب عبداللہ ایمن زئی کی ان سطور پر بھی غور کرو جب خدا کا خوف نہ رہے تو انسان اس قسم کے جھوٹ سے بھی پرہیز نہیں کرتا۔ ایمن زئی صاحب

لکھتے ہیں:

> "بیان کردہ حکمتیں حضرت تھانوی کو اس قدر پسند آئیں کہ لفظ بہ لفظ اپنی کتاب میں نقل فرما دیں البتہ اتنا کیا کہ مرزا صاحب کی بیان کردہ حکمتوں کی مزید تشریح کے لیے ارشاداتِ نبوی، شرح وقایہ اور اطباء کے اقوال درج کر دیئے۔" (کمالاتِ اشرفیہ ص ۱۶)

اسرارِ شریعت کی وہ عبارات جو مرزا صاحب نے چھوڑ دیں ان میں واقعی کچھ ارشاداتِ نبوی اور کچھ اقوال اطباء موجود ہیں۔ حضرت تھانویؒ کی عبارت میں بھی یہ ارشاداتِ نبوی اور اقوال اطباء موجود ہیں۔ اس سے یہ حقیقت نصف النہار کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ حضرت تھانویؒ نے یہ مضامین اسرارِ شریعت سے لیے ہیں نہ کہ مرزا صاحب کی کتابوں سے ...... اسرارِ شریعت اور المصالح العقلیہ کی عبارات ایک دوسرے کے مطابق ہیں اور مرزا غلام احمد کی تلخیص کچھ مختلف ہے۔ دونوں (مولوی محمد فضل خاں اور حضرۃ مولانا تھانویؒ) کی عبارات میں وہ پورے مضامین موجود ہیں۔ اب کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ حکیم الامۃ حضرۃ تھانویؒ نے یہ مضامین مرزا غلام احمد کی کتابوں سے لیے ہیں۔ ایمن زئی صاحب نے غلط کہا ہے کہ مولانا تھانویؒ نے شرح وقایہ اور اطباء کے اقوال اپنی طرف سے درج کیے ہیں۔ اقوالِ اطباء اسرارِ شریعت سے ماخوذ ہیں اور شرح وقایہ کا تو اس عبارت میں سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ایمن زئی صاحب کو اس میں شرح وقایہ کا نام لانے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلطی سے شرح قانونچہ کو شرح وقایہ پڑھ رہے ہیں شاید وہ شرح قانونچہ کو شرح وقایہ پڑھتے رہے ہوں۔

نمازِ عصر کی بحث میں ایمن زئی صاحب نے حضرت مولانا تھانویؒ کی عبارت کو مرزا صاحب کی عبارت کے بالمقابل نقل کرتے ہوئے معلوم نہیں یہ

فقرہ کیوں حذف کر دیا ہے۔

''صریح نظر آتا ہے کہ اب غروب نزدیک ہے جس سے اپنے کمالات کے زوال کے احتمال قریب پر استدلال کرنا چاہیے۔ اس روحانی کے مقابل نماز عصر مقرر ہوئی۔'' (کمالاتِ اشرفیہ ص ۱۸)

ایمن زئی صاحب نے خط کشیدہ فقرہ شاید اس لیے حذف کر دیا ہے کہ یہ عبارت مرزا صاحب کی عبارت کے مقابل ایک سی دکھائی دے اور وہ کہہ سکیں کہ حضرت تھانویؒ نے لفظ بہ لفظ مرزا صاحب سے نقل کی ہے۔ اس لیے اس فقرے کا حذف کرنا ضروری تھا۔

اسرارِ شریعت	کشتی نوح
خدا تعالیٰ نے تمہارے فطری تغیرات میں پانچ نمازیں تمہارے لیے مقرر کی ہیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدے کے لیے ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچتے رہو اور پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہارے اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظل ہیں۔ نمازیں آنیوالی بلاؤں کا علاج ہیں تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کسی قسم کی قضا و قدر تمہارے لیے لائے گا پس تم قبل اس کے جو دن چڑھے اپنے مولا کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لیے خیر و برکت	اور خدا نے تمہارے فطری تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لیے مقرر کیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدے کے لیے ہیں پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچتے رہو اور پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو اور وہ تمہارے اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظل ہیں۔ نمازیں آنیوالی بلاؤں کا علاج ہیں، تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کی قضا و قدر تمہارے لیے لائے گا۔ پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولا کی جناب میں تضرع کرو کہ

تمہارے لیے خیرو برکت کا دن چڑھے۔(کشتی نوح ص ۶۵)	کا دن چڑھے۔ (خاتم اولیاء اسرارِ شریعت جلد ا ص ۱۰۷)

ان دونوں عبارتوں میں اختلاف الفاظ کا جائزہ لیجئے۔ انسانی زندگی کے یہ پانچ تغیرات ہی اس کی پانچ حالتیں ہیں جن میں پانچ نمازیں مقرر کی گئی ہیں۔ تغیر حالت بدلنے کو ہی کہتے ہیں اور یہ پانچ تغیرات پانچ حالتیں ہی ہیں۔ پانچ تغیرات میں پانچ حالتیں بالکل بے معنی بات ہے۔

اسرارِ شریعت میں ہے: خدا تعالیٰ نے تمہارے فطری تغیرات میں پانچ نمازیں تمہارے لیے مقرر کی ہیں ص ۱۰۶۔

اور مرزا غلام احمد کی عبارت یہ ہے:

خدا نے تمہارے فطری تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لیے مقرر کیں۔ کشتیٔ نوح ص ۶۵ یہاں بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ اصل عبارت کونسی ہے اور نقل کونسی۔ فطری تغیرات میں پانچ حالتیں وہی کہہ سکتا ہے جو تغیر کے معنی حالت بدلنا نہ جانے۔ اصل عبارت اپنی جگہ پوری طرح واضح اور صحیح ہے اور مرزا صاحب کی عبارت واقعی ایک بدلی عبارت معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح اس عبارت کے آخری حصہ میں مرزا غلام احمد کے الفاظ ''پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو'' کا مولوی محمد فضل خاں کے الفاظ ''پس تم قبل اس کے جو دن چڑھے اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو'' سے مقابلہ کرو لفظ تم کو مقدم لانے میں جو زور ہے وہ پچھلی عبارت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ مرزا صاحب کی عبارت اسی میں ایک تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔ اب بتائیے چور کون نکلا۔

پھر اس فقرہ کو اس کے سیاق میں دیکھئے۔

''نمازیں آنے والی بلاؤں کا علاج ہیں۔'' اسرارِ شریعت

اور مرزا غلام احمد کے اس فقرہ پر بھی غور کیجئے۔ نمازوں میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے''۔ جس سیاق وسباق میں اس مضمون پر بحث کی گئی ہے وہ مختلف حالتوں کا بیان ہے اس کے پیشِ نظر اسرارِ شریعت کا فقرہ صاف طور پر نظر آرہا ہے اور مرزا صاحب کا پیرایہ یہاں وہ وزن نہیں رکھتا معلوم ہوتا یہاں وہ نماز کی تعریف کر رہے ہیں پنجگانہ نمازوں کی تعریف نہیں کر رہے۔ حالانکہ موضوع وہی تھا۔ سو بات وہی صحیح ہے جو اسرار شریعت کے مصنف نے کہی ہے کہ نمازیں آنے والی بلاؤں کا علاج ہیں۔

مولوی محمد فضل خاں نے جہاں اس بات کو ختم کیا ہے وہاں خاتم اولیاء کا حوالہ دیا ہے۔ مرزا غلام احمد نے جہاں یہ بات ختم کی ہے وہاں کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس سے یہ بات عیاں ہے کہ مولوی محمد فضل خان نے یہ مضمون خاتم اولیاء سے لیا ہے۔ مرزا صاحب سے نہیں افسوس کہ مرزا صاحب نے اسے خاتم اولیاء یا اسرار شریعت کا حوالہ دیئے بغیر نقل کیا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں عبارت چور کون نکلا۔

صورت حال کچھ بھی ہو یہ ہمارا اصل موضوع نہیں ہاں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرۃ مولانا تھانویؒ نے عبارت زیرِ بحث اسرارِ شریعت سے لی ہے۔ مرزا غلام احمد کی کتاب کشتیٔ نوح سے نہیں۔ اختلافی الفاظ میں مولانا تھانوی کی عبارت اسرارِ شریعت کے موافق ہے کشتی نوح کے موافق نہیں۔ اس تقابلی مطالعہ سے دوست محمد شاہد یا ایمن زئی صاحب کا یہ دعویٰ کہ مولانا تھانویؒ نے یہ عبارات مرزا غلام احمد کی کتابوں سے ہی لی ہیں اعلانیہ طور پر غلط ٹھہرتا ہے۔ اور قادیانی الزامات کی عمارت دھڑام سے نیچے آگرتی ہے۔

قویٰ انسانی کا استعمال

عبد اللہ ایمن زئی نے کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۰ پر یہ عنوان قائم کیا ہے اور لکھا ہے۔

حضرۃ مولانا تھانویؒ اپنی کتاب کے لیے اس موضع پر غور فکر اور مطالعہ فرما رہے تھے۔ تلاش و تحقیق کے دوران مرزا صاحب کی کتاب نسیم دعوت انہیں ملی۔ انہوں نے یہ کتاب پڑھی اور محسوس کیا کہ انسانی قویٰ کے استعمال کے جو طریقے مرزا صاحب نے قرآن شریف پر تدبر کرنے کے بعد بیان کیے ہیں ان سے بہترین نکات بیان نہیں کیے جا سکتے چنانچہ انہوں نے مرزا صاحب کی کتاب کا اقتباس پسند فرمایا اور اپنی کتاب کو اس سے آراستہ فرما لیا۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۰)

سابقہ الزامات کی طرح یہ الزام بھی بالکل بے وزن ہے۔ حضرت مولانا تھانویؒ نے مرزا صاحب کی کتاب سے یہ اقتباس لیا نہ اس سے اپنی اس کتاب کو آراستہ کیا۔ یہ مضمون بھی آپ نے اس کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا تھا۔ یہی عبارت نہیں۔ حضرت تھانویؒ پیچھے کئی عنوانات سے اس کتاب کے مضامین کو آگے لا رہے ہیں ہم دونوں کے عنوانات درج ذیل کرتے ہیں۔

(۱) برتن میں مکھی پڑنے سے اس کو اس میں ڈوبا دے کر نکالنے کی وجہ۔ (اسرارِ شریعت جلد۲ ص ۳۶۷)

(۲) پانی اور برتن میں سانس لینا و پھونکنا منع ہونے کی وجہ۔......ص ۳۶

(۳) انسان کے لیے گوشت کھانا کیوں جائز ہوا؟..................ص ۳۶۹

(۴) گوشت و ترکاری کھانے سے انسان کے روحانی اخلاق کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ ....ص ۳۶۹

(۵) انسان میں قوتِ غصبیہ وحلم وغیرہ کی حکمت..................ص ۳۷۰

حضرت مولانا تھانویؒ کی کتاب کے عنوانات بھی یہی ہیں:

(۱) برتن میں مکھی پڑنے سے اس کو اس میں غوطہ دے کر نکالنے کی وجہ۔
(احکامِ اسلام عقل کی نظر میں ص ۲۲۰)

(۲) پانی اور برتن میں سانس لینا و پھونکنا منع ہونے کی وجہ۔۔۔۔۔۔ص ۲۲۵

(۳) انسان کے لیے گوشت کھانا کیوں جائز ہوا؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۲۲۱

(۴) گوشت ترکاریاں کھانے سے انسان کے روحانی اخلاق کیسے پیدا ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۲۲۲

(۵) انسان میں قوتِ غضبیہ و حلم وغیرہ کی حکمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۲۲۳

آپ نے دیکھا یہ عنوانات کس طرح ہو بہو ایک دوسرے کے مطابق آ رہے ہیں۔ پانچویں نمبر کا عنوان ہے جس کے تحت وہ عبارت درج ہے جسے ایمن زئی مرزا صاحب کی کتاب سے لیا گیا اقتباس کہہ رہے ہیں جب حضرۃ تھانویؒ کے پچھلے چار عنوانات اسرارِ شریعت سے منطبق چلے آ رہے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مرزا صاحب کا موضوع نہیں تو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ حضرۃ نے یہ مضامین اسرارِ شریعت سے لیے ہیں نہ کہ غلام احمد سے اور ایمن زئی کا یہ کہنا کہ مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب سے لیے ہیں اس میں کسی طرح کا کوئی وزن نہیں رہتا۔ پھر ان دونوں کتابوں (مولوی محمد فضل خاں اور حضرت تھانویؒ کی کتابوں) کے مذکورہ پانچویں عنوان کو جو مناسبت ان کے چوتھے عنوان سے ہے وہ بتا رہی ہے کہ مولوی محمد فضل خاں کا یہ مضمون اپنے ماقبل سے مسلسل اور مربوط ہے اور یہ صورت اس بات کی شاہد ہے کہ مضمون اسرارِ شریعت میں اصل ہے نسیم دعوت میں نہیں: اب اسے مرزا صاحب کی کتاب نسیم دعوت میں دیکھئے انہوں نے یہاں کوئی ایسے عنوانات نہیں دیئے البتہ پیرا بندی ضرور کی ہے جو ایک مضمون کو دوسرے سے جُدا کرتی ہے۔ ہم ان پیراجات کے ابتدائی الفاظ

درج کرتے ہیں۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے اس جگہ انجیل کی تعلیم کا ذکر نہیں کیا۔

(نسیم دعوت ص ۷۰)

علاوہ اس کے یہ بھی سخت غلطی ہے کہ انجیل کی تعلیم کو کامل کہا جائے۔......ص ۷۱

اب دیکھو آیت میں دونوں پہلوؤں کی رعایت رکھی گئی ہے۔......ص ۷۲

اب ہم آریہ مذہب میں کلام کرتے ہیں۔..........ص ۷۲

وہ عبارت جو اسرارِ شریعت اور حضرت تھانویؒ کی کتاب میں مشترک ہے وہ مرزا صاحب کے مندرجہ بالا پیراجات میں سے دوسرے کے تحت دی گئی ہے کہ "یہ بھی سخت غلطی" ہے کہ انجیل کی تعلیم کو کامل کہا جائے۔

اب جو شخص ان تینوں کتابوں کو دیکھے اسے اس یقین سے چارہ نہ رہے گا کہ حضرۃ تھانویؒ کی کتاب اس کے عنوانات اور سیاق و سباق اسرار شریعت سے ملتے جلتے ہیں نہ کہ مرزا صاحب کی کتاب نسیم دعوت سے۔

اب عبداللہ ایمن زئی کے کہنے پر کیسے باور کر لیا جائے کہ حضرۃ تھانویؒ نے مضمون زیرِ بحث مرزا صاحب کی کتاب نسیم دعوت سے لیا ہے۔

پھر مرزا صاحب کی عبارت میں یہ جُملہ بھی لائقِ غور ہے۔

اگر انسان میں خدا نے ایک قوت حلم اور نرمی اور درگذر اور صبر کی رکھی ہے تو اسی خدا نے اس میں ایک قوتِ غضب اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے۔

(کمالات اشرفیہ ص ۲۱)

اب اسے حضرت تھانویؒ کی کتاب میں دیکھئے۔

اگر خدا نے انسان میں ایک قوت حلم اور نرمی اور درگز اور صبر ...... الخ

(از کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۱)

اب آیئے دیکھیں کہ یہ جملہ اسرارِ شریعت میں کس طرح ہے اور پھر آپ ہی فیصلہ کریں کہ حضرت تھانویؒ نے اسے اسرارِ شریعت سے لیا ہے یا نسیم دعوت سے۔ اسرارِ شریعت میں یہ جملہ اس طرح ہے۔

اگر خدا نے انسان میں ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے۔ (اسرارِ شریعت ص ۳۷۰)

اب بھی کیا کسی پڑھے لکھے آدمی کو یہ کہنے کی ہمت ہے کہ حضرت تھانویؒ نے مرزا صاحب کی کتاب نسیم دعوت سے یہ اقتباس لیا ہوگا۔

جہاں تک اسرارِ شریعت اور نسیم دعوت کے تقابلی مطالعہ کا تعلق ہے اسرارِ شریعت کی عبارت اپنے محل اور سیاق وسباق میں خوب چسپاں دکھائی دیتی ہے اور ذہن گواہی دیتا ہے کہ اصل عبارت یہیں کی ہے اور مرزا صاحب نے اسے جس محل میں سمویا ہے وہاں اسے تکلف سے چسپاں کیا گیا ہے۔ پس اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ مرزا صاحب نے اسرارِ شریعت کے مسودے سے کسی نہ کسی طرح استفادہ کیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان کی علمی قابلیت مولوی فضل خاں کی قابلیت کے برابر نظر نہیں آتی۔

پھر ایمن زئی نے کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۲ پر مرزا صاحب کا ایک نو سطری اقتباس درج کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ:

''مرزا صاحب کی جو عبارت حضرت تھانویؒ نے حذف کر دی ہے وہ یہ ہے''۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۲)

جواباً عرض ہے کہ یہ نو سطریں اسرارِ شریعت میں جہاں سے حضرت تھانویؒ یہ عبارت لے رہے ہیں نہیں ہیں۔ وہاں عبارت اسی طرح ہے جیسے حضرت تھانویؒ نے پیش کی ہے۔ اب بجائے اس کے کہ ایمن زئی اقرار کریں

کہ حضرت تھانویؒ نے واقعی مرزا صاحب کی نسیم دعوت سے یہ اقتباس نہیں لیا۔
اُلٹا یہ دعوے کر رہے ہیں کہ حضرت تھانویؒ نے ان نو سطروں کو حذف کر دیا ہے
انہیں اگر یہ الزام کسی پر لگانا ہی تھا تو مولوی محمد فضل خان پر لگاتے نہ کہ حضرۃ
تھانویؒ پر۔ ایمن زئی صاحب کی اس جسارت پر ہمیں حیرت ہوتی ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ وارد

مولوی فضل خاں کا کچھ اور تعارف

مرزا غلام احمد کے حلقہ میں وحی کا عام سلسلہ

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی امابعد

وحی نبوت ملاء اعلیٰ سے اترتی ہے اور زمین پر جو جگہیں محل شیاطین ہوتی ہیں بسا اوقات وہاں کے درختوں پر جنات کے کڑے بسیرے ہوتے ہیں یہاں سے شیاطین اپنے دوستوں پر وحی اتارتے ہیں اور وہ غلط فہمی سے اسے آسمانی وحی سمجھ لیتے ہیں قرآن کریم میں ہے۔

هل انبئكم علی من تنزل الشياطين تنزل علی كل افاک اثيم يلقون السمع و اكثرهم كاذبون. (پ ۱۹ الشعراء ۲۲۲)

(ترجمہ) میں بتاؤں کن پر اترتے ہیں شیطان؟ اترتے ہیں ہر جھوٹے گناہگار پر لا ڈالتے ہیں (ان پر) کوئی اوپر سے سنی بات اور زیادہ وہ ہیں جو جھوٹ ہی کہتے ہیں۔

شیطان کبھی ایک آدھ ناتمام بات امور غیبیہ جزئیہ کے متعلق اوپر سے لے بھاگتے ہیں اور اس میں اپنے سو جھوٹ ملا کر اپنے کاہن دوستوں کو پہنچاتے ہیں حقیقت ان کی وحی کی بس یہی ہے۔

جہاں شرک کے مراکز ہوں یا گندگی کے ڈھیر ہوں وہاں ان شیاطین کے مرکز ہوتے ہیں حضور ﷺ کو شروع وحی سے کہا گیا تھا والرجز فاهجر

(المدثر) آپ ہر گندگی سے کنارے پر رہیں وحی نبوت ستھرے ماحول میں اترتی ہے اور پاک فطرت لوگوں پر آتی ہے۔ **فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین.** (پ ۱۱ التوبہ ۱۰۸)

(ترجمہ) اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی کے متلاشی ہیں اور اللہ ایسے پاکیزہ لوگوں سے پیار کرتے ہیں۔

سیالکوٹ میں شہر کے ریلوے پھاٹک کے قریب ایک لال حویلی تھی جس میں کسی پرانے دور میں شیاطین کا ایک بڑا بسیرا تھا مرزا غلام احمد قادیانی جب سیالکوٹ میں ملازم تھا اسے اس حویلی میں شیطان نے آ گھیرا پھر اس قسم کے کئی دوسرے بسیروں میں بھی ارتعاش پیدا ہوا اور مرزا غلام احمد کے ان لوگوں سے بھی رابطے قائم ہو گئے جن پر شیاطین اترتے تھے مرزا کے الہامات کا ایک شکار پٹیالہ کا ایک ڈاکٹر عبدالحکیم بھی تھا وہ بیس سال تک مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مانتا رہا اور اسکا معتقد رہا اس پر بھی الہامات اترتے تھے۔ الہامات کے ایک ٹکراؤ میں ڈاکٹر عبدالحکیم مرزا غلام احمد کی عقیدت سے نکل گیا اور اسے الہام ہوا کہ مرزا غلام احمد پر ۴ اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے پہلے موت آ جائے گی اور پھر یہ بھی امر واقع ہے کہ مرزا غلام احمد ڈاکٹر عبدالحکیم کی اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہوئے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس دارفانی سے چل بسا۔

اس زمانے میں بڑی تعداد میں الہام کے مدعی اٹھے

ایسی خوابیں اور ایسے الہام مختلف لوگوں کو ہوتے رہتے ہیں بلکہ کبھی کبھی وہ سچے ہو جاتے ہیں اور ایسے آدمی اس ملک میں پچاس سے بھی زیادہ ہیں جو الہام اور وحی کے مدعی ہیں اور ان لوگوں کا ایسا وسیع دائرہ ہے کہ کوئی شرط سچے مذہب اور نیک چلنی کی ان میں نہیں ہوتی اس سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ باوجود اختلاف مذہب اور عقیدہ کے ہر ایک فرقہ کے لوگوں کو خوابیں اور

الہام ہوتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو اپنی خوابوں اور الہاموں کے ذریعہ سے جھوٹا بھی قرار دیتے ہیں اور بعض خوابیں ہر ایک فرقہ کی سچی بھی ہو جاتی ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص ۴)

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خاں ہے اور وہ ڈاکٹر ہے ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کا ایک نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے پہلے اس نے میری بیعت کی تھی اور برابر بیس برس تک میرے مریدوں اور میری جماعت میں داخل رہا...... پھر مرتد ہو گیا۔

(چشمہ معرفت ص ۳۲۱، ۳۲۲ رخ ۲۳ ص ۳۳۶)

ڈاکٹر عبدالحکیم کا مرزا غلام احمد کے بارے میں بیس سالہ تجزیہ

مرزا غلام احمد اپنے بارے میں ڈاکٹر عبدالحکیم کی رائے اس طرح نقل کرتا ہے۔

عبدالحکیم خاں نے اپنے دوسرے ہم جنسوں کی پیروی کر کے میرے پر یہ الزام لگائے ہیں کہ (۱) میں جھوٹ بولتا ہوں (۲) اور میں دجال ہوں اور (۳) حرامخور ہوں (۴) اور خائن ہوں اور اپنے رسالہ المسیح الدجال میں طرح طرح کی میری عیب شماری کی چنانچہ میرا نام (۵) شکم پرست (۶) نفس پرست (۷) متکبر (۸) دجال شیطان (۹) جاہل (۱۰) مجنون کذاب حرام خور عہد شکن اور خائن رکھا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۲)

اس عبدالحکیم نے اپنے رسالہ الذکر الحکیم کے ص ۴۵ پر مرزا غلام احمد کے بارے میں لکھا تھا۔

مجھے آپ کی طرف سے کوئی رنجش نہیں ہے وہی ایمان ہے کہ آپ مثیل مسیح ہیں، مسیح ہیں اور مثیل انبیاء ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۳)

ڈاکٹر عبدالحکیم کے الہامات کے شیطانی ہونے کا دعویٰ

مرزا غلام احمد ڈاکٹر عبدالحکیم کے الہامات کو شیطانی الہام قرار دیتا تھا وہ لکھتا ہے۔ یہ تو ہم قبول کر سکتے ہیں کہ اس کو بوجہ فطرتی مناسبت کے شیطانی خوابیں آتی ہوں گی اور شیطانی الہام بھی ہوتے ہوں گے...... شیطانی خوابیں اور شیطانی الہام وہ ہیں جو اب میری مخالفت میں اس کو ہوتے ہیں کیونکہ ان کے ساتھ کوئی ...... خدائی طاقت کا نہیں سو اس کو کوشش کرنی چاہیے کہ شیطان اس سے دور ہو جاتے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۵ ر خ جلد ۲۲ ص ۱۹۱)

(نوٹ) کیا ڈاکٹر عبدالحکیم کا یہ الہام بھی شیطانی تھا کہ مرزا غلام احمد ۴ اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے پہلے ہلاک ہو جائے گا؟ کیا شیطان علم غیب رکھتا ہے؟ اور کیا حقیقت نہیں کہ مرزا غلام احمد واقعی اس الہام کے مطابق ۲۶ فروری ۱۹۰۸ء کو ہیضہ سے مر گیا تھا؟

اسی طرح جموں کشمیر کا چراغ دین بھی مرزا غلام احمد کے ہم عصر ملہمین میں سے تھا وہ بھی ان عصری ملہمین میں مرزا غلام احمد کو بڑا مانتا تھا اور اس نے بھی مرزا کی بیعت کی تھی مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

میں نے رسالہ دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء میں اس کی نسبت خدا تعالیٰ سے الہام پا کر شائع کیا کہ وہ غضب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک کیا جائے گا تو بعض مولویوں نے میری ضد سے اس کی رفاقت اختیار کی۔ جب چراغ دین جموں والا جو میرا مرید تھا مرتد ہو گیا اور بعد ارتداد میں نے خدا تعالیٰ سے یہ الہام پا کر شائع کیا کہ وہ غضب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک کیا جائے گا...... اس نے ایک کتاب بنائی جس کا نام منارۃ المسیح رکھا اور اس میں مجھے دجال قرار دیا

اور اپنا یہ الہام شائع کیا کہ میں رسول ہوں اور خدا کے مرسلوں میں سے ہوں اور حضرت عیسیٰ نے مجھے ایک عصا دیا ہے۔ کہ میں اس عصا سے اس دجال کو (یعنی مجھ کو) قتل کروں...... پھر بعد اس کے ایک دوسرے چراغ دین یعنی عبدالحکیم خاں نے بھی میری وفات کے بارے میں کوئی پیشگوئی کی ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۲۳)

ایک شخص مسمی چراغ دین ساکن جموں میرے مریدوں میں داخل ہوا تھا پھر مرتد ہو گیا اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا میں عیسیٰ کا رسول ہوں (مجھے عیسیٰ بن مریم نے بھیجا ہے) اور اس نے میرا نام دجال رکھا اور کہا کہ حضرت عیسیٰ نے مجھے عصا دیا ہے کہ اس دجال کو اس عصا کے ساتھ قتل کروں۔

(حقیقۃ الوحی ص ۱۲۱، ۱۲۵)

اس چراغ دین کی دعائے مباہلہ بھی مرزا غلام احمد نے اپنی اس کتاب کے ص ۳۷۴ سے ۳۷۸ تک نقل کی ہے۔ مرزا نے اس کتاب کے ص ۱۵۹ پر چراغ الدین جموی اور ڈاکٹر عبدالحکیم دونوں کو مرتد لکھا ہے۔ سو اگر اب مسلمان مرزا غلام احمد کو مرتد کہیں تو قادیانیوں کو اس پر ناراض نہ ہونا چاہیے۔

مرزا غلام احمد کا ایک اور ملہم مرید مولوی فضل خاں آف چنگا بگیال

مولوی فضل خاں کی کتاب اسرار شریعت میں بہت سی غلط باتیں بھی ملتی ہیں یہ کتاب صحیح اور غلط باتوں کا مجموعہ ہے مولوی فضل خاں کو مرزا غلام احمد کی زندگی میں قادیانیت سے نکلنے کا موقعہ نہ ملا تاہم وہ بھی ان خوش نصیبوں میں سے ہے جنھیں اللہ رب العزت نے قادیانی الحاد سے نکلنے کی سعادت عطا فرمائی۔

مولوی فضل خاں کا ایک مختصر تذکرہ

گوجر خاں (ضلع راولپنڈی) کے مشرق کی طرف موضع چنگا بگیال میں ایک مولوی فضل خان اچھے صاحب قلم تھے۔ مرزا غلام احمد اپنی تالیفات میں ان سے علمی مدد لیتا تھا۔ مولوی فضل خاں مرزا غلام احمد سے عمر میں کچھ کم لیکن علمی

قابلیت میں اس سے فائق تھے ان دو کے علمی رابطے تھے پھر معلوم نہیں کیا ہوا کہ مولوی فضل خاں مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کے مغالطے میں آ گئے اور اس کے الہامات کا ان پر اثر ہو گیا۔ حکیم نور الدین بھی مولوی فضل خاں کے معتقد تھے اور وہ مولوی فضل خاں کی کتابوں کی اشاعت کرتے تھے۔ مولوی فضل خاں کا مسکن چنگا بنگیال کافی عرصے سے شیاطین کا مرکز چلا آ رہا تھا ان کے بھی ان شیاطین سے رابطے قائم ہو گئے جو مرزا غلام احمد پر اترتے تھے یہاں تک کہ پھر مولوی فضل خاں پر بھی بقول خود وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہو گیا تاہم مولوی فضل خاں نے مرزا غلام احمد کی زندگی میں کھلا دعویٰ نبوت نہ کیا ہم ذیل میں مولوی فضل خاں کی ایک پرانی تحریر جو ان کے پوتے پروفیسر محمد آصف خاں کے پاس موجود ہے۔ ہدیہ قارئین کرتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس وقت مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مانتے تھے مولوی محمد فضل خاں کی وہ پرانی تحریر یہ ہے۔

میرے پر اب بھی وحی کا سلسلہ جاری و ساری ہے مگر میں حضرت مسیح موعود کی موجودگی میں نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ مولوی فضل خاں بقلم خود۔

ہم اس کا عکس فوٹو بھی ساتھ دیے دیتے ہیں۔

موضع چنگا بنگیال میں ایک غیبی پیر کی آمد

مولوی فضل خاں (۱۹۳۸ھ) کے پوتے پروفیسر محمد آصف خاں بیان کرتے ہیں ہم بچپن میں تھے کہ ہمارے گاؤں میں اچانک ایک پیر صاحب کی آمد ہوئی۔ پروفیسر صاحب ان کا نام اور مقام معلوم نہ کر سکے تاہم وہ ان کے دادا کو لے کر گاؤں کی مسجد میں گئے۔ وہ اہل سنت کی مسجد تھی وہاں پیر صاحب نے ان کے دادا کو امامت کے لیے کہا میرے دادا نے کہا آپ مسافر ہیں آپ نماز پڑھائیں چنانچہ ان پیر صاحب نے نماز پڑھائی اور میرے دادا نے اس کے پیچھے اہل سنت کے ساتھ مل کر نماز پڑھی یہ گویا کھلے طور پر ان کے دادا کا

قادیانیت چھوڑنے کا ایک اعلان تھا۔

مولوی فضل خاں تک غیب کی باتیں کس طرح پہنچتی رہیں

پروفیسر آصف خاں اپنے بچپن کی یہ حکایت عام بیان کرتے ہیں۔

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ہمارے دادا نے ہمیں علی الصبح کہا کہ اپنے گاؤں میں فلاں آدمی کے گھر جاؤ اور اسے یہ دوا دے آؤ اسے نصف رات سے پیٹ میں درد ہے۔ کبھی کہا۔ فلاں گلی میں فلاں گھر میں یہ سردرد کی دوا دے آؤ۔ اس سے ہم بھی اور گاؤں کے عام لوگ بھی حیران ہوتے کہ مولوی فضل خاں یہ غیبی خبریں کہاں سے سن پاتے ہیں اس وقت تک شاید مولوی فضل خاں پر یہ حقیقت نہ کھلی تھی کہ خواب یا کشف میں کسی غیبی بات کا معلوم ہو جانا یہ کوئی وحی نبوت نہیں ہے۔

ان حالات کی صور ممکنہ معلوم نہیں کسطرح ان پر کھلتی تھیں

ویسے تو ان حالات کو خدا ہی بہتر جانتا ہے حقیقت حال کیا تھی اسے وہی جانے تاہم بات یوں سمجھ میں آتی ہے کہ کسی محل شیاطین میں ہزاروں جنات کسی پورے علاقے اور ہر گھر میں گھس کر وہاں کی باتیں سنیں اور جس گھر میں کوئی مریض اپنی کوئی شکایت اپنے اہل خانہ کو بتا رہا ہو اسے سن پائیں اور اپنے کسی سربراہ کو وہ مولوی فضل خاں ہو یا مرزا غلام احمد قادیانی یا چراغ دین جموی یا کسی اور مورد الہام شیطانی کو بتا دیں کہ فلاں گھر میں ایک شخص اور فلاں گھر میں دوسرا شخص فلاں فلاں تکلیف میں مبتلا ہیں اور یہ حکیم اپنی تجویز سے کوئی نہ کوئی دوا انہیں بھیج دے اس سے شیطانی جنات کی یہ خواہش پوری ہو گی کہ یہ جہلاء دیہاتی لوگ آہستہ آہستہ ان کفریات کو بآسانی قبول کر سکیں گے کہ انھوں نے خود ان ملہمین شیطانی کو بارہا غیبی خبروں پر مطلع پایا ہے۔

اس قسم کی غیبی خبریں اور ان پر مرزا غلام احمد کو مختلف اوقات میں اطلاع ہو جائے ایسے واقعات ایک نہیں بیسوں آپ کو حقیقۃ الوحی میں ملیں گے

اوران جیسے حیرت افزاء واقعات سے سطحی سمجھ رکھنے والے لوگوں کا کسی ابتلاء میں آ جانا بہت آسان معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح بعض لوگوں کو جنات کی ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں اسی طرح بعض اوقات وقت کے برگزیدہ لوگ بھی ان جناتی ڈیروں اور شیطانی مراکز پر پہنچ جاتے ہیں اور اپنے نورانی علم سے ان کی ظلمت تارتار کر دیتے ہیں مولوی فضل خاں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا کہ اچانک ایک پیر صاحب ان کے ہاں آ وارد ہوئے اور انھیں لے کر گاؤں کی مسجد میں پہنچ گئے اور وہاں مولوی فضل خاں کے قادیانیت سے توبہ کرنے کی خبر عام ہوگئی۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے خلفاء میں مانسہرہ کے نور عالم چشتی بھی ایک بزرگ گزرے ہیں ان کا ذکر فوزالمقال فی خلفاء پیر سیال میں ملتا ہے حضرت نور عالم چشتی کے بیٹے قاضی عبدالحق فاضل دیوبند تھے اور انھیں ان کے والد نے ہی دیوبند بھیجا تھا۔ ان کے بیٹے مولوی محمود حسن کچھ دن چنگا بگیال کے قریب آ کر ٹھہرے چنگا بگیال کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں چھپر شریف کے نام سے معروف ہے وہاں آج کل وارثی سلسلہ کے ایک پیر اپنا مرکز بنائے ہوئے ہیں۔

مولوی محمود حسن مذکور بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ وہاں بطور مہمان ٹھہرا ہوا تھا کہ وہاں میں نے بھی ایک رات دو غیبی آوازیں سنیں میں جس کمرہ میں سویا ہوا تھا وہاں اور کوئی نہ تھا میں یہ آوازیں سنتے ہی پسینہ سے شرابور ہو گیا اس گھبراہٹ میں میں اٹھا اور میں نے بتی روشن کی کمرہ میں کوئی نہ تھا اور کواڑ بھی اندر سے بند تھا۔ میں پھر سویا تو وہی دو شخص پھر اس کمرے میں باتیں کرنے لگے میرے دل میں خیال گزرا شاید یہ وہی جن ہیں جو مولوی فضل خاں کے پاس آتے سنے گئے ہیں۔ میں نے اس کے بعد ان دونوں کو خوب سنائیں اور ان پر بہت لعن طعن کی تاہم مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی غیبی پیر تھا یا کوئی فرشتہ جو

مولوی فضل خاں کو مسجد میں لے گیا تھا اور اسے توبہ نصیب ہوئی تھی۔

اس سے پہلے ایک دفعہ مولوی منظور احمد شاہ عاصی اور گوجر خاں کے مولوی محمد متین صاحب مولوی فضل خاں کو عقیدہ ختم نبوت کی دعوت دینے کے لیے گئے تھے اور ان کے پوتے محمد آصف نے ان پر فائرنگ کی تھی۔

پٹیالہ میں ڈاکٹر عبدالحکیم پر کب الہامات ہونے شروع ہوئے

جس طرح ڈاکٹر عبدالحکیم مرزا غلام احمد کے پہلے دور کے ساتھیوں میں سے تھے پھر ان پر بھی الہامات کا آغاز ہو گیا اب مرزا غلام احمد نے کہا میں اپنے حلقہ میں دوسرا نبی نہ بننے دوں اس دور کے دعویٰ نبوت کو صرف اپنے لیے مخصوص کروں چنانچہ اس نے حقیقت الوحی میں لکھا۔

نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

مولوی محمد فضل خاں نے اسی لیے اپنے دعویٰ نبوت کو مرزا غلام احمد سے چھپا رکھا تھا کہ مرزا غلام احمد نہ چاہتا تھا کہ ان کے سوا کوئی اور بھی اسی دور میں نبی ہو اس کا دعویٰ بھی رہا کہ نبی کا نام پانے کے لیے اس دور میں میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ...... ہے کہ مولوی فضل خاں کو قادیانیت سے توبہ نصیب ہوئی اور آج ان کے پوتے پروفیسر محمد آصف خاں تبلیغ کے دعوت کے کام میں ایک سرگرم رکن ہیں۔ وللہ الحمد۔

یہ بات بھی ہمارے قارئین کے لیے کچھ کم سنسنی خیز نہ ہوگی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے مرزا صاحب کو اپنے اس الہام سے خبر دی تھی کہ وہ ۴ اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے موت کی آغوش میں چلے جائیں گے مرزا صاحب نے اسے ایک مضحکہ خیز بات قرار دیا اور پھر دنیا نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ خبر سنی کہ مرزا صاحب وبائی

ہیضہ سے اپنے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے ہیں اس پر پورے ہندوستان میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کی اس پیشگوئی پر اظہار حیرت کیا گیا اور متعدد مسلمانوں نے انھیں مبارک باد دی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کی اس پیش گوئی کو مرزا غلام احمد نے بھی اپنی آخری کتاب چشمہ معرفت میں نقل کیا ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کے لیے ایک نشان ہوگا یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے...... اس نے پیشگوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا مگر خدا نے اس کی پیشگوئی کے مقابل مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کر دے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔

(چشمہ معرفت ص ۳۲۱ رخ جلد ۲۳ ص ۳۳۷)

اس سنسنی خیز انکشاف پر کہ مرزا صاحب واقعی ۲۶ مئی کو ہیضہ سے مر گئے۔ ہم سنسنی خیز انکشافات کی اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

چودھویں صدی کا ایک ناکام مصلح

اب اس کی موت سے اگلی صدی بھی اپنی انتہاء پر آ گئی

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہِ الذین اصطفیٰ اما بعد.

چودھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے ایک قصبہ قادیان ضلع گورداسپور سے مرزا غلام احمد قادیانی اس آسمانی دعوے سے اُٹھا کہ اب بین الاقوامی سطح پر دنیا میں ایک بڑا انقلاب آنے والا ہے اور کسر صلیب کا وقت آ گیا ہے اور وہ میرے ہاتھ سے ہوگا۔ اہل اسلام ایک مدت سے جس وقت کا انتظار کر رہے تھے اب وہ وقت آ گیا ہے۔ اب بین الاقوامی سطح پر مذہب عیسائی کی قوت ٹوٹ جائے گی اور مسیح پرستی کہیں باقی نہ رہے گی اب کسر صلیب ہو کر رہے گا۔ اس نے کہا کہ خدا نے اُسے اِس صدی میں کسر صلیب کے لئے بھیجا ہے۔

اب آسمانوں میں سچائی کے ظہور کا وقت بہت قریب آ لگا ہے اور ملاء اعلیٰ میں ایک شور بپا ہے۔ اسلام میں جس مسیح کے آنے کی خبر تواتر سے چلی آ رہی تھی وہ آ گیا ہے اور وہ میں ہوں۔ مجھے خدا نے اس کی خبر دی ہے

یہ شخص 1839ء میں پیدا ہوا اور 1908ء میں تقریباً 69 سال کی عمر میں اس عالم فانی سے چلا گیا۔ 1908ء تک عالمی پیرائے میں کہیں کسر صلیب نہ ہوا۔ اُسکے بعد برطانیہ نے دو بڑی عالمگیر جنگیں جیتیں انہیں عیسائی اپنی ہی فتوحات سمجھتے رہے اور امریکہ میں بھی عیسائی ایک بڑی مذہبی قوت ہیں اور اب اسکے ایک بہت بڑی سیاسی قوت ہونے میں تو کسی دنیا کی کسی ریاست کو کوئی کلام نہیں رہا اور اب 2008 عیسوی میں مرزا غلام احمد کی موت ۱۹۰۸ء پر اگلی

صدی بھی اپنی انتہاء کو پہنچ گئی ہے۔ یہاں تک کہ اب اُنکی اپنی اگلی صفوں میں بھی اس ناکام مصلح کا نام بڑے تاسف سے ذکر کیا جارہا ہے اور اب وہ وقت دور نہیں کہ مسلمانوں سے نکلا یہ ایک نیا مذہب توبہ کر کے پھر سے صفِ اسلام میں آلگے۔ **وما ذلک علیٰ اللہ بعزیز**

مرزا غلام احمد نے پچھلی صدی میں کسرِ صلیب کی ایک یقینی اطلاع دی اور اسکے لئے وہ ایک مصلح کی ادا میں برابر کھڑا رہا۔ آپ اُسکی ان مندرجہ ذیل تحریرات کو دیکھیں۔ اِنہیں کسی تاویل سے بھی اُنکے ظاہر معنی سے نہیں ہٹایا جاسکتا اور تاریخ گواہ ہے کہ اس نے جو کچھ کہا اور اس کے لئے اس نے بڑی بڑی اونچی صدائیں لگائیں اس کے کہنے کے مطابق ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ اب آپ اس کی ان عبارات پر غور کریں اور اس بات کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں کہ ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ مرزا غلام احمد اور اسکی جماعت کے وہ دعوے کہ اب کچھ ہو کر رہے گا وہ کسی درجے میں دنیا کو اب تک امن اور چین کی گھڑی نہیں دے سکے آپ مرزا غلام احمد کے یہ دعوے پڑھتے جائیں اور جرات سے سر دھنتے جائیں

۱۔ اے تمام لوگو! سن رکھو یہ اسکی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان کو بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلائے گا اور حجت اور برھان کی رو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آئے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب میں اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کو معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے۔ نا مراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ (تذکرہ الشہادتین ۶۵، رُخ جلد ۲۰، ۶۶)

افسوس کہ مرزا صاحب کے اس دعوی کے مطابق سو سال گزرنے تک

بھی کچھ نہیں ہوا اور سنئے۔

۲۔میں بڑے زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹادے اور اسلام کو غلبہ اورقوت دے۔اب کوئی ہاتھ نہیں اور کوئی طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادے کا مقابلہ کرے۔وہ **فعال لما یرید** ہے۔

(لیکچر لدھیانہ ص۴۲، رُخ جلد۲۰، ص۲۹۰)

سو سال گزر گئے مگر اب تک بین الاقوامی سطح پر کوئی مذہبی انقلاب ظہور میں نہیں آیا۔

۳۔ میں آخری خلیفہ ہوں اس لئے کہ تمام نبی لکھ چکے ہیں میرے وقت میں انواع و اقسام کے عجائب نشان اور قہری تجلیات کا ظہور ضروری تھا۔سو ضرور ہے کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں جب تک قہری نشان اور عجائباتِ قدرت ظاہر ہوجائیں۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی یہ زمانہ کسی نے نہیں دیکھا۔ یہ خدا کے فرشتوں اور شیاطین کی آخری جنگ ہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی، ص۸۹، رُخ ۲۲، ص۵۲۵)

وہ جنگ شروع ہوئے ایک صدی بھی گزر گئی ہے اور ابھی تک کچھ بھی نہیں ہوا مغربی اقوام کی مسلمانوں پر چڑھائی پہلے سے کہیں زیادہ ہے

۴۔غلام احمد کہتا ہے کہ مجھے خدا نے کہا ہے:۔

''رفیقوں کو کہہ دو کہ عجائب در عجائب کام دکھلانے کا وقت آ گیا ہے۔

اِنّا فتحنالک فتحاً مبینا لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔

(حقیقۃ الوحی ص ۹۷، رُخ ۲۲، ص ۹۷)

۵۔ خدا کے وہ جلالی معجزات اور ہیبت ناک آیات اور وہ ڈرانے والی چمک جو کوہِ طور پر ظاہر ہوئی تھی۔ پھر اب دوبارہ وہی قہری نشان دنیا میں ظاہر

ہو رہے ہیں۔ چنانچہ طاعون تمام قوتوں کو تباہ کر رہی ہے۔ زلزلے آ رہے ہیں اور ستارے ہیبت ناک آوازوں کے ساتھ ٹوٹتے ہیں اور وہ خدا جو غافلوں کی آنکھ سے مخفی تھا وہ چاہتا ہے کہ کھلے طور پر اپنے تئیں دنیا میں ظاہر کرے۔

(چشمہ معرفت ص ۳۹۹)

خدا نے اس طرح دنیا میں کہیں اپنے کو ظاہر کیا ہو یہ وہ لوگ ہی بتا سکتے ہیں جو راتوں رات پاکستان سے نکل کر لندن آنے پر مجبور ہوئے۔ اور یہ کہتے نکلے کہ خدا اب ظاہر ہو گیا ہے اور سنئے۔

۶۔ میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک دور بین سے کام لیتا ہوں تمام دنیا میں اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت میں ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں اور ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر ایک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں ہے عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ (ازالہ اوہام ص ۳۰۳، رُخ جلد ۳، ۴۰۳)

۷۔ آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں میر ناصر نواب کا یہ بیان ملاحظہ ہو۔

"دریا میں بند باندھنے سے دریا رُک نہیں سکتا لیکن چند روز رکا معلوم ہوتا ہے۔ آخر بند ٹوٹے گا اور نہایت زور سے دریا بہہ نکلے گا اور آس پاس کے مخالفین کی بستیوں کو بہا لے جائے گا۔ آندھی اور ابر سورج کو چھپا نہیں سکتے۔ خود ہی چند روز میں گم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح چند روز میں یہ غل غپاڑہ فرو ہو جائے

گا اور مرزا صاحب کی صداقت کا سورج چمکتا ہوا نکل آئے گا...... بدنصیب اپنے مولویوں کے مکر اور غلط بیانی کے پہاڑوں پر چڑھ کر جان بچانا چاہیں گے مگر ایک موج میں غرق بحر ضلالت ہو کر فنا ہو جائیں گے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص ۶۴۳، رُخ جلد ۵ ص ۶۴۴)

۸۔ سچ کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا کہ صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کو قتل کرنے کے لے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اُترا ہوں۔ ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے...... اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تو تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُنکے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کیلئے دیئے گئے ہیں۔ (فتح الاسلام ص ۱۸)

وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیاء اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔ (ایضاً ۲۲، رُخ جلد ۳، ۱۳)

۹۔ مرزا غلام احمد نے خدا تعالیٰ کے اس عام قانون مکافات کے تحت بھی اپنی فتح کا اس طرح دعویٰ کیا۔

ما ارسل نبی الا اخزی به الله قوماً لا یومنون.

(حقیقۃ الوحی ص ۹۲ رخ ج ۲۲ ص ۹۲)

ترجمہ:۔ "کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی وجہ سے ان لوگوں کو جو اس پر ایمان نہیں لائے رسوا نہ کیا ہو۔"

اب دیکھیں کہ مرزا غلام احمد کے منکرین نے اپنے اس انکار سے اپنی اپنی جگہ عزت پائی ہے یا ذلت۔

مرزا نے پھر یہ بھی کہا۔

''خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ میں تجھے وفات (طبعی) دوں گا اور اپنی طرف اُٹھالوں گا (تجھے رفع روحانی دوں گا) مگر تیرے سچے متبعین اور محبین قیامت کے دن تک رہیں گے اور ہمیشہ منکرین پر اُنہیں غلبہ رہے گا۔''

(فتح اسلام ص ۲۵)

اس پیشگوئی کی رو سے یہ مانا نہیں جاسکتا کہ مرزا صاحب کے مخالف علمائے کرام کبھی اُن کے پیروؤں کو ربوہ سے نکال کر چناب نگر لے آئیں گے اور اُنکے سربراہ کو لندن پہنچا کر دم لیں گے اوراس وقت ایک آسمانی صدا ہوگی

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

۱۰۔ پھر مرزا صاحب نے ان تمام نادانوں کو اس طرح بھی بلیک میل کیا۔

1324ھ میں ہندوستان میں زبردست طاعون پھیلا۔ پورا پنجاب اس کی لپیٹ میں تھا۔ مرزا صاحب نے اپنی چادر کے نیچے آنے والوں کو اس سے پورے تحفظ کی خبر دی اور اسے اپنے انکار پر ایک خدائی عذاب بتلایا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھارہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو! تلاش کرو۔ شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہوگیا ہے جسکی تم تکذیب کررہے ہو۔ ہجری صدی کا بھی چوبیسواں سال ہے۔ بغیر قائم ہوئے کسی مرسل الٰہی کے یہ وبال تم پر کیوں آگیا جو ہر سال تمہارے دوستوں کو تم سے جدا کرتا ہے اور تمہارے پیاروں کو تم سے علیحدہ کرکے داغ جدائی تمہارے دلوں پر لگاتا ہے۔ آخر کچھ بات تو ہے۔ کیوں تلاش نہیں کرتے تم کیوں آیت موصوفہ بالا میں غور نہیں کرتے۔ خدا فرماتا ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ (تجلیات

الہیۃ ص ۹، رُخ جلد ۲۰، ص ۴۰۱) جب کہیں رسول کا انکار کیا جائے تو ان نہ ماننے والوں پر عذاب اترتا ہے۔

☆......طاعون میں دوسری بیماری جو عذابِ الٰہی ٹھہر سکے کون سی ہوسکتی ہے؟

طاعون کے ساتھ وہ کونسی دوسری بیماری ہے جس سے کسی کو عذابِ الٰہی کے نام سے ڈرایا جاسکتا ہے؟ وہ وبائی ہیضہ ہے مرزا غلام احمد نے جب مولانا ثناء اللہ امرتسری کو اُن پر عذابِ الٰہی اُترنے سے ڈرایا تو طاعون کے ساتھ وبائی ہیضہ کا نام لیا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ ظالموں کے خلاف صرف طاعون ہی نہیں جو عذابِ الٰہی ٹھہرے وبائی ہیضہ بھی وہ سببِ موت ہے۔ جو انسانی ہاتھوں سے نہیں خدائی عذاب بن کر کسی ظالم پر اترتی ہے مرزا صاحب مولانا ثناء اللہ کو خطاب کرتے ہوئے بددعا دیتے ہیں۔

پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہی ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہیضہ بھی ایک طاعون کے برابر کی آسمانی افتاد ہے مرزا صاحب نے بھی اپنی ایک بددعا کو خدائی فیصلہ کہا ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں

ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

(دیکھئے بدر قادیان ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

یعنی اب اس انتظار کی ضرورت نہیں کہ مولانا ثناء اللہ اس باب میں کیا کہتے ہیں وہ مرزا صاحب کی دلآزاری سے توبہ کرتے ہیں یا نہیں؟ مخالف کو بات کرنے کا موقع تب دیا جاتا ہے جب تک فائل جج کے پاس نہ جائے لیکن

اگر کسی فریق کی بات خود جج نے ہی تیار کی ہو تو اب اس پر فریق ثانی کو بات کرنے کا کوئی موقع نہیں رہتا۔

ہم اس وقت اس پر کوئی بحث نہیں کر رہے ہیں کہ مرزا صاحب اپنی اس بددعا کے نتیجے میں 26 جنوری 1908ء کو وبائی ہیضہ سے انتقال کر گئے مولانا ثناء اللہ مرحوم اس کے چالیس سال بعد تک مرزا صاحب کی اس بد دعا کے اس پرچہ کو اپنی جیب میں رکھے ہر جگہ مرزا غلام احمد کے خلاف دندناتے رہے ہم یہاں صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے نزدیک طاعون کی طرح دوسرا مرض وبائی ہیضہ ہے جس سے کسی کو خدائی عذاب کے نام سے ڈرایا جا سکتا ہے۔

اور مرزا صاحب کا دوسروں کو اس قسم کے عذاب الٰہی سے ڈرا کر اپنے قریب آنے کی دعوت دینا کیا لوگوں کی اس پریشان حالی میں ان کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی ایک بلیک میلنگ نہیں؟ یہ حرکت اخلاقی طور پر کسی شریف آدمی کو زیب نہیں دیتی کہ دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھائے۔

تاریخ انبیاء میں کسی پیغمبر کا یہ طریق دعوت نہیں ملتا کہ اس نے لوگوں کو کبھی اس قسم کے عذاب (طاعون ہیضہ) سے ڈرا کر ان کے سامنے کشتی نوح پیش کی ہو حضرت نوح علیہ السلام نے بھی کشتی نوح میں لوگ تب بٹھائے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اطلاع دی کہ اب آپ کی قوم سے کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔

مرزا صاحب لوگوں کو اس طرح بلیک میل کرنے میں اتنے دلیر ہو گئے تھے کہ باوجودیکہ عیسائیت برطانیہ یورپ اور امریکہ میں اسی طرح موجود تھی جس طرح کہ مرزا صاحب سے پہلے تھی مرزا صاحب نے صرف ایک پادری کی موت پر دعوی کر دیا تھا کہ دنیا میں کسر صلیب ہو چکا ہے اور یہی مسیح کا (یعنی میرا) سب سے بڑا کام تھا۔

اس قسم کے یقینی فیصلے سے پہلے کشتی نوح پیش کرنا یہ مرزا صاحب کا

عجیب کردار رہا ہے جب کوئی آسمانی وبا پھوٹے تو کمزور دل لوگ ویسے ہی گھبرا جاتے ہیں اب ان لوگوں کو یہ لالچ دینا کہ تم اس آسمانی وبا سے بچے رہو گے یہ دوسروں کی مجبوری اور پریشان حالی سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے؟اسے اخلاق نبوت میں کہیں جگہ نہیں دی جاسکتی ایسے لوگ دل سے کبھی اس نبوت کے قائل نہیں ہوتے یہ صرف ایک مجبوری ہے جوانہیں کبھی اس سلسلہ میں لے آتی ہے۔

☆......مرزا غلام احمد کا دعویٰ کہ ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا ہے

مرزا غلام احمد کا دعویٰ تھا میرا کام کسر صلیب ہے امریکہ میں ایک پادری مسٹر ڈوئی 1907ء میں مرگیا مرزا صاحب نے دعوے کردیا کہ اسکے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا ہے اب امریکہ میں عیسائی نصف سے زیادہ مسلمان بن جائیں گے اور دنیا دیکھ لے گی کہ میں دعوے کے مطابق کسر صلیب کرچکا ہوں مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ میرا اصل کام کسر صلیب ہے سو اس کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا ہے کیونکہ وہ تمام دنیا سے اول درجہ پر حامی صلیب تھا پیغمبر ہونے کا دعوے کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میری دعا سے تمام مسلمان ہلاک ہوجائیں گے اور اسلام نابود ہوجائے گا اور خانہ کعبہ ویران ہوجائے گا سو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر اس کو ہلاک کیا۔

(تتمہ حقیقت الوحی ۷۸ رخ ۲۲ ص ۵۱۳)

میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

(فتح الاسلام ص ۱۸ رخ ج ۳ ص ۱۱)

نا مناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں اپنے قارئین کو امریکہ کے جان الیگزنڈر ڈوئی کے بارے میں بھی کچھ معلومات مہیا کریں تاکہ ان کی روشنی میں وہ جان سکیں کہ کیا اس کی موت سے دنیا کے ایک بڑے حصے میں واقعی صلیب ٹوٹ گئی یا نہ؟

مسٹر ڈوئی کی موت سے دنیا میں کسی درجہ میں بھی کسر صلیب نہ ہوا یہ کہنا کہ اس کی موت سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا ہے یہ تو ایک بڑی بات ہے:

ا۔مرزا غلام احمد کا مسٹر ڈوئی سے مقابلہ اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ نہ تھا مرزا غلام احمد مسلمانوں کا نمائندہ تھا نہ مسٹر ڈوئی عیسائیوں کا نمائندہ تھا دونوں مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے مسٹر ڈوئی اپنے لئے نبوت کا مدعی تھا اور مسلمانوں میں عزت پانے کے لئے شراب کو حرام کہتا تھا اب ظاہر ہے کہ اسے عیسائیوں کا نمائندہ نہیں کہا جاسکتا تھا عیسائی اسے اسی طرح مرتد سمجھتے ہوں گے جس طرح مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا نمائندہ نہ سمجھتے تھے اب ڈوئی کی شکست کسی طرح عیسائیت کی شکست نہ سمجھی جاسکتی تھی نہ اسکے مرزا صاحب کی بددعا سے مرنے کو کسر صلیب کہا جاسکتا ہے۔

مرزا غلام احمد کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں اور اس کی زبان کی شرافت کا بھی ساتھ ہی ایک اور جائزہ لیتے چلیں وہ لکھتا ہے کہ:

ایسے شخص سے زیادہ خطرناک کون ہوسکتا ہے کہ جس نے جھوٹے طور پر پیغمبری کا دعوے کیا اور خنزیر کی طرح جھوٹ کی نجاست کھائی اور اس کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب ایسے لوگ ہوگئے جو بڑے مالدار تھے بلکہ سچ یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب اور اسود کا وجود اس کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہ تھا نہ اس کی طرح ان کی شہرت تھی میں نے صدہا اخباروں میں شائع کرادیا تھا کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہوگا میں مسیح موعود ہوں اور ڈوئی اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوے میں کذاب ہے (تتمہ حقیقت الوحی ۸۱ رخ ۲۲ ص ۵۱۶)

ظاہر ہے کہ یہ دونوں میں مسیح موعود ہونے کی جنگ تھی یہ کوئی کفر و اسلام کا مقابلہ نہ تھا۔

نوٹ: عیسائیوں کے عالمی سطح پر دو ہی بڑے نمائندے ہیں ا۔ پوپ جو رومن کیتھولک عیسائیوں کا مرکزی پیشوا ہے اور (۲) تاج برطانیہ۔ جو پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی عالمی قیادت کرتا ہے ان دو کو چھوڑ کر مسٹر ڈوئی کو عیسائیوں کا سب سے بڑا آدمی سمجھنا اور کہنا کہ وہ تمام دنیا میں اول درجے میں حامی صلیب تھا۔ یہ ایک کھلا جھوٹ ہے؟ اب اس کی موت سے کسر صلیب کا دعویٰ جس طرح پچھلی صدی کے لوگوں کے لئے ایک بے وقعت بڑھ تھی اس صدی کی انتہا پر بھی یہ دعوے کھسیانی بلی کھمبا نوچے سے زیادہ کوئی وزن نہیں رکھتا پھر یہی نہیں غلام احمد ڈوئی کو حضور اکرم ﷺ کی اس پیشگوئی کا بھی مصداق بناتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ مریم کا بیٹا جب آخری دور میں اترے گا تو وہ خنزیر کو ختم کرے گا مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ اس خنزیر سے مراد ہی مسٹر ڈوئی تھا اس کے مرنے سے حضورؐ کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی مرزا صاحب پیشگوئی کرنے میں اور اس کو پورا کرنے میں بہت مہارت رکھتے تھے آپ لکھتے ہیں۔

میرا اصل کام کسر صلیب ہے سو ڈوئی کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا کیوں کہ وہ تمام دنیا سے اول درجہ پر حامی صلیب تھا جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ سو خدا تعالی نے میرے ہاتھ پر اس کو ہلاک کیا میں جانتا ہوں کہ اس کی موت سے حضورؐ کی پیشگوئی قتل خنزیر والی بڑی صفائی سے پوری ہوگئی کیونکہ ایسے شخص سے زیادہ کون خطرناک ہوسکتا ہے کہ جس نے جھوٹے طور پر پیغمبری کا دعوے کیا اور خنزیر کی طرح جھوٹ کی نجاست کھائی .... پس میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی آنحضرتؐ نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔ (تتمہ حقیقت الوحی ۷۸) رخ ۲۲ ص ۵۱۳)

اس عبارت میں کتنے جھوٹ اور کتنے پیچ ہیں یہ ان کے کھولنے کا وقت نہیں اس سے پہلے صفحہ 76 پر بھی آپ یہ جھوٹ ملاحظہ کرآئے ہیں۔

یہ نشان پنجاب سے بصورت پیشگوئی ظاہر ہو کر امریکہ میں جا کر ایک ایسے شخص کے حق میں پورا ہوا جس کو امریکہ اور یورپ کا فرد فرد جانتا تھا (اس جھوٹ کی گہرائی کہاں تک ہے یہ آپ خود سوچیں).. یہ شخص اپنی دنیوی حیثیت کی رو سے ایسا تھا کہ عظیم الشان نوابوں اور شہزادوں کی طرح جانا جاتا تھا (یہ نواب اور شاہزادے امریکہ میں کہاں ہوتے تھے یہ مرزا صاحب ہی جانیں) چنانچہ وب نے جو امریکہ میں مسلمان ہوگیا ہے میری طرف سے اس کے بارے میں چٹھی لکھی تھی کہ ڈاکٹر ڈوئی اس ملک میں نہایت معزز اور شاہزادوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اور باوجود اس عزت اور شہرت کے جو امریکہ اور یورپ میں اس کو حاصل تھی خدا کے فضل سے یہ ہوا کہ اس کے باپ نے اشتہار دیا کہ وہ ولد الزنا ہے اس طرح وہ قوم میں ولد الزنا ثابت ہوا (ص ۷۷)

اس کے باپ کا یہ اشتہار شائع کرانا بھی ایک ایسا جھوٹ ہے جس کی مرزا صاحب کے پاس کوئی شہادت نہ تھی پھر یہ بھی کوئی بات ہے کہ اشتہار نکلنے سے کسی کا ولد الزنا ہونا ثابت ہو جاتا ہے یہ مسئلہ قادیانی شریعت کا تو ہوسکتا ہے لیکن شریعت محمدی میں یہ طریقہ ابطال نسب کا نہیں مانا جاتا۔ ورنہ ان تمام اشتہاروں کو بھی قانونی درجہ دو جو مرزا بشیر الدین محمود کے خلاف نکلتے رہے۔

جو لوگ یورپ اور امریکہ کے سماج کو جانتے ہیں انہیں پتہ ہے کہ یہاں کسی کا ولد الزنا ہونا اس درجے کا کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا کہ اس سے کسی کی عام رسوائی ہو اس طرح کسی شخص کا کسی کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ یہ میرا بیٹا نہیں یہ میرے گھر زنا سے پیدا ہوا ہے ہرگز اسے اس خاندان سے نہیں نکالتا جس کے ہاں وہ پیدا ہوا تھا اس قسم کے ہاتھوں سے کسر صلیب کا دعوی کرنا اور مسیح موعود بننا اس سے کوئی سنجیدہ شخص ذرہ بھر متاثر نہیں ہوسکتا حضور اکرمؐ کی کسر صلیب کی پیشگوئی عالمی سطح پر صلیب پرستی ختم ہونے کی تھی غلام احمد اسے

بڑی ہوشیاری سے ایک ڈوئی کی موت پر لے آیا ہے۔

۳۔ مسٹر ڈوئی کی موت سے یہ دعوے کرنا کہ اس سے امریکہ میں آدھا عیسائی مذہب ختم ہوگیا ہے کسر صلیب زیادہ طور پر ہو چکی ہے یہ کسی ایسے شخص کا دعوی نہیں ہوسکتا جس کے حواس صحیح ہوں اور وہ اس پر ایک صدی گزرنے کے بعد بھی امریکہ اور برطانیہ میں صلیب پرستی کو دیکھ رہا ہوایسی کمزور باتوں سے کیا دین و مذہب کے ستون قائم کئے جاسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ مرزا صاحب اگر اس کے باعث اپنے آپ کو اصلاح کا اداکار کہہ رہے ہیں تو اس ناکام مصلح پر جتنا افسوس کریں کم ہے۔

مرزا صاحب کو آخر تک تردد رہا کہ وہ ڈوئی کی موت کو مباہلہ کے تحت لائیں یا اپنی بد دعا کی قبولیت بتائیں وہ لکھتے ہیں۔

اگر میں اس کو مباہلہ کے لئے نہ بلاتا اور اگر میں اس پر بد دعا نہ کرتا اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام کی حیثیت کے لئے کوئی دلیل نہ تھی لیکن میں نے صدہا اخباروں میں پہلے سے شائع کرادیا تھا کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہوگا میں مسیح موعود ہوں اور ڈوئی کذاب ہے (ایضاً ص ۸۱)

مسٹر ڈوئی کو عیسائی بھی اپنے مذہب سے نکلا مرتد سمجھتے تھے جس طرح ہندوستان کے مسلمان مرزا غلام احمد کو مسلمانوں سے نکلا ایک نئی امت کا بانی سمجھتے ہیں نہ وہ عیسائیوں کا نمائندہ تھا نہ یہ مسلمانوں کا۔ ان کا مباہلہ ہو یا یکطرفہ بد دعا اس کو کسی کا نفع یا نقصان نہیں سمجھا جا سکتا۔ پھر مباہلہ تب ہوتا ہے کہ فریقین اس پر متفق ہوں اور دونوں اس میں ایک دوسرے کے بارے میں بددعا کریں کیا مرزا صاحب نے اپنے اس تنازع میں کہیں ڈوئی کے دستخط بھی دکھائے ہیں؟ کہیں نہیں اگر اسے ڈوئی نے منظور نہ کیا تھا پھر بھی مرزا صاحب اس کو مباہلہ کہتے ہیں تو قادیانی مبلغین مرزا غلام احمد کے اس دعا سے مرجانے

سے جو غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف کی تھی یہ کیوں کہتے ہیں کہ اس پر مولانا ثناء اللہ نے دستخط نہ کئے تھے اس لئے اُن سے مباہلہ نہ ہوا تھا یہ صرف مرزا صاحب کی یک طرفہ بددعا تھی

مرزا صاحب نے اپنی اس عبارت میں ڈوئی کو محض مباھلہ کیلئے بلانے کو ہی مباھلہ کہا ہے اس پر قادیانیوں کو چاہئے کہ وہ مرزا صاحب کے مولانا ثناء اللہ کو مباھلہ کیلئے بلانے کو بھی مباھلہ تسلیم کریں اور یہ نہ کہا کریں کہ مولانا ثناء اللہ نے اس پر دستخط نہ کئے تھے۔ مرزا صاحب کا ذہن خود اس میں تذبذب میں تھا کہ ڈوئی کے خلاف اس کاروائی کو مباھلہ کہا جائے یا صرف بددعا۔ مرزا صاحب کے اِن لفظوں پر غور کریں۔

اگر میں اس کو مباھلہ کے لئے نہ بلاتا اور اگر میں اس پر بددعا نہ کرتا...... الخ۔ یہاں ایک ہی عمل کو دو نام دیے جا رہے ہیں اسے مباہلہ بھی کہا جا رہا ہے اور بددعا بھی۔

اگر ڈوئی کی موت صرف اس بددعا سے ہوئی تو مرزا صاحب کی بددعا سے مولانا ثناء اللہ کی موت کیوں نہ ہوئی جو مرزا صاحب کے مرنے کے بعد تقریباً نصف صدی تک مرزا صاحب کی بددعا کو اپنی جیب میں رکھے رہے اور اسے عام جلسوں میں پڑھتے رہے۔

☆......مرزا غلام احمد کسر صلیب کے دعوے میں ناکام رہا

مرزا صاحب کی موت سے شروع ہونے والی اگلی صدی بھی اب انتہاء کو پہنچ گئی ہے۔ 2008-1908ء کے دوران صلیب پرستی یا عیسائیت نے کہیں دم توڑا ہو، قادیانی اس کی نشاندہی کریں۔ مرزا صاحب جو اس صدی کو خیر کی صدی کہتے رہے اور کہتے رہے کہ اب آسمانوں میں حق کے ظہور کا بہت جوش ہے اور اب کچھ نہ کچھ ہوکر رہے گا یہ سب باتیں غلط نکلیں اور اُن کا اس وقت کا

یہ زور و شور حضور کی اس پیشگوئی کے خلاف تھا۔ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں۔ میں نے حضورؐ کو ارشاد فرماتے سنا۔

لایأتی علیکم زمان الا الذی بعدہ شرمنہ حتی تلقوا ربکم سمعتہ من نبیکم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم.

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۷)

ترجمہ:۔ ''تم پر کوئی ایسا زمانہ نہ آئے گا مگر یہ کہ اس کے بعد کا زمانہ اس سے بھی برا ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب کو جا ملو۔ میں نے یہ بات تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنی تھی۔''

تاہم یہ صحیح ہے کہ اس صدی میں مسلمانوں نے اپنے عقیدہ توحید کی اشاعت اور صلیب پرستی کے خلاف اپنی کوششیں جاری رکھیں اور علمی طور پر صلیب پرستی کے خلاف ایسی کتابیں لکھیں کہ مرزا غلام احمد کی موتوں کی دھمکیوں، زلزلوں کے ڈراوں اور وباؤں کی دہشت آمیز خبروں کو اُنکے لٹریچر سے نکال دیں تو صلیب پرستی کے خلاف علماء اسلام کا لٹریچر مرزا غلام احمد کی کسر صلیب کے خلاف کی گئیں تمام کاوشوں سے بدرجہا فائق ملے گا۔ مرزا صاحب کی اس سے زیادہ بیچارگی کیا ہوگی کہ وہ نزول مسیح بن مریم کے اسلامی عقیدہ سے نکلے بغیر اصل صلیب کی کسی بات کو توڑ نہ سکے۔ ہم کتاب الاستفسار کے مقدمہ میں علماء اسلام کی اِن خدمات کو خراجِ تحسین پیش کر چکے ہیں

☆......قتل خنزیر کی پیشگوئی کو ایک خنزیر پر منطبق کرنا

حضورؐ نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے ہاتھوں قتل خنزیر کی جو پیشگوئی کی تھی مرزا غلام احمد نے اس کا مصداق امریکہ کے صرف ایک خنزیر کا اپنی پیشگوئی سے مرنا بتلایا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

میرا اصل کام کسر صلیب ہے سو ڈوئی کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا...... میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جسکے قتل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی (ویقتل الخنزیر) کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۷۸)

مرزا غلام احمد نے اپنے تمام مخالفین کو بھی خنزیر کہا ہے لیکن اس نے ان خنزیروں کو اس حدیث (ویقتل الخنزیر) کا مصداق نہیں ٹھہرایا کیونکہ وہ اسکے ہاتھوں قتل نہ ہو سکے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ صرف اُنکی شکلیں مسخ ہوئیں اور وہ جنگلوں کی طرف بھاگ نکلے۔

ان العِدیٰ صاروا خنازیر الفلا

ونساء هم من دون هن الاکلب

ترجمہ:۔ بیشک مرے دشمن جنگلوں کے سور ہو گئے اور اُن کی عورتیں اپنے ہاں کتیوں سے بھی پستی میں گئیں۔

☆......اس پیشگوئی کا ایک جزو یضع الحرب بھی تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیشگوئی میں کہ مسیح موعود کے ہاتھوں کسر صلیب ہوگا۔ ایک جزو یہ بھی تھا کہ سب ملتوں کے ایک ہو جانے سے کوئی قوم جزیہ کا مورد نہ رہے گی سو مسیح موعود کسر صلیب کے بعد جزیہ کا حکم ایک طرف رکھ دے گا۔ اب جس طرح جزیہ کا کوئی مورد نہ ہوگا کوئی قوم مسلمانوں سے جنگ کی پوزیشن میں نہ رہے گی۔ مرزا غلام احمد کو چونکہ مسیح موعود ہونے کے ناطے جہاد کو منسوخ کرنا تھا۔ اس نے یضع الحرب کے الفاظ کو بالکل اُن کے ظاہر میں رکھا۔ قتل خنزیر کا مورد جس طرح اس نے ڈوئی کی موت کو ٹھہرایا تھا یضع الحرب کے یہ معنی نہ کئے کہ مسیح موعود مولانا ثنا اللہ امرتسری سے لڑنا چھوڑ دے گا کیونکہ وہ اُنکی زندگی میں ہی مرجائے گا۔ مرزا غلام احمد نے جہاد کے حکم کو بالکل

منسوخ کردیا کیونکہ یہی تو وہ منزل تھی جس کے لئے اسے مسیح موعود بننے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اس نے حدیث یضع الحرب کے یہ معنی کئے:۔

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سیّد کونین مصطفیٰ ﷺ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التواء
جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو یکسر مٹائے گا
پئیں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسفند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بے خوف و بے گزند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ۲۸، رُخ جلد ۱۷، ۷۸)

یہ الفاظ بتارہے ہیں کہ کسر صلیب کا یہ دور اسلام کے ایک عالمی غلبہ کا دور ہوگا۔ یہ نہیں کہ اس میں صرف مسلمانوں کا حکم جہاد منسوخ ہوگا دوسری قوموں کی جنگیں بھی جاری نہ رہیں گی۔ مرزا غلام احمد نے جنگوں کے یکسر ختم ہونے کا اعلان کیا تھا۔ آپ اس کے اِن الفاظ پر پھر سے نظر کریں۔

☆......جنگوں کے سلسلے کو وہ یکسر مٹائے گا

شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پئیں گے۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ پورے عالم کو اور اگلے پورے حالات کو شامل ہو۔

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

''بھولیں گے لوگ'' اس سے مراد پوری اقوام عالم ہیں۔ قادیانی مبلغین اب اِن الفاظ سے صرف دینی جنگوں کا خاتمہ مراد لے رہے ہیں۔ یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ مرزا غلام احمد کو اُس وقت یہ اندازہ نہ تھا کہ اُسکے مرنے کے صرف چھ سال بعد یورپ میں ایک عالمگیر جنگ ہوگی جو پانچ سال رہے گی، جسے جنگ عظیم کہا جائے گا اور پھر اسکے چند سال بعد 1939ء میں دوسری جنگ عظیم ہوگی۔

تقسیم ہند کے وقت مذہبی خونریزی

مرزا غلام احمد واقعی مسیح موعود ہوتا تو برصغیر پاک و ہند میں 1947ء میں مسلم اور غیر مسلم کے نام سے جو خونریزی ہوئی، وہ قطعاً نہ ہوتی۔ یہ اس قدر خوفناک وارداتیں تھیں کہ خود قادیانیوں کو بھی مسلمانوں کے پیچھے پیچھے قادیان دارالامان چھوڑنا پڑا۔

مرزا بشیر الدین محمود جب لاہور پہنچا اور اسے جودھا رام بلڈنگ میں جودھا رام کی خلافت ملی تو اُن کے بعض معتقدین نے وہاں اُن کے سامنے مرزا صاحب کا یہ شعر پڑھا اور پوچھا کہ حضرت مسیح موعود نے ہمیں کیا اسی امن کی بشارت دی تھی؟

جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلے کو وہ یکسر مٹائے گا

تو مرزا بشیرالدین محمود نے اسکی یہ تاویل کی کہ یہ ہندو مسلم فسادات ہیں ہندو مسلم جنگ نہیں جنگ وہ ہوتی ہے جو اعلان کے ساتھ ہو اور دو ملکوں کے مابین ہو۔

اس وقت مرزا محمود کو یہ علم نہ تھا کہ ایسا وقت بھی آئے گا جب بھارت اور پاکستان میں باقاعدہ جنگیں بھی ہوں گی اور کئی لوگ مرزا صاحب کے اس

شعر کے حوالے سے قادیانیت سے توبہ کر کے پھر سے مسلمانوں میں آملیں گے۔

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ قتل خنزیر اور عالمی دورِ امن کی پیشگوئیاں صرف کسر صلیب کی پیشگوئی کے ضمن میں زیر بحث آ گئی ہیں۔ ہم اپنے قارئین کے ذہن میں صرف یہ بات لانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد اپنے دعوے کسر صلیب میں کلی طور پر ناکام رہا۔ بیسویں صدی کے نصف تک مرزا کے جانشین یہی کہتے رہے کہ عالمی حالات کو ذرا آگے چلنے دیں۔ وہ وقت ضرور آئے گا کہ مرزا صاحب کے ہاتھوں صلیب ٹوٹے گی اور دنیا عملاً دیکھ لے گی کہ مرزا صاحب اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوے میں بالکل صادق رہے ہیں۔ افسوس کہ مرزا بشیر الدین نے کسی وقت کی تعیین نہ کی جب پوری دنیا کسر صلیب کو آنکھوں دیکھ لے گی

☆......ہم کب تک انتظار میں رہیں گے؟

اسلام میں وقت کا سب سے بڑا پیمانہ صدی ہے۔ اس دور میں انسان کی طبعی عمر بھی زیادہ سے زیادہ ایک سو سال کے اِرد گرد گھومتی ہے۔ مسلمانوں میں دینی جہت میں جب کوئی بگاڑ آ جائے تو اللہ تعالیٰ اُسکی اصلاح کے لئے بھی صدی پر ہی مجدد بھیجتے ہیں مجددین اپنے دعوے سے یا اپنی پیشگوئیوں سے نہیں پہچانے جاتے وہ اپنے کام سے پہچانے جاتے ہیں۔ اُن کا کام نمایاں ہوکر رہتا ہے۔ اُنکے ہاں معیارِ صداقت، کتاب و سنت اور صحابہ کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ کسی کو اپنی منصب پذیری کی دعوت نہیں دیتے نہ کوئی شخص اُنہیں نہ پہچاننے سے کافر ہو جاتا ہے۔

وقت کے چھوٹے پیمانے رات دن ہفتے اور ماہ و سال ہیں۔ تاہم کسی قوم پر عذاب اُترنے کے لئے بھی اُسے ایک سو سال سے زیادہ کبھی مہلت نہیں

دی گئی۔ خصوصاً اس وقت جب عمریں سو سال کے اردگرد ہی گھومتی ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آسمانی دعوؤں کو ساتھ لئے 26 فروری 1908ء کو اس جہان سے ہمیشہ کے لئے چلا گیا۔ آج ہم 15 جولائی 2007ء سے گذر رہے ہیں جبکہ اس مدعی نبوت کی موت کو ایک صدی ہوچکی اور اگلی صدی شروع ہوگئی ہے 26 فروری 2008 سے اگلی صدی کا بھی پہلا سال چلا جائے گا اور قادیانی امید دلائیں گے کہ شاید اس سال کسر صلیب ہو جائے۔ کچھ اور انتظار کرو۔ ہمارا جواب ابھی سے حاضر ہے کہ ہم تو انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔

☆......مرزا صاحب کے مخالفین پر کیا عذاب اُترا؟

انبیاء اس زمین پر آسمانی سفیر ہوتے ہیں۔ آسمانی باتیں اُن پر اُترتی ہیں اور وہ اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ جب کوئی قوم اُن کا انکار کرتی ہے تو اُنہیں کچھ مدت تک مہلت دی جاتی ہے۔ جب وہ لوگ اپنی ضد پر ڈٹے رہیں اور اپنے برے کاموں کو نہ چھوڑیں تو اُن پر خدا کا غضب بھڑکتا ہے اور اس سے اُن پر عذاب اترتا ہے۔ یہ اس طرح کا عذاب ہوتا ہے جو عام انسانی ہاتھوں کسی کی سازش نہ ہوسکے۔ یہاں ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اگر مرزا صاحب دنیا میں کوئی انقلاب نہ لاسکے اس میں برابر ناکام رہے تو کیا اس سے یہ بات از خود واضح نہیں کہ وہ مسیح موعود نہ تھے جن کے آنے پر دنیا میں ایک عالمی تبدیلی واقع ہوگی پھر اُنکی ناکامی کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے نہ ماننے سے کسی قوم پر کوئی عذاب نہیں آیا۔ مسٹر دوئی اور پنڈت لیکھرام کے انفرادی واقعات ہیں، اس سے کسی کی قومی سطح مجروح نہیں ہوتی۔ انبیاء کرام سے ضد باندھنے پر جو عذاب اترتا ہے وہ قومی سطح کا ہوتا ہے پھر پنڈت لیکھرام کی چھری سے موت کسی سازش سے بھی تو ہوسکتی ہے اسے آسمانی عذاب نہیں سمجھا جاسکتا۔

☆......اللہ تعالیٰ کا قانون عذاب

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا. (پ ۱۵، الاسراء ۱۵)

(ترجمہ) ہم کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے جب تک (ان میں اپنے) کسی نمائندے کو نہ بھیجیں

وماکان ربک مہلک القری حتیٰ یبعث فی امہا رسولاً یتلو علیہم ایاتنا وماکنا مہلکی القری الا واہلہا ظالمون.

(پ ۲۰، القصص ۵۹)

(ترجمہ) اور تیرا رب نہیں غارت کرنے والا بستیوں کو جب تک نہ بھیج لے ان کی بڑی بستی میں کسی کو پیغام دے کر جو سنائے ان کو ہماری باتیں اور ہم ہرگز نہیں غارت کرنے والے بستیوں کو مگر تبھی جبکہ وہاں کے لوگ گنہ گار ہوں۔

یہ عذاب اس قسم کا نہیں ہوتا جو کسی سازش کے پیرائے میں عام انسانی ہاتھوں سے بھی میسر آسکے جیسے کسی انسان کو کوئی خفیہ ہاتھ قتل کردے۔ پنڈت لیکھرام پر ایک ایسی ہی خفیہ چھری کام کرگئی تھی سو وہ عذاب ہندو دھرم کے لئے کوئی سبب عبرت نہ بن سکا۔ اور ابھی اس واقعہ پر نصف صدی بھی نہ گزری تھی کہ ہندو اتنی مضبوط قوم بن گئے کہ اُنہوں نے 1947ء میں مسلمانوں کو اس پنجاب سے جس میں قادیان تھا یکسر نکال دیا اور مرزا غلام احمد کی اپنی وفات سے پہلے کی کہی بات غلط نکلی کہ اب ہندو کبھی مسلمانوں کو ہندوستان سے نہ نکال سکیں گے مرزا غلام احمد نے کہا تھا

یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت ہندو جمع ہوکر مسلمانوں کو اس ملک سے نکال دیں۔ (ایام صلح ۹، رُخ ج ۲۳، ص ۴۴۳)

مرزا صاحب کے یہ دن ایام صلح نہ تھے۔ پنڈت لیکھرام کے قتل سے ہندو مسلم دشمنی بہت تیزی سے بھڑکی اور چالیس سال بعد مسلمانوں کو مشرقی پنجاب سے قاطبۃ نکال دیا گیا۔ اور مسلمانوں کے پیچھے پیچھے قادیانی بھی یہ کہتے سنے گئے کہ اب تو ہمارے لیے بھی قادیان دارالامان نہیں رہا۔

☆......آسمانی عذاب کس نوع کا ہوتا ہے؟

یہ وہ عذاب ہے جو عام انسانی ہاتھوں سے عمل میں نہ آسکے۔ جیسے ہیضہ اور طاعون انسانی ہاتھوں کسی پر مسلط نہیں کئے جاسکتے۔ مرزا غلام احمد نے جب مولانا ثناء اللہ امرتسری پر عذاب اُترنے کی بددعا کی تھی تو اُس میں لکھا تھا:۔

''پس اگر وہ عذاب جو انسانوں کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون اور ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔''

مرزا صاحب کی یہ بددعا بطور مباہلہ نہ تھی کیونکہ مباہلہ دو فریق کی مشترکہ بات ہوتی ہے اور مرزا صاحب اسے خدا کی طرف سے کی گئی بات کہتے ہیں۔

''ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اُسکی بنیاد رکھی گئی ہے۔

(مرقوم ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء) (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۹)

پھر ۱۳۲۴ء میں جب ہندوستان میں طاعون پڑی تو اسے مرزا غلام احمد نے وہ نوع عذاب کہا جو آسمانی ماموروں کے منکرین پر اترتا ہے۔ مرزا غلام احمد اپنی کتاب تجلیات الٰہیہ میں لکھتا ہے۔

پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو! تلاش کرو، شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہوگیا ہے جسکی تم تکذیب کر رہے ہو۔

اعطیتک لامتک ان لا اهلکهم بسنة عامه.

(صحیح مسلم جلد ۲، ۳۹۰/ جامع ترمذی جلد۲، ۴۰)

ترجمہ:۔ میرے رب نے مجھے بتایا کہ میں جب کسی بات کا فیصلہ کرلوں تو اسے الٹایا نہیں جا سکتا اور میں نے آپ کی امت کو یہ عہد دیا ہے کہ میں انہیں کسی ایک چھا جانے والے عذاب سے ہلاک نہ کروں گا۔

مرزا غلام احمد نے حضور رحمۃ للعالمین کے سائے میں جگہ نہ پائی تھی سو وہ اپنے نہ ماننے والوں کو آسمانی پکڑ کی بڑی بڑی دھمکیاں دیتا رہا۔ طاعون اور زلزلوں سے ڈراتا رہا۔ اپنے مخالفین کو ہیضہ کی وباء میں ہلاک ہونے کی دھمکی دی مگر اللہ تعالیٰ نے اُسکی اس طرح پکڑ کی کہ وہ خود ہی وبائی ہیضہ سے اگلے جہاں چلتا بنا۔

مرزا غلام احمد کا ایک مرید ریاست جموں کا چراغ الدین تھا جو اگر چہ بعد میں مرزا غلام احمد کا مخالف ہوگیا تھا مگر مرزا صاحب کی زندگی میں وہ مرزا صاحب کے اتنا قریب تھا کہ 9 فروری 1902ء میں اس نے مرزا صاحب کے بارے میں جو بیان دیا مرزا صاحب نے اُسے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں اس طرح جگہ دی ہے۔ کہ اس سے مرزا غلام احمد کی پوری تحریک آپ کے سامنے آجاتی ہے:۔

چراغ دین جموی کی قادیانی سوچ

قدیم سے سنت اللہ چلی آتی ہے کہ ہر ایک روحانی انقلاب کے لئے پہلے مامور آتے رہے ہیں اور جب قوم اُن کی تکفیر و تکذیب میں حد سے بڑھ جاتی تھی تو اُن پر عذاب آجاتا تھا چنانچہ اس طرح اب بھی وقوع میں آیا کہ جب حضرت اقدس نے تبلیغ اور حجت اللہ کو دنیا پر پورا کیا اور اپنے دعوے ماموریت کو ہر پہلو سے جیسا کہ حق تھا ثابت کردکھایا لیکن دنیا اُنکی تکفیر و تکذیب سے باز نہ

اب ھجری صدی کا بھی چوبیسواں سال ہے بغیر قائم ہوئے کسی مرسل الٰہی کے یہ وبال تم پر کیوں آ گیا جو ہر سال تمہارے دوستوں کو تم سے جدا کرتا اور تمہارے پیاروں کو تم سے علیحدہ کر کے داغِ جدائی تمہارے دلوں پر لگاتا ہے آخر کچھ بات تو ہے کیوں تلاش نہیں کرتے اور تم کیوں اس آیت موصوفہ بالا میں غور نہیں کرتے۔ خدا فرماتا ہے:۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

(تجلیاتِ الٰہیہ ص ۹ رُخ، جلد ۲۰، ص ۴۰۱)

جس طاعون اور زلزلہ کو اب تم دیکھتے ہو میں اُسے کشفی عالم میں پچیس برس سے دیکھ رہا ہوں۔ (ایضاً)

اگر خدا نے مجھے یہ تمام خبریں پہلے سے نہیں دیں تو میں جھوٹا ہوں۔

(تجلیات ص ۹)

مرزا صاحب کو اگر یہ تمام خبریں پہلے دی گئیں تھیں اور وہ صرف اس کے سینہ میں ہی بند رہیں تو اب ان کی بناء پر ظاہر میں مرزا کے جھوٹا ہونے کا فیصلہ کیسے کیا جاسکتا ہے یہ قادیانی دانشور جائیں۔ قادیانی بھی تو ان خبروں کو اسی وقت سے سچ مانتے ہیں جب وہ مرزا صاحب نے انھیں دیں، نہ کہ اس وقت سے جب کہ مرزا صاحب نے کوئی دعویٰ نہ کیا تھا اب ظاہر ہے کہ اس بات میں مرزا صاحب کو جھوٹا وہ خود تو کر سکتے ہیں کوئی اور نہیں کر سکتا۔

مرزا غلام احمد مدعی نبوت اپنے منکرین کو سخت آسمانی عذاب سے ڈرا رہا ہے اور اپنے ماننے والوں کو خدا کی طرف سے اس سے محفوظ رہنے کا یقین دلا رہا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

سواس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں

آئی تو خدا تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق اس زمانہ کے لوگوں کے لئے آسمان سے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے مخالفین کی طرح آپ کے اپنے مکذبین کے لئے ایک بلا نازل فرمائی۔ سو وہ یہی طاعون ہے۔

(حقیقۃ الوحی ۵۰ص، رُخ جلد۲۲، ص۴۲۱)

☆......مرزا صاحب نے طاعون سے بچنے کی کیا راہ تجویز کی؟

مرزا صاحب نے طاعون سے گھبرائے ہوئے لوگوں کو یہ راہ بتائی کہ مجھے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا مان لو۔ میرے دعوے ماموریت کو قبول کرلو تو تم اس وبا سے بچے رہو گے۔ مرزا صاحب نے اس میں بھی اپنے لئے بچاؤ کی ایک راہ کھول لی۔ وہ کیا تھی؟ اسے خود انہی کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔

قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کردے نہیں آئیگی۔ الا کم اور شاذ و نادر۔ (کشتی نوح ص۵) اب اگر کسی کو قادیان میں یہ وبا آلے تو مرزا صاحب کہیں گے کہ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ طاعون کے یہاں بھی شاذ و نادر کیس ہوسکتے ہیں۔ ان واقعات کو اُس کھاتے میں ڈال دو۔

تاہم نہیں کہا جاسکتا کہ کتنے کمزور اور نادان لوگ اس گھبراہٹ میں مرزا صاحب کی اس پیشگوئی سے بلیک میل ہوگئے ہوں گے۔

☆......قادیان میں 1908ء میں ہیضہ کی آمد

مرزا غلام احمد کا بیٹا بشیر احمد لکھتا ہے:۔

حضرت مسیح موعود ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء پیر کی شام بالکل اچھے تھے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحب کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے۔ (سیرت المھدی جلد ۱، ۷)

محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلا دے۔

(کشتی نوح، ص۲ ر خ ج ۱۹ ص ۲)

پھر لکھتا ہے:۔

خدا میرے گھر کے احاطہ کے اندر مخلص لوگوں کو جو خدا کے سامنے اور اُسکے مامور کے سامنے تکبر نہیں کرتے بلائے طاعون سے بچائے گا۔

(کشتی نوح، ص۴)

میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوگا کہ میرے گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے...... اور قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہیں آئے گی۔ الاکم اور شاذ و نادر...... ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں۔ (کشتی نوح، ۵)

مرزا غلام احمد کی ان تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ طاعون، ہیضہ اور زلزلے واقعی وہ انداز عذاب ہیں جو آسمانی مامورین کے منکروں پر پورے اُترتے ہیں لیکن وہ آفات جو عام انسانی ہاتھوں سے اپنے مخالفین کو پہنچائی جاسکیں جیسے کسی کو خفیہ طور پر قتل کرنا، یہ وہ آسمانی عذاب نہیں جو کسی آسمانی مامور کی صداقت کا نشان ہو۔ سو پنڈت لیکھرام کا قتل کسی طرح بھی مرزا غلام احمد کے صدق کی دلیل نہ بنا۔

☆......لوگوں کو بلیک میل کرنے کا اخلاقی جرم

ہم نے برطانیہ میں اُن لوگوں کو جو غیر قانونی طور پر یہاں آئے ہیں انسانی قدریں پامال کرنے والوں کے ہاں بری طرح بلیک میلنگ کا شکار ہوتے دیکھا۔ بعض کارخانہ دار اُنہیں اپنے ہاں آدھی اُجرت پر خفیہ پیرائے میں ملازم رکھ لیتے ہیں۔ اتنے وقت کی تنخواہ جو وہ اپنے دوسرے ملازمین کو دیتے ہیں

مرزا صاحب کی اپنی تشخیص یہ رہی کہ یہ وبائی ہیضہ ہے۔ مرزا غلام احمد کے سسر میر ناصر نقشہ نویس بیان کرتے ہیں:۔

حضرت رات کو بیمار ہوئے۔ اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا۔ جب میں حضرت کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:۔

میر صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے۔

دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ (حیات ناصر۴، مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی)

یہ بات میر ناصر کے اپنے خودنوشتہ حالات میں درج ہے۔ 25 مئی 1908ء کا واقعہ ہے اس سے مرزا صاحب کی وہ بددعا جو آپ نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف کی تھی پوری ہوگئی۔ وہ بددعا یہ تھی کہ اگر میں اپنے دعوے میں سچا نہیں تو مولانا ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں طاعون یا ہیضہ سے مرجاؤں گا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مرزا غلام احمد کے بعد تقریباً نصف صدی تک زندہ رہے اور مرزا صاحب وبائی ہیضہ سے 1908ء میں 68 سال کی عمر میں وہاں چلے گئے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔

☆......مرزا غلام احمد نے کس عمر میں وفات پائی

مرزا صاحب جب فوت ہوئے تو اُس وقت وہ ایک معروف شخصیت تھے اور پریس اُن سے بے خبر نہ تھا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اب اُنکے سنِ وفات میں کوئی اختلاف کیا جائے۔ ہاں بوقت پیدائش وہ کوئی جانی پہچانی شخصیت نہ تھے۔ سو اُن کے پیروؤں کے لئے اُنکے سن پیدائش میں کوئی مغالطہ دینا مشکل نہ تھا مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے لئے اسکی بھی گنجائش نہ چھوڑی۔ وہ خود لکھ گئے:۔

اُنہیں اتنے ہی وقت اور ویسے ہی کام کی اُجرت اُن سے آدھی ملتی ہے اور اگر وہ کچھ اپنی ایسی مجبوری بتادیں کہ اس سے اُن کی گذر اوقات نہیں ہوتی تو وہ اُنہیں پولیس کو رپورٹ کرنے کی دھمکی دے کر اپنے عقوبت خانے میں بدستور جکڑے رہتے ہیں اور اُنہیں اپنے ہاں رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ شریف لوگ اسے بڑا اخلاقی جرم سمجھتے ہیں کہ کسی کی مجبوری کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر اُس سے خدمات لی جائیں۔

آسمانی مامورین لوگوں کو کبھی آسمانی عذاب (جیسے طاعون، ہیضہ یا زلزلے وغیرہ) سے ڈرا کر اپنے حلقۂ اعتقاد میں آنے پر مجبور نہیں کرتے۔ عام انسان ذہنی طور پر بہت کمزور ہوتے ہیں۔اور وہ بڑی جلدی ان خطرناک دھمکیوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے لوگوں کو اپنے دامن نبوت میں کھینچنے کے لئے اُنہیں بری طرح بلیک میل کیا ہے اور قدم قدم پر انہیں ہیضہ اور طاعون کے امراض سے ڈرایا۔

انبیاء کرام نے لوگوں کو اُنکی بداعمالیوں پر عذاب سے ڈرایا لیکن اپنے پر ایمان لانے میں کوئی سختی روا نہ رکھی۔ نہ عقیدہ بدلنے پر کسی کو مجبور کیا قرآنِ کریم میں ہے **لااکراہ فی الدین**۔ کسی کو زبردستی مسلمان نہیں کیا جاسکتا ہاں لوگوں کو اُنکے ظلم اور گناہوں سے روکا جاسکتا ہے اور اس پر اُنہیں خدا کی پکڑ سے ڈرایا جاسکتا ہے۔ لیکن اپنے نہ ماننے اور تکذیب پر اُنہیں وہ بددعا تک نہیں دیتے۔ سو اللہ تعالیٰ اُنہیں اُنکے انکار پر اُنہیں صرف اُنکی بداعمالیوں اور گناہوں پر پکڑتے رہے ہیں۔ نہ کہ ان کے ایمان نہ لانے پر۔

قرآن کی پہلی شہادت

فکلاً اخذنا بذنبہ فمنھم من ارسلنا علیہ حاصباً ومنھم من اخذتہ الصیحۃ ومنھم من خسفنا بہ الارض ومنھم من اغرقنا وما کان اللہ لیظلمھم ولٰکن کانوا انفسھم یظلمون۔ (پ ۲۰، العنکبوت ۳۰)

''میری پیدائش 1839ء یا 1840ء میں ہوئی اور میں 1857ء میں سولہ یا سترہ برس میں تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہ ہوا تھا۔

(کتاب البریہ ۱۵۹/ رُخ جلد ۱۳، ۱۷۷)

اس عبارت میں یہ امور پیش نظر ہیں:۔

ا۔ یہ عبارت پوری احتیاط سے لکھی گئی ہے ورنہ 1839ء یا 1840ء نہ لکھتے۔ 1839ء میں اگر کوئی اختلاف رہا تو بس اتنا ہی لکھ دیا 1840ء ہوگا اور پھر 1857ء میں اپنے بارے میں سولہ برس یا سترہ برس کا اختلاف لکھا اور پھر اس عمر میں یہاں تک کا پتہ کہ اُس وقت اُن کی داڑھی نہ اُتری تھی۔ بتاتا ہے کہ اب ان کے اس سن پیدائش میں کسی مزید مغالطے کا وہم نہیں ہوسکتا

۲۔ یہ صحیح ہے کہ اپنی پیدائش کے وقت کو کوئی بذاتِ خود نہیں جانتا لیکن سولہ سترہ برس کی عمر میں کوئی شخص اپنی عمر کے بارے میں کسی مغالطے میں نہیں ہوتا۔ داڑھی کب اُترتی ہے۔ اسے جاننے والا کوئی شخص اپنی عمر کے بارے میں کسی مغالطے میں نہیں رہ سکتا۔

۳۔ مرزا صاحب قادیان کے وہ غیر معمولی نوجوان نہ تھے جنہیں بیس سال تک داڑھی نہ آئی ہو اگر کوئی اُن کی اپنی تحریر کے خلاف اُن کا سن پیدائش 1837ء تجویز کرے تو اُسے یہ بھی بتلانا ہوگا کہ مرزا صاحب تیس سال تک کھودے رہے اور قادیان میں یہ بات عام چل نکلی تھی کہ کھودے پر الہامات اترنے شروع ہو گئے ہیں۔ جب یہ نہیں ہوا تو ان کا سن پیدائش ۱۸۳۷ء کیسے تجویز کیا جا سکتا۔

۴۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ خدا نے مجھے بتایا کہ تیری عمر کم از کم 74 سال یا زیادہ سے زیادہ 86 سال تک جائیگی۔

مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۸ء میں لکھا۔ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک

(ترجمہ) پھر سب کو پکڑا ہم نے ان کے اپنے اپنے گناہوں پر پھر ان میں تھے کہ ان پر بھیجا ہم نے پتھراؤ ہوا سے اور ان میں تھے جن کو پکڑا چنگاڑ نے نے اور ان میں تھے جن کو دھنسادیا ہم نے زمین میں اور کوئی تھے جن کو ہم نے ڈبودیا طوفان میں اور اللہ ایسا نہیں کہ ظلم کرے کسی پر اور وہ تھے خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے۔

مرزا غلام احمد نے اپنے منکرین کو جو آسمانی عذاب سے ڈرایا وہ اُن گناہوں کی وجہ سے نہیں جن میں کہ وہ مبتلا تھے۔ ظاہری اعمال زندگی میں غلام احمد کے پیروؤں اور منکروں میں کوئی زیادہ فرق نہیں پایا جاتا بلکہ دیکھا جائے تو مرزا غلام احمد کے حلقہ کے لوگ زندگی کے دوسرے گناہوں میں مرزا صاحب کے منکرین سے کچھ زیادہ ہی ڈوبے ہوئے ہونگے۔

مرزا صاحب کی جو تحریرات ہم نے آپ کے سامنے پڑھی تھیں اُن میں مرزا صاحب نے اپنے مخالفین پر صریح طور پر اپنے انکار اور تکذیب کا الزام لگایا ہے۔ حالانکہ پہلی قوموں پر جو عذاب آتا رہا ہے وہ اُنکے کھلے گناہوں پر آتا رہا ہے۔ پیغمبر اپنی تکذیب پر انھیں زیادہ نہیں دباتے رہے اور نہ کسی کو زبردستی اپنے دین میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین قدتبیّن الرشد من الغي.

قرآن کی دوسری شہادت

وکم اھلکنا من القرون من بعد نوح وکفی بربک بذنوب عبادہ خبیراً بصیراً. (پ ۱۵، الاسراء ۱۷)

ترجمہ:۔ اور ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کردیں نوح کے بعد اور کافی ہے تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا اور دیکھنے والا۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:۔

جب بداعمالیوں کی بدولت کسی قوم کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی دفعۃً

جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول رہا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں۔ (کتاب البریہ ۳۲۱، رُخ جلد ۱۳، ۳۳۹)

۱۸۹۸ء سے ۵۹ سال نکال دیں تو آپ کا سن پیدائش 1839ء ہی نکلتا ہے۔

پھر مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے۔ (اُس وقت آپ 66 یا 67 سال کے ہوں گے) اور تیس برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اسی صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے اس آفت شدیدہ (زلزلہ) کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ۹۸، رُخ جلد ۲۱ص، ۲۵۹)

یہ سولہ سال کب پورے ہوئے ہیں۔ 1921ء میں تو اس وقت مرزا صاحب کی عمر 66 سال ٹھہرتی ہے اور اسے ہی مرزا صاحب ستر برس کے قریب بتلا رہے ہیں۔ اس صورت میں آپ 1905ء میں (جو براہین احمدیہ حصہ پنجم کے لکھنے کا سال ہے) 66 سال کے تھے 3 سال بعد وفات ہوئی تو عمر ۶۹ سال ہوتی ہے۔

یہ صدی ہے جو مرزا غلام احمد کی وفات سے شروع ہوتی ہے سو پہلے دیکھا جائے کہ قادیانی جماعت کے لئے اس صدی کا آغاز کیسے ہوا؟ اور انہیں کن کن عبرتناک حالات سے گزرنا پڑا۔

پکڑ کر ہلاک نہیں کر دیتے بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ اوّل پیغمبر یا اسکے نائبین کی زبانی خدائی احکام اُن کو پہنچائے جاتے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے امراء اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے اور نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے، آگاہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کر دیتے ہیں تو کھلے بندوں نافرمانیاں کر کے تمام بستی کی فضاء کو مسموم و مکدر بنا دیتے ہیں۔ اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کر کے عذابِ الٰہی کی مستحق ہو جاتی ہے۔

☆......حضورؐ کی اُمت دعوت اس عذاب عامہ سے بچی رہی

جب تک بنی نوع انسان مختلف خطوں اور ملکوں میں منقسم تھے۔ ہر بستی میں علیحدہ علیحدہ ڈرانے والے آتے رہے۔ **ان من امة الا خلافيها نذير.** (پ۲۳، الفاطر۲۴) لیکن جب ساری دنیا ایک یونٹ ہوگئی اور وہ پیغمبر آیا جو پوری کائنات کے لئے ایک ہی ہو تو فیصلہ الٰہی یہ ٹھہرا کہ وہ جس طرح زمانی طور پر آخری نبی ہو مکانی طور پر بھی وہ ہر حصہ کائنات میں ایک ہی رسول ہو اور وہ تمام جہانوں کے لئے زیادہ سے زیادہ رحمت ہو اور ہر حلقہ کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مہلت دی جائے کہ وہ حق کی طرف رجوع کرسکیں اور توبہ کا دروازہ تبھی بند ہو، جب اللہ کو ہی منظور ہو کہ یہ دنیا باقی نہ رہے۔

سو پہلی قوموں پر جب اُنکے برے کردار سے عذابِ عامہ آتا رہا صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے منکرین عذابِ عامہ سے بچے رہے۔

حضور اکرمؐ نے خود اللہ ربّ العزت سے استدعا کی تھی کہ وہ آپکی اُمت (دعوت) کو ایک عذاب عامہ سے ہلاک نہ کرے۔ حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں حضور اکرمؐ نے فرمایا:۔

ان ربی قال یا محمد انی اذا قضیت قضاءً فانه لا یرد وانی

قادیانیوں پر بیسویں صدی کا آغاز کس طرح ہوا؟
اور پھر پچھلی پوری صدی پر غور کریں

قادیانی جماعت کی پہلی رسوائی

بیسویں صدی ۱۹۰۸ء میں سب سے پہلا موضوع یہ رہا کہ مرزا صاحب کی وفات طبعی ہوئی یا ہیضہ سے ہوئی ہے پھر لوگوں میں یہ بات چلی کہ ان کی عمر اس کی اپنی وحی کے مطابق کم از کم ۷۴ سال ہونی چاہیئے تھی وہ ۶۸ سال کی عمر میں کیسے چل بسے۔ کیا انہیں بہت جلدی تھی؟..........گھر والوں کے لئے اُن کی یہ اچانک موت اُنکی کس پیشگوئی کے مطابق ہو رہی تھی؟ یہ پہلی رسوائی تھی جو اُنکی اس بے وقت موت سے اُن کی جماعت کو ملی اور وہ بھی ہیضہ کی موت سے۔ اور یہ وہ واردات نہیں جو کسی دشمن کے ہاتھوں سے واقع ہو اور انہوں نے مولانا ثناء اللہ کے خلاف بددعا کرتے ہوئے مرض ہیضہ خاص طور پر لکھا تھا اور وہ اپنی اسی یکطرفہ بددعا سے ہیضہ سے اس جہاں سے چلے گئے۔

☆......قادیانی جماعت کی دوسری رسوائی

مرزا صاحب کی موت تک اُن کی جماعت میں حکیم نور الدین خواجہ کمال الدین مولوی محمد علی ایم۔ اے عبدالرحمٰن مصری، مرزا بشیر الدین محمود سب اکٹھے تھے لیکن وہ سب مرزا غلام احمد کے بارے میں ایک عقیدہ پر نہ تھے۔ مرزا صاحب کی نبوت پر اُن کی وفات کے اگلے دن سے ہی اختلاف شروع ہو گیا تھا اور حکیم نور الدین کی حکمت نے اس اختلاف پر پردہ ڈالے رکھا تھا۔ اس وقت

مرزا بشیر الدین محمود بھی اس عمر میں نہ تھے کہ جماعت کو اپنے نظریات پر چلا سکیں۔ لیکن جب حکیم نور الدین کی وفات ہوئی تو جماعت دو فرقوں میں تقسیم ہوگئی۔ یہاں تک کہ اُنکے آپس میں مباحثات ہونے لگے۔ اُن میں سب سے اہم مباحثہ راولپنڈی میں ہوا جو مباحثہِ راولپنڈی کے نام سے مشہور ہے۔ کوئی پیغمبر ایسا نہیں گذرا جس کی وفات کے فوراً بعد اُسکے دعوے میں ہی اُسکے پیرو دو حصوں میں بٹ گئے ہوں۔ عقائد یقینی امور ہوتے ہیں۔ یہ نظریات نہیں ہوتے سو اس صدی میں یہ قادیانیوں کی یہ دوسری رسوائی تھی۔

☆......قادیانی جماعت کی تیسری رسوائی

قرآن کریم میں کعبہ شریف کو بقائے عالم کا نشان بتلایا گیا ہے۔ جب تک کعبہ ہے دنیا میں انسان رہیں گے۔ جب کعبہ نہ رہے گا انسان بھی نہ رہے گا اور قیامت قائم ہوجائے گی۔ قرآنِ کریم میں ہے۔

جعل اللّٰه الكعبة البيت الحرام قياماً للناس.

(پ۔۷، المائدہ ۹۷)

ترجمہ:۔ ’’ اللہ نے کردیا کعبہ کو جو بزرگی کا گھر ہے قیام کا باعث لوگوں کے لئے۔‘‘

یہ آیت بتلاتی ہے کہ کعبہ کی برکت قیامت تک کے لئے ہے۔ اس گھر کی بزرگی کے لئے یہ مان لینا کافی ہے کہ زمانہ آخر میں جب دجال آئے گا وہ پوری دنیا میں گھومے گا مگر مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہوسکے گا۔ یہ اس بات کے سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ کعبہ شریف سے ہدایت کے چشمے قیامت تک خشک نہیں ہونگے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا:۔

ليس من بلد الا سيطاه الدجال الا مكة والمدينة وليس من

نقابها نقب الا علیه الملائکة یحرسونها. (صحیح بخاری، جلد ۱، ۲۵۳ و جلد۲ ص ۱۰۵۶)

ترجمہ:۔ ’’ہر شہر کو دجال روندھتا ہوا آئے گا (قادیان بھی اسکی زد میں رہے گا) ماسوائے مکہ اور مدینہ کے اور اُنکی کوئی گزرگاہ ایسی نہ ہوگی کہ اس پر اللہ کے فرشتے کھڑے پہرہ نہ دے رہے ہوں گے۔‘‘

پھر مرزا غلام احمد نے بھی اقرار کیا۔

مسیح موعود کے ظہور کے وقت دجال کا تمام زمین پر غلبہ ہوگا۔ اور تمام زمین پر بغیر مکہ معظمہ کے دجال محیط ہوجائے گا۔

(چشمہ معرفت ۷۹/رُخ جلد۲۳، ۸۶)

یہ مسلم امر ہے کہ دجال تمام زمین پر بجز مکہ اور مدینہ کے پھر جائے گا۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص۶۲ رخ ج۲۲)

قادیانی جماعت جب کعبہ سے کٹ گئی اور اب وہ وہاں کھلے طور پر جانہ سکتے تھے تو یہ تیسری رسوائی تھی جو قادیانیوں کو نصیب ہوئی۔

مرزا بشر الدین محمود نے مکہ و مدینہ کے خلاف اعلان کیا۔

’’اور مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔‘‘

(دیکھئے حقیقت الرویا۔ ۴۸)

اب اس سے مرزا صاحب کا وہ کشف کہ تین شہروں کا نام قرآن میں اعزاز سے لکھا ہوا ہے کالعدم ہوگیا اور اب ان کے عقیدہ میں صرف قادیان ہی اس عزت کا مورد رہا۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے قادیانیوں کے اس اعلان کا خیر مقدم کیا کہ مسلمان کہلانے والوں میں کوئی تو ہے جس نے اپنا قبلہ ہندوستان میں تلاش کرلیا

ہے۔اب کچھ مسلمان کہلانے والے بھی شاید عرب کی طرف توجہ کو لازم نہ سمجھیں گے اسلام کا مرکز عرب رہے اب یہ اندیشہ جاتا رہا۔

☆......مرزا غلام احمد نے ایک رقبہ ہند سرزمین عرب کے برابر ٹھہرایا

یہ کام اس نے اپنے ایک کشف سے سرانجام دیا۔اس سے وہ علماء جو کشف کو حجت شرعی نہ سمجھتے تھے یکسر مرزا صاحب کے خلاف ہوگئے غلام احمد لکھتا ہے:۔

تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے مکہ، مدینہ اور قادیان۔

آگے لکھتا ہے:۔

یہ کشف تھا کہ کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا۔

انا انزلناہُ قریباً من القادیان. (ازالہ اوھام، رُخ ۳)

قادیان کو ارض حرم ٹھہرانے کے چرچے اب مرزا صاحب کے ہاں عام تھے۔

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے

(درثمین ۵۳)

قارئین کرام۔مکہ کا ارضِ حرم ہونا ہمیشہ کے لئے ہے۔مگر افسوس کہ یہ لوگ ہندوستان میں ایک دوسری ارضِ حرم بنالائے۔قرآنِ کریم میں تو کہا گیا تھا:

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وھدیً للعالمین فیہ ایات بیّنات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان امنا.

(پ۴، آلِ عمران ۹۶م)

ترجمہ:۔ ''بیشک پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت گاہ بنا وہ یہی ہے جو مکہ میں ہے۔ یہ برکت والا گھر ہے اور ہدایت کا مرکز ہے۔ تمام جہانوں کیلئے اس میں (اللہ کے) کھلے نشان ہے جیسے مقام ابراہیم اور جو اس میں داخل ہوگیا امن پاگیا۔

یہ دارالامن ہونا کعبہ کی شان ہے۔ اور اس کی یہ شان ہمیشہ کے لئے ہے۔ مولوی محمد علی لاہوری نے جب قادیان چھوڑا تو اس نے برملا کہا:۔

''یہ خصوصیت صرف خانہ کعبہ کو حاصل ہے کہ وہ امن کا مقام ہے۔''
(نکات القرآن حصہ سوم ۲۱۷)

اب اس کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ قادیان دارالامان ہے۔

☆......کعبہ کی نسبت سے اُمت مسلمہ نے اہل قبلہ کا نام پایا

اس اُمت کو جو نسبت کعبہ سے حاصل ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو خواہ وہ کسی ملک میں ہی کیوں نہ ہوں اور کسی رنگ ونسل کے ہوں۔ اِسکی نسبت سے انہیں اہل قبلہ کا نام دیا گیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ کا یہ جملہ ہمیشہ کے لئے فقہ اسلامی کا ایک عنوان قرار پا گیا ہے۔

ولا نکفرا حداً من اهل القبلة.

ترجمہ:۔''ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو صف اسلام سے باہر نہیں کرتے۔''

☆......مرزا غلام احمد بھی ایک مدت تک اہل قبلہ مسلمانوں کو ہی کہتا رہا

مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

ہم کسی ادنی سے ادنی مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کی ظل حمایت میں کروڑھا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے

ہیں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے سلطان (روم) کی شخصی حالت اور اس کی ذاتیات کے متعلق نہ ہم نے کوئی بحث کی ہے نہ اب ہے۔ (کتاب البریہ ص ۳۰۱۔ رخ ج ۱۳ ص ۳۲۶)

ہاں ضروریات دین میں سے کسی کا منکر اگر قبلہ رُخ ہو کر نماز پڑھے تو وہ اس اعزاز (اہل قبلہ ہونے) کا مستحق نہیں رہے گا۔ اب اہل قبلہ ہونا مسلمانوں کے لئے ایک پوری اصطلاح بن چکی ہے۔ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:۔

اهل القبلة فی اصطلاح المتكلمین من یصدق بضروریات الدین.

سو اُمت مسلمہ کے لئے یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ ہندوستان میں کسی دوسرے رقبہ زمین کو ارضِ حرم کا نام دیں۔

مگر افسوس کہ بشر الدین محمود نے 1935ء میں ایک تقریر میں اپنے باپ کی بات پھر دہرائی۔

خدا تعالیٰ نے اِن تینوں مقامات (مکہ، مدینہ اور قادیان) کو مقدس کیا۔ (الفضل، ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء)

قادیان کو تو اب اس میں داخل کیا جا رہا ہے لیکن مکہ اور مدینہ کا تقدس تو پہلے سے چلا آ رہا تھا یہ دونوں مقدس مقامات اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں اور قادیانیوں کا وہاں داخلہ تک ممنوع ہے۔

قادیانیوں کی چوتھی رسوائی

☆......اس دارالامان کا امن کس طرح لٹا

مرزا محمود کے اس اعلان کے پورے بارہ سال بعد ۱۹۴۷ء میں قادیان

پر بھی ایک قہری تجلی پڑی اور سکھوں نے اس کے تقدس کو پامال کردیا۔ جب یہاں امن نہ رہا تو مرزا بشیر الدین محمود بھی اپنے پیروؤں کے ساتھ قادیان کو چھوڑنے پر مجبور ہوا اور اس نے اپنے دارالامان کو الوداع کہی۔ مذاہب کی دنیا میں اس سے زیادہ قادیانیوں کی رسوائی شاید کبھی نہ ہوئی ہو کہ اب قادیان دار الامان نہ رہا۔

اس وقت کے گورنر پنجاب مسٹر گلینسی اور چودھری ظفر اللہ خان کی وجہ سے انہیں ضلع جھنگ کے چک ڈھگیاں میں ایک رقبہ الاٹ ہوگیا جسے مرزا محمود نے اپنے اور اپنی جماعت کے لئے ایک پناہ گاہ کا نام دیا اور اس کا نام ربوہ رکھا اور اپنے پیروؤں میں یہ بات مشہور کی کہ قرآن کی رو سے یہ جگہ ابن مریم اور اسکی والدہ کی پناہ گاہ ہے۔

وجعلنا ابن مریم وامه اٰیة واٰوینٰهما الیٰ ربوه ذا ت قرار ومعین. (پ ۱۸، المومنون ۵۰)

ترجمہ۔ ''اور بنایا ہم نے ابن مریم اور اسکی والدہ کو ایک نشان اور ہم نے اُن دونوں کو ایک ٹیلے پر پناہ دی جہاں ٹھہرنے کا موقعہ تھا اور ستھرا پانی تھا۔''

چودھری ظفر اللہ خان پاکستان کے وزیر خارجہ ہوگئے اور پاکستان میں قادیانیوں کو ربوہ مل گیا اب یہ قادیانی پھولے نہ ساتے تھے کہ اب پاکستان کے بیرون ملک سفارتخانے اُنکے تبلیغی اڈے بنیں گے۔ اس سلطنت کو وہ مرزا محمود کی ایک کرامت کہتے تھے۔

قادیانی جماعت کی پانچویں رسوائی

☆......مجلس احرار اسلام سیاست سے کنارہ کش ہوئی اور چودھری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کی سیاست سے نکلنا پڑا

پاکستان کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے عملی سیاست سے کنارہ کش ہونے کا اعلان کردیا اور کہا کہ اب مجلس احرار اسلام صرف قادیانیوں کا ہی تعاقب کرے گی اور قادیانی پاکستان میں کوئی مؤثر طاقت بن کر نہ رہ سکیں گے۔ وزارتِ خارجہ پر اُن کا قبضہ تھا۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے پاکستان میں 1953ء مسلمانوں کی مجلس عمل کی تحریک بڑی تیزی سے چلی اور اسکے نتیجہ میں چودھری ظفر اللہ خان پاکستان کی وزارتِ خارجہ میں نہ رہے صرف یہی نہیں بلکہ یہ لوگ پاکستان کی عملی سیاست سے ہی نکل گئے اور مجلس عمل اپنی تحریک میں کامیاب ہوگئی

☆......مرزا غلام احمد کے مکذبین پر کوئی آسمانی گرفت نہ آئی ان منکرین پر کوئی آسمانی عذاب نہ اترا

مرزا غلام احمد کی وفات 1908ء میں ہوئی۔ 1907ء میں اس نے اپنے مخالفین کے خلاف یہ وحی شائع کی تھی اور اسے یہ عنوان دیا تھا:۔

وكفاني مما اوحي الى هذا الوحي المبشر.

ترجمہ:۔''اور مجھے کافی ہے بشارت دینے والی یہ وحی جو مجھے آچکی۔''

اور اسکے نیچے یہ وحی پیش کی:۔

ما ارسل نبي الا اخزیٰ به قوماً لا يومنون. ان الله مع الذين اتقوا. والذين هم محسنون. انی معک ومع اهلک ومع کل من احبک تیرے لئے میرا نام چمکا. (حقیقت الوحی ص ۹۹).

ترجمہ:۔ ''کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اسکے انکار پر اللہ تعالیٰ نے اُس پر ایمان نہ لانے والوں کو رسوا کیا اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ نیکی کرنے والے ہیں۔ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے گھر والوں کے بھی ساتھ ہوں اور ہر اُس شخص کے ساتھ جو تیرا چاہنے والا ہے۔''

ہم مرزا صاحب کی اس وحی کی روشنی میں یہ تاریخی حقیقت قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کے منکرین اور مکذبین کس طرح مورد عطاہائے الٰہیہ رہے۔ اور پوری صدی گذر گئی اور ان پر ایک دفعہ بھی کوئی قومی عذاب نہ آیا جو سب مکذبین کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

۱۔ حرمین شریفین سے اُن کی نسبت اور عزت برابر رہی

اس دنیا میں بہترین رقبہ زمین ارضِ حرمین ہے۔ دنیا کے آخر تک مکہ اور مدینہ میں دجال کا داخلہ نہ ہو سکے گا۔ مرزا غلام احمد خود بھی مانتا ہے۔

یہ مسلم اَمر ہے کہ دجال تمام زمین پر بجز مکہ اور مدینہ کے پھر جائے گا۔

(تحفہ حقیقۃ الوحی ۶۲، رُخ ۲۲، ۴۹۶)

سوال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی موت کے بعد مکہ و مدینہ پر تسلط مرزا غلام احمد کے پیروؤں کا ہوا یا اس پر اُسکے منکرین اور مکذبین کا ہی قبضہ رہا؟ مرزا غلام احمد نے یہ تو دعویٰ کیا تھا کہ میں نے کشفی طور پر قرآن میں مکہ مدینہ اور قادیان، یہ تین نام لکھے دیکھے ہیں لیکن وہ قدسیت کعبہ اور مقام مدینہ کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال نہ سکا اور اب تک ان کے ایمان کی دھڑکن ان ناموں سے قائم ہے۔

مرزا کی وفات کے بعد مرزا بشر الدین محمود نے جرأت کی اور مکہ اور مدینہ پر یہ شرمناک جملہ کہا۔

مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔

(دیکھئے حقیقت الرؤیا ص ۴۸)

مرزا غلام احمد اگر واقعی ملت ابراہیمی کا کوئی چراغ ہوتا تو اُسے حرمین کے نام سے نسبت اور عزت ضرور ملتی کیونکہ مرزا غلام احمد کے مکذبین کا حرمین شریفین پر اب تک قبضہ قادیانیت کی رسوائی کا ایک کھلا نشان اور اُسکے منکرین و مکذبین کی عزت پر ایک روشن برہان ہے۔

قادیانیوں پر مرکزی فتوے کفر

ہندوستان میں امام العصر مولانا انور شاہ صاحب نے اکفار الملحدین کے نام سے ایک نہایت علمی اور تحقیقی دستاویز تیار کی۔ مرزا غلام احمد نے حضرت شاہ صاحب کی زندگی میں 1908ء میں انتقال کیا۔ اس کے بعد دیوبند کو جو عالمی شہرت ملی اور علماء مصر نے جو اُسے ازہر الاقطار الھندیہ کا نام دیا یہ مرزا غلام احمد کے انکار اور اُسکی تکذیب پر پہلی آسمانی تجلی ہے۔ جو اس علمی سطوت سے چمکی ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم کے سو سالہ اجلاس میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب کی دعوت پر دنیا کے جہاندیدہ علماء اور مختلف سلاطین اسلام کے نمائندگان اور شاہان تصوف دیوبند میں جمع ہوئے۔ دیوبند کی علمی شہرت کی یہ دوسری آسمانی تجلی تھی جو اس صدی میں دیوبند پر اپنی پوری شان سے چمکی ۱۹۰۸ء میں دیوبند کے دورہ حدیث کے طلبہ تین سو سے زیادہ نہ تھے آج دیوبند کے دونوں مدرسوں میں طلبہ کی تعداد ۸ ہزار سے زائد ہے

مرزا صاحب نے جن علماء سے براہ راست ٹکر لی جیسے مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا کرم الدین دبیر گولڑہ کے پیر مہر علی شاہ صاحب اور مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہ دیکھئے اس صدی میں ان کے سلسلے اور مراکز کس مزید ترقی سے

نوازے گئے کبھی کسی نبوت کے کھلے منکرین اور مکذبین کو بھی یہ شہرت حاصل ہوئی ہے جو آج ان کے اخلاف میں پائی جاتی ہے؟

علماء دیوبند قادیانیت کے تعاقب میں

علماء دیوبند میں امام العصر مولانا انور شاہ صاحب کے شاگردوں میں محدث کبیر مولانا محمد بدر عالم میرٹھی ثم المدنی شیخ المحدثین والمفسرین مولانا محمد ادریس کاندھلوی مفتی اعظم دیوبند مفتی محمد شفیع (مفتی اعظم پاکستان) حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند، محدث جلیل مولانا محمد یوسف بنوری یہ حضرات خم ٹھوک کر قادیانیت کے مقابلے میں نکلے اور اُنہوں نے بیسوں کتابیں اس صدی میں قادیانیت کے خلاف لکھیں اور یہ حضرات اپنی علمی شہرت اور شخصی بزرگی میں تاریخ اسلام میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ بھلا یہ قدر و منزلت اور بزرگی اور عزت کبھی کسی نبی کے منکرین و مکذبین کو بھی ملی ہے؟۔ مولانا بدر عالم کو مدینہ کی خاک نے کھینچا اور اُنہوں نے مدینہ منورہ میں جگہ پائی۔ مولانا کاندھلوی کی صدارت میں پاکستان کا مسلک دیوبند کا سب سے بڑا مدرسہ جامعہ اشرفیہ اپنی خدمات اور شہرت کے نصف النہار پر پہنچا۔ 2007ء میں امام کعبہ یہاں تشریف لائے اور ملکی سطح پر اس جامعہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ مفتی محمد شفیع صاحب کراچی میں ایک عظیم دارالعلوم جسے پاکستان کا دیوبند کہا جاسکتا ہے، کے بانی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُنکے اخلاف کو پاکستان اور پورے عالم اسلامی میں وہ شہرت بخشی کہ کبھی کسی نبوت کے منکرین اور مکذبین پر فیضانِ الٰہی اس شان سے اُترتا نہیں دیکھا گیا ہندوستان میں ختم نبوت پر سب سے پہلی جامع کتاب مفتی اعظم دیوبند مولانا مفتی محمد شفیع نے لکھی تھی آج ان کے بیٹے مولانا محمد تقی عثمانی اور مفتی محمد رفیع عثمانی (مفتی اعظم پاکستان) دنیائے علم کے

آفتاب ومہتاب سمجھے جاتے ہیں اس خاندان پر یہ آسمانی قبولیت مرزا غلام احمد کی اس کھلی تکذیب سے ہی تو اتری ہے۔

☆......مرزا غلام احمد کے انکار کی برکات

مرزا غلام احمد کے انکار وتکذیب پر ہندوستان کے مسلمانوں کو مرزا غلام احمد کی طرف سے کیا کیا دھمکیاں دی گئی تھیں انہیں مرزا غلام احمد خدا کی طرف سے اس طرح روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے خدا نے کہا ہے:

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔

(حقیقت الوحی ۸۹ رخ ۲۲ ص ۸۸)

یہاں نذیر سے مرزا غلام احمد مراد ہے دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ اس سے مراد ہندوستان اور عرب کے علماء اور ان کے فتوے کو ماننے والے تمام مسلمان ہیں ان علماء ہند اور علماء عرب نے اس کو قبول نہ کیا اور کھلے بندوں انھوں نے اس کی تکذیب کی۔وہ زور آور حملے کہاں ہیں جن کی غلام احمد نے خدا کے نام پر خبر دی تھی

ا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو پاکستان ملا

اب چاہئے یہ تھا کہ ہندوستان کے ان مسلمانوں پر جنہوں نے غلام احمد کی تکذیب کی خدا کا عذاب اترے اور ان پر خدا کے زبردست حملے ہوں اس کی بجائے خدا نے ہندوستان کے مسلمانوں پر ایک نیا انعام کیا کہ انہیں اسی سرزمین سے ایک نیا اسلامی ملک پاکستان دیا اور ان پاکستانیوں کو یہ مقام دیا کہ خود مرزا غلام احمد کے پیرو بھی ان کے زیر سایہ پاکستان جانے کے لئے قادیان چھوڑ نکلے۔

کیا خدا نے اب تک کسی نبی کی تکذیب کرنے والوں کو اس نعمت سے نوازا ہے جس سے مرزا غلام احمد کے منکرین اور مکذبین نوازے گئے۔

پاکستان کا پرچم کن ہاتھوں نے لہرایا

پاکستان کا پرچم کس نے لہرایا، کسی سیاستدان نے؟ نہیں ...... اس کے کسی حکمران نے؟ نہیں ......اس کی یہ پرچم کشائی علماء کے ہاتھوں عمل میں آئی کراچی میں یہ پرچم شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے لہرایا اور ڈھاکہ میں محدث عصر مولانا ظفر احمد عثمانی نے اور یہ سب کچھ قائداعظم محمد علی جناح کے کہنے سے عمل میں آیا۔

یاد رہے مملکت خداداد پاکستان کا پرچم ان ہاتھوں نے لہرایا جنہوں نے مرزا غلام احمد کے خلاف کتاب الشہاب لرجم الخاطف المرتاب لکھی تھی پھر پاکستان کے سرکاری سطح پر مفتی اعظم وہ مانے گئے جنہوں نے سب سے پہلے ختم نبوت پر ایک بڑی جامع کتاب تین حصوں میں لکھی تھی کبھی کسی نبوت کے منکرین اور مکذبین اس عزت اور فضل خداوندی سے نوازے گئے جس عزت سے یہ علماء دیوبند نوازے گئے؟ علماء عرب مرزا غلام احمد کی تکذیب میں نکلے تو ان پر بھی انعام الٰہی کی بڑی بابرکت بارش ہوئی۔

۳۔ عرب اس تکذیب میں کہاں سے کہاں جا پہنچے

عرب ایک صحرائی علاقہ تھا جہاں اُڑتی ریت میں اُونٹوں کے جہاز چلتے تھے اور پانی کی سخت قلت تھی اور فصلوں کا کہیں نام ونشان تک نہیں ملتا تھا۔ وہاں کے علماء نے جب مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کی تردید کی اور اُسکے تمام دعوؤں میں اس کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں آسمانی اور زمینی برکات سے نوازا۔ زمین نے پیٹرول اُگلا، سونے کی کانیں دریافت ہوئیں اور وہ ملک جو

کبھی دنیا کا غریب ترین ملک تھا۔ آج پوری دنیا میں امیر ترین اسلامی ملک سمجھا جاتا ہے۔ سعودی عرب کو یہ برکات مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کے دعوے کی تکذیب میں ملیں۔ ختم نبوت کے اس عقیدے کے صدقہ میں عرب امارات پر تازہ بہار آ گئی۔ یہ انجام آج تک کسی نبوت کے مکذبین کا نہ ہوا تھا۔ انبیاء سابقین میں تکذیب انبیاء آسمانی عذاب کی ہمیشہ ایک تمہید رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ ابن مریم تک یہی سنت اللہ جاری رہی کہ منکرین کے لئے ہمیشہ عذاب اترتا رہا ہے۔

انا ارسلنا نوحاً الیٰ قومه ان انذر قومک من قبل ان یاتیهم عذاب الیم. (پ ۲۹، نوح)

ترجمہ:۔ بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو پیشتر اس کے کہ ان پر دردناک عذاب اترے (میری معصیت سے) ڈرائیں۔

وکم اهلکنا من القرون من بعد نوح وکفی بربک بذنوب عباده خبیراً بصیراً. (پ ۱۵، الاسراء)

ترجمہ:۔ ہم کتنی ہی قوموں کو نوح کے بعد غارت کر چکے اور کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۴۔ حضور کی اس امت کا عالمی پھیلاؤ کب ہوا

حضور ﷺ کی امت اجابت کے مشرق ومغرب میں پھیلنے کی پیش گوئی اس امت کے کس دور میں پوری ہوئی؟ مسلمان دنیا کے مشرق ومغرب میں کب پہنچے ہیں؟ اسی صدی میں جو مرزا غلام احمد کی ۱۹۰۸ء کی وفات سے شروع ہو کر آج ۲۰۰۷ء میں اپنے اختتام کو پہنچی ہے خدا نے اس

امت محمدیہ کو مرزا غلام احمد کی تکذیب کے دوران ہی دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا معلوم ہوا کہ اس امت میں اس وقت بھی امت پنا موجود تھا تبھی تو امت کا ان اطراف عالم میں اس وقت وارد ہونا حضور ﷺ کے دین کی عالمی رسائی میں جگہ پاسکتا ہے۔

نیا نبی آنے سے پہلے پچھلی امت خدا کی جماعت ہونے سے نکل جاتی ہے صرف وہی لوگ خدا کی جماعت سمجھے جاتے ہیں جو اب اس نئے نبی کی بیعت میں داخل ہوجاتے ہیں اب پچھلی امت میں امت پنا نہیں رہتا نہ وہ امت اب پہلے نبی کا کسی طرح اعجاز بنتی ہے اب نئے نبی سے نئے معجزات چلتے ہیں پہلی امت سے اس نئے نبی کے انکار سے وہ پہلی آسمانی برکات اٹھالی جاتی ہیں مرزا غلام احمد نے اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے پیروؤں کو مردم شماری کے سرکاری کاغذات میں اپنا نام علیحدہ لکھوانے کی تلقین کی تھی کہ اب سے خدا کی پارٹی اس کے پیروؤں کی جماعت ہے نہ کہ وہ لوگ جو کہ مرزا غلام احمد کے مکذبین ہیں۔ پھر ہوا کیا؟ خدا کی آسمانی برکات انہی لوگوں پر اترتی رہیں جو مرزا غلام احمد کے عالمی سطح کے مکذبین رہے۔

ملحوظ رہے کہ حضور ﷺ کی اپنی امت کے عالمی پھیلاؤ کی پیش گوئی اس زیر بحث صدی میں پوری ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابھی اس امت پر حضور کی نسبت سے عالمی سایہ رحمت موجود تھا اور یہ امت کسی نئے نبی کے انکار سے ہرگز امت مردودہ نہ ہوئی تھی حضور ﷺ نے اپنی اس امت کو قیامت سے جوڑا ہے آپ ﷺ نے فرمایا انا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم معلوم ہوا یہ امت رہتی دنیا تک امت قائمہ رہے گی امم بائدہ میں سے نہیں ہوگی حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا وان امتی سیبلغ ملکھا مازوی لی منھا (صحیح مسلم ج۲ ص ۳۹۰)

(ترجمہ) اللہ نے تمام زمین میرے لئے لپیٹ دی ہے میں نے اس کے مشرق بھی دیکھے اور مغرب بھی اور بیشک میری امت کا دور مملکت وہاں تک پہنچے گا جہاں تک یہ زمین میرے لئے لپیٹ دی گئی۔

حضرت مقداد بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

لایبقی علی ظھر الارض بیت مدر ولاوبر الا ادخلہ اللہ کلمۃ الاسلام بعز عزیز او ذل ذلیل (رواہ احمد ج۹ ص ۲۱۶)

اس زمین کی پشت پر کوئی کچا پکا گھر ایسا نہ رہے گا مگر یہ کہ اللہ اس میں کلمہ اسلام داخل کرے گا وہ ان گھروں کو عزت دیتا آئے یا ماتحت کرکے آئے

یہ کلمہ اسلام کونسا ہوگا وہی جو حضور ﷺ سے جاری ہوا تھا یہ حضور کے بعد کسی اور نئے نبی کا کلمہ نہ ہوگا نہ کسی اردو کلمے کی عرب دنیا میں کوئی رسائی ہوگی۔ دجال سے آخری معرکہ اسی امت کا ہوگا کسی نئے نبی کا نہ ہوگا حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

یقاتل ھذہ الامۃ الدجال (سنن ابی داؤد)

اس امت کے ہی دور آخر کے لوگ دجال سے جنگ کریں گے۔

آج آپ برطانیہ کے کسی شہر میں جائیں اور یورپ وامریکہ کی کسی ریاست میں اتریں آپ کو ہر جگہ حضور ﷺ کی امت کثیر تعداد میں پھیلی ملے گی حضور ﷺ کی امت کثیر تعداد میں یہاں ان ممالک میں کب آباد ہوئی ہے؟ یہ سب کچھ کب ہوا؟ اسی صدی میں جو مرزا غلام احمد کی موت سے شروع ہوئی اور

آج ۲۰۰۷ء میں وہ اپنی انتہا کو پہنچ رہی ہے اور اس امت کو یہ مقام مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کے انکار پر ہی تو ملا ہے۔

☆...... چودھری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کی سیاست سے نکال دیا گیا

تقسیم ملک کے وقت ہندوستان اور پاکستان دونوں نے مصلحتاً انگریزوں کے ایک ایک آدمی کو اپنے ساتھ رکھا۔ یہ اس بات کا نشان تھا کہ ہم نے آزادی برٹش حکومت سے آزادی لڑ کر نہیں صلح کے پیرایہ میں لی ہے۔ بھارت نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو اپنا گورنر جنرل بنایا اور پاکستان نے چوہدری ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ بنایا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اپنے اس نئے منصب کو اپنی کسی غرض کے لئے استعمال نہ کیا لیکن چودھری ظفر اللہ خان نے پاکستان کے تمام سفارت خانوں کو بیرونی ممالک میں اپنے عقیدے کے مراکز کے طور پر استعمال کیا۔ وزیراعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خان نے اسے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔

پھر کیا ہوا؟ نوابزادہ لیاقت علی خان کو برسرِ عام قتل کر دیا گیا اور اُنکے قتل کا سراغ اب تک نہیں ملا۔ خواجہ ناظم الدین پاکستان کے دوسرے وزیراعظم چنے گئے۔ اُنہیں علمائے پاکستان نے قادیانیت کے برے اثرات سے مطلع کیا۔ یہاں تک کہ پاکستان میں 1953ء میں مجلس عمل کی ایک تحریک چلی اور اسکے نتیجہ میں چودھری ظفر اللہ خان پاکستان کی سیاست سے نکل گئے لیکن قادیانی ہنوز ایک غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیئے جاسکے۔ یہ تحریک ختم نبوت اپنے صرف ایک مطالبے میں کامیاب ہوئی۔ دوسرے موضوع پر کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی اور وقت لکھا تھا۔ قادیانیوں کی دنیوی پہلو سے یہ پانچویں رسوائی تھی کہ چودھری ظفر اللہ خان یکسر پاکستان کی سیاست سے نکل گئے۔

☆......عالم اسلام کی قادیانیت کے مسئلہ پر بیداری

دارالعلوم دیوبند نے تقسیم ملک سے پہلے ہی عرب دنیا کو مسئلہ قادیانیت سے پوری طرح آگاہ کردیا تھا۔ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری نے ﴿اکفار الملحدین فی انکار شیٔ من ضروریات الدین﴾ لکھ کر پورے عالم اسلام کو اس سے باخبر کردیا تھا کہ قادیانی باوجود اپنے دعوے اسلام کے بعض ضروریاتِ دین کے انکار سے صف اسلام میں جگہ نہیں رکھتے پھر مفتی محمد عبدہ مصری کے شاگرد سیّد رشید رضا مصری نے ہندوستان کا دورہ کیا۔ وہ دیوبند بھی آئے اور علمائے دیوبند سے ملے اور اُن سے مل کر اس ازہر ایشیاء پر پورے اطمینان کا اظہار کیا اور واپس جا کر المنار میں لکھا۔

لو لم اراها لرجعت من الهند حزينا

اگر میں دیوبند کو نہ دیکھ پاتا تو ہندوستان سے افسردہ ہی واپس لوٹتا۔

اس کے بعد عرب دنیا میں یہ تحریک بڑھتی ہی رہی اور دوسری سب عرب ریاستوں تک جا پہنچی۔ اب ہر جگہ یہ احساس قوت پا گیا کہ ضروریات دین کے انکار سے کوئی شخص اپنے دعوی اسلام کے باوجود صف اسلام میں نہیں رکھا جا سکتا۔

یہاں تک کہ اپریل ۱۹۷۴ء میں پورے عالم اسلام نے رابطہ عالم اسلامی کی قیادت میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ پھر سعودی عرب نے افریقی ممالک میں اپنے وفود بھیجے۔ یہاں قادیانی اسلام کے نام پر بہت سے مراکز بنا چکے تھے جہاں سے اسلام کے نام پر قادیانیت کی تعلیم دی جا رہی تھی۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی قرارداد کہ قادیانی امت مسلمہ میں شامل نہیں ہیں اور یہ کہ وہ ختم نبوت میں ایک نئی راہ نکالنے کی وجہ سے غیر مسلم ہو چکے ہیں یہ باتیں اب پورے عالم اسلام میں تسلیم کی جا چکیں قادیانیوں کی پانچویں قومی رسوائی تھی۔

☆......قادیانیوں کی اس صدی کی چھٹی قومی رسوائی

قومی اسمبلی پاکستان کے بائیس معزز ارکان نے 1974ء میں یہ قرارداد پیش کی کہ کتاب وسنت کی روشنی میں قادیانی ایک غیر مسلم گروہ ہیں جو اپنے دعوی اسلام کے باوجود اس اسلام سے نکلے ہوئے ہیں۔ جس پر اُمت اسلامیہ اپنی پندرھویں صدی سے گذر رہی ہے۔ لہٰذا پاکستان میں قانونی تقاضے پورے کرنے کے لئے اُنہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اُن محرکین میں مولانا مفتی محمود مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا صدر الشہید مولانا عبدالحق محدث اکوڑہ خٹک، مولانا نعمت اللہ، مولانا عبدالمصطفی الازہری، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد اور چودھری ظہور الٰہی سرفہرست تھے۔ پھر اس قرارداد پر پندرہ اور اراکین نے بھی دستخط کئے۔ پھر اس پر پاکستان قومی اسمبلی میں بھرپور بحث ہوئی۔ مرزا غلام احمد کے پیروؤں کے دونوں گروہوں کو بھی اپنا اپنا مؤقف اور اپنے اپنے دلائل پیش کرنے کا پورا موقعہ دیا گیا اور بالآخر اُنہیں 7 ستمبر 1974ء کو آئین اور قانون کے تقاضوں میں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور آئین پاکستان کی دفعہ 260 میں بالاتفاق اسمبلی میں ترمیم کی گئی۔

پاکستان میں اس وقت پیپلز پارٹی کی حکومت تھی۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اسمبلی میں ایک تاریخی تقریر کی تاہم دوسری سیاسی پارٹیوں نے بھی اس میں حکومت کا بھرپور ساتھ دیا اور یہ پوری قومی اسمبلی کی پوری قومی سطح پر ایک قومی قرارداد تھی۔

پھر 1982ء میں حکومت پاکستان نے اس تاریخی قرارداد ختم نبوت کی پوری توثیق کی اور قادیانیوں کے دونوں فرقے آئین اور قانون کے تقاضوں میں بدستور غیر مسلم ہی رہے یہ ان کی چھٹی رسوائی تھی۔

مرزا غلام احمد کی وفات (1908ء) سے شروع ہونے والی اور 2007ء میں ختم ہونے والی صدی میں قادیانیوں کی یہ پے در پے ناکامیاں تھیں جو اُن کا نصیب ہو کر رہیں۔

پھر مارشل لاء کے نفاذ کی وجہ سے جب دستور عارضی طور پر معطل ہوا اور اندیشہ ہوا کہ کہیں قادیانیوں کے متعلق یہ فیصلہ خرد برد نہ ہو جائے تو اسمبلی کے دوبارہ بحال ہونے پر اسکی پھر توثیق کر دی گئی یہ قادیانیوں کی ایک اور قومی سطح کی رسوائی تھی۔

☆......قادیانیوں کی ساتویں رسوائی

قادیانی مسلمانوں والا کلمہ پڑھ کر ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دیتے تھے کہ وہ بھی مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہیں حالانکہ وہ صف اسلام سے نکلے ہوئے تھے سو ضروری ہوا کہ قادیانیوں کو کلمہ اسلام سے مغالطہ دینے سے روکا جائے اور اُن کی مسلمانوں کو کلمہ اسلام سے دھوکہ دینے کی چال ناکام بنادی جائے۔ چنانچہ مسلمانوں نے بالاتفاق قادیانیوں کو اپنے سے الگ کر کے ان کو مغالطہ دینے سے روک دیا کہ یہ اب اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہ کہہ سکیں مبادا کوئی مسلمان ناواقفی میں اُنکی عبادت گاہ میں اُنکی نماز میں آملے۔ ایک اسلامی مملکت کے سربراہ کے ذمہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کو ایسے دھوکے سے بچائے جس سے کسی مسلم کا ایمان کسی خطرے میں آگھرے۔ سو اس کے لیے آرڈیننس جاری کر دیا گیا۔

(نوٹ) قادیانی جب یہ کلمہ اسلام کہتے ہیں تو وہ اپنے عقیدے کے اظہار کے لئے نہیں پڑھتے بلکہ وہ اسے ایک تاریخی یاد کے طور پر پڑھتے ہیں۔ جس طرح بعض مسلمان کبھی **لاالٰہ اِلا اللّٰہ ابراھیم خلیل اللّٰہ** یا **لا الٰہ الّا اللّٰہ موسیٰ کلیم اللّٰہ** پڑھیں۔ تو یہ وہ اپنے عقیدہ کے اظہار کے طور پر نہیں

پڑھتے کیونکہ وقت کا کلمہ لاالٰہ اِلّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ہے اور وقت کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ ہی اس عہد کے رسول ہیں۔ قادیانی اس عہد کا پیغمبر مرزا غلام احمد کو مانتے ہیں اور لاالٰہ اِلّا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ وہ محض ایک تاریخی یاد میں پڑھتے ہیں۔ ان کے اپنے عقیدہ میں اس وقت کا پیغمبر غلام احمد ہے جس کی اپنی زبان اردو تھی اور اسی زبان میں اس کی زیادہ کتابیں ہیں اور ان کا کلمہ اردو میں ہے۔

☆......قادیانی کلمہ اور اس کی علمی طور پر غلط زبان

مرزا غلام احمد کا بیٹا بشیر احمد کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد کے پہلے جانشین حکیم نور الدین نے ہمیں بتایا کہ ہر قوم کا ایک کلمہ ہوتا ہے ہم قادیانیوں کا بھی ایک کلمہ ہے وہ کیا ہے اسے دیکھئے۔

میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا (سیرت المہدی ح ۳ ص ۳۰۵)

قرآن پاک سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے مقابلے میں لفظ آخرت ہے دین نہیں دین دنیا اور آخرت دونوں میں کارفرما ہوتا ہے سو دنیا اور آخرت دو مقابلے کے لفظ ہیں منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرة.(پ۴ آل عمران) ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة (پ۲ البقرة) واکتب لنا فی هذه الدنیا حسنة وفی الاخرة انا هدنا الیک (پ ۹ الاعراف) دین دونوں جہانوں سے بڑھ کر ایک ابدی صداقت ہے اسے دنیا کا مقابل ٹھہرانا علمی طور پر غلط ہے اور یہ تقسیم قرآن حکیم کی ان آیات کے بھی خلاف ہے۔سو قادیانین کا یہ اردو کلمہ علمی پہلو سے صحیح نہیں چہ جا یکہ اسے خدائی ہدایت کیا جائے

☆......مسلمانوں کے سے ناموں سے دھوکہ نہ دیا جاسکے

پاسپورٹ میں مسلمانوں کے سے ناموں سے مغالطہ دینے سے بھی قادیانیوں کو روکا گیا کیونکہ وہ مسلمانوں کے سے ناموں کے سہارے کئی ناواقف لوگوں کو مغالطہ دے دیتے ہیں اس امتیاز کے لئے پاسپورٹ فارم میں اس عبارت کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ ہر مسلمان اپنے فارم میں اپنے عقیدہ کی شہادت دے۔

ا۔ میں مسلمان ہوں اور نبی پاک کو آخری نبی مانتا ہوں اور ختم نبوت پر مکمل یقین رکھتا ہوں۔

۲۔ میں کسی بھی ہستی کو چاہے وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو حضرت محمدؐ کے بعد نبی تسلیم نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی ایسے دعویدار کو مسلمان تصور کرتا ہوں۔

۳۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی اور اس کے ماننے والوں کو چاہے وہ لاہوری ہوں یا قادیانی گروپ سے تعلق رکھتے ہوں غیر مسلم تصور کرتا ہوں۔

☆......قادیانیوں کی آٹھویں رسوائی

مرزا بشیر الدین محمود نے چک ڈھگیاں ضلع جھنگ کا نام قرآن کے ایک لفظ ربوہ (جہاں حضرت مریم اور ابن مریم نے پناہ پائی تھی) سے استناد کرتے ہوئے ربوہ رکھا تھا سفیر اسلام مولانا منظور احمد چینوٹی ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب نے ملک میں یہ مسئلہ اٹھایا کہ چک ڈگیاں کو یہ نام دینے میں قرآن کریم کے لفظ ربوہ کا غلط استعمال ہے اور یہ قرآن کی سوچی سمجھی تحریف ہے مولانا مرحوم کی یہ تحریک پورے ملک میں چلی اور کامیاب ہوئی بالاخر اس کا نام ربوہ خلاف قانون ٹھہرایا گیا قادیانیوں نے اس قراداد کو روکنے کے لئے بہت کوشش کی مگر یہ آٹھویں رسوائی بھی ان کا نصیب رہی اور اب چناب نگر کا ایک حصہ مسلم آبادی

قرار پایا ہے اور اس میں مجلس احرار اسلام پاکستان اور عالمی مجلس ختم نبوت کی اپنی عظیم دینی درسگاہیں اور جامع مساجد ہیں جہاں ہر سال ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد ہوتا رہتا ہے قادیانی سربراہوں کے لئے اس صورت حال کا سامنا کرنا بہت مشکل تھا سو اس نے اس صورت حال سے بچنے کے لئے ربوہ کا نام بدلا جانے سے پہلے راتوں رات لندن کی راہ لی اور کہا کہ اب یہ جگہ ہمارے لئے پناہ گاہ نہیں رہی اب ہم اسے کس طرح ربوہ کہیں مرزا بشیر الدین نے ایک غلط سوچ سے اس کا نام ربوہ رکھا تھا۔

قادیانیوں سے ربوہ کا نام لے لیا گیا اور اب یہ آبادی چناب نگر کے نام سے موسوم ہے اور جب یہ نام لیا جاتا ہے قادیانیوں کی رسوائی اور اجاگر ہوتی چلی جاتی ہے۔ وادی چناب کا یہ گڑھا قادیانیوں کی پہلی پیش قدمی سے ایک طویل عرصہ تک ایک گڑھا ہی رہا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جب اس میں کچھ اسلامی مراکز بنے تو یہاں مرزا غلام احمد کا پڑپوتا مرزا مسرور ایک دفعہ ہتھکڑیوں میں دیکھا گیا۔ اس کا ظاہری سبب کیا ہوا ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی وفات سے ایک سال پہلے دعویٰ کیا تھا کہ اُسے کافر کہنے والے سب گرفتار ہوجائیں گے اور اُسے عزت کی کرسی ملے گی۔ غلام احمد کا ایک یہ الہام ملاحظہ ہو۔

قادر کے کاروبار نموار ہوگئے
کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہوگئے

(حقیقۃ الوحی ص ا، ٹائٹل)

اور اس پر لکھا ہے:۔

وکفانی مما اوحی الی ھذا الوحی المبشر.

ترجمہ:۔"اور مجھے کافی ہے بشارت دینے والی یہ وحی جو مجھے آچکی۔"
اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔

(حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵، رُخ جلد ۲۲، ص ۱۰۷)

جب 1953ء میں پاکستان میں پہلی تحریک ختم نبوت چلی اور بہت سے علماء گرفتار ہوگئے تو قادیانیوں نے حقیقۃ الوحی کا یہ پہلا صفحہ عام اشتہار کی صورت میں بانٹا۔امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے رہا ہوتے ہی دہلی دروازہ لاہور میں قادیانیوں کو للکارا اور پیشگوئی کی۔

"تم اسی صدی میں اپنے سربراہ کو گرفتار دیکھو گے اور جو علماء تمہیں کافر کہتے رہے وہ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہوں گے۔

پھر تاریخ گواہ ہے کہ قادیانی اس ملک میں ایک غیر مسلم اقلیت قرار پاگئے۔" اور ۱۹۵۳ میں گرفتار ہونے والے علماء اور بزرگان قوم سب ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے

قادیانیوں کی نویں رسوائی

پھر وہ وقت بھی آیا جب 30 اپریل 1999ء کو مرزا مسرور احمد کو چناب نگر میں ہتھکڑیوں میں دیکھا گیا۔ اور واقعی یہ علماء جو مرزا غلام احمد کو کافر کہتے چلے آرہے تھے اب ایک دوسرے کو مبارکباد کہہ رہے تھے۔تاریخ قادیانیت میں یہ پہلا موقع تھا کہ مرزا غلام احمد کے خاندان کا ایک فرد ہتھکڑیوں میں دیکھا گیا۔ ایک وہ وقت تھا کہ مرزا غلام احمد کے باپ کو انگریزی دور میں انگریز حکومت کی خدمات کے باعث کرسی ملتی تھی۔ اور ایک یہ وقت بھی آیا کہ قادیانیت پر ابھی یہ پہلی صدی بھی پوری نہ ہوپائی تھی کہ کرسی نشین کا بدقسمت پڑپوتا اُن لوگوں کے سامنے جنہیں مرزا غلام احمد نے ذریۃ البغایا (بدکار عورتوں کی اولاد) کہا۔

ملزموں کے کٹہرے میں دیکھا گیا۔ اگر یہی وحی مبشر ہے تو اللہ تعالیٰ ہر صادق کو اس جھوٹی بشارت سے بچائے۔ بہرحال یہ نویں رسوائی تھی جو قادیانیوں کا نصیب بنی۔

قادیانیوں کی ان نو رسوائیوں کے بعد اب انکی دسویں رسوائی کو ایک وسیع سلسلہ عدالت میں دیکھیں

☆......قادیانیوں کی مختلف عدالتوں میں پے در پے شکستیں

ہندوستان کے انگریزی دور میں قادیانیوں کو جو حکومتی سرپرستی حاصل تھی وہ کسی جہت سے محتاج بیان نہیں یہ خاندانی پودا خود تاج برطانیہ نے کاشت کیا تھا بایں ہمہ ہندوستان کی کئی مسلم خواتین نے اپنے خاوندوں کے قادیانی ہوجانے پر اپنے نکاح ختم سمجھے اور پھر قانونی تقاضے پورا کرنے کے لئے انہیں ہندوستان کی سول عدالتوں سے بھی فسخ کرایا ان مقدمات میں سب سے زیادہ شہرت مقدمہ بہاول پور کو ہوئی جس میں دارالعلوم دیوبند کے بڑے بڑے علماء پیش ہوئے تھے انہیں جامعہ عباسیہ کیمقتدر علماء نے دیوبند سے بلایا تھا اس مقدمہ میں قادیانیوں کا فنی گواہ جلال الدین شمس تھا

۱۔ مقدمہ بہاولپور

آخر کار جناب محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج ضلع بہاول نگر نے فروری ۱۹۳۵ء بمطابق ۳ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ کو بہاول پور میں فیصلہ مسلمانوں کے حق میں دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اور قادیانی ایک رشتہ نکاح میں نہیں رہ سکتے کسی شخص کے قادیانی ہوتے ہی اس کا مسلمان عورت سے ہوا نکاح معاً ٹوٹ جاتا ہے۔

قادیانیوں کو یہ رسوائی مرزا بشیر الدین محمود کے دور میں ہندوستان کے برٹش دور حکومت میں ہوئی۔

۲...... فیصلہ مقدمہ راول پنڈی

یہ مقدمہ مسماۃ امۃ الکریم دختر کرم الٰہی جنجوعہ (راولپنڈی) اور لیفٹیننٹ نذیر الدین ملک ولد ماسٹر محمد دین اعوان کے مابین روالپنڈی میں تھا اس سول اپیل کا فیصلہ ۳ جون ۱۹۵۵ء کو سنایا گیا نچلی عدالت نے فیصلہ کیا تھا کہ مسماۃ امۃ الکریم (قادیانی) نذیر الدین (مسلم) کے نکاح میں نہیں رہ سکتی جناب اکبر شیخ ایڈیشنل جج نے اس سول اپیل کے آخر میں لکھا۔

'' میں سمجھتا ہوں کہ ابتدائی سماعت کرنے والی عدالت کا فیصلہ صحیح ہے اور میں سارے فیصلے کی توثیق کرتا ہوں مسماۃ امۃ الکریم کی اپیل میں کوئی وزن نہیں ہے میں اپیل کو خارج کرتا ہوں''

۳...... مقدمہ جیمس آباد کا فیصلہ

اس مقدمہ میں مسماۃ امۃ الھادی دختر سردار خان مدعی تھی اس کا نکاح حکیم نذیر احمد برق (قادیانی) سے پڑھا گیا اس قادیانی نے بعد میں بتایا کہ وہ نکاح کے وقت بھی قادیانی ہی تھا اس پر مسلمان خاتون نے دعوی کیا کہ میرا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا ہے لہذا مدعا علیہ کو منع کیا جائے کہ وہ مدعیہ کو اپنی بیوی کہے۔ یہ فیصلہ ۱۳ جولائی ۱۹۷۰ء کو جناب قیصر احمد سول اینڈ فیملی کورٹ جج جیمس آباد نے سنایا تھا

۴...... ماریشس سپریم کورٹ کا فیصلہ

ماریشس میں روز ہل کی مسجد مسلمانوں نے بنائی تھی اور وہی اس کے منتظم تھے قادیانیوں نے ناواقف لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر اس پر قبضہ کرلیا تھا پھر قادیانیوں کے خلاف ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء کو یہ مقدمہ دائر ہوا اور قادیانیوں کے خلاف ۲۱ شہادتیں پیش ہوئیں مسلمانوں کی جانب سے مولانا عبداللہ رشید

شہادت میں پیش ہوئے اور قادیانیوں کی طرف سے مولوی غلام محمد بی اے اپنے وکلاء کی مدد کرتے رہے مسلمانوں کے وکلاء میں مسٹر رولر کے سی ای سویز کے سی ای تھے جبکہ قادیانیوں کا وکیل مسٹر آر پذانی تھا ۱۹ نومبر کو چیف جج سرائے چیز ورلڈ نے یہ فیصلہ دیا۔

عدالت عالیہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مدعاعلیہ (قادیانی) کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ روزہل کی مسجد میں اپنی پسند کے امام کے پیچھے نماز ادا کریں اس مسجد میں صرف مسلمان ہی اپنے عقیدے کے مطابق نماز ادا کرسکتے ہیں

۵......ساؤتھ افریقہ کا تاریخی مقدمہ

جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن کا تاریخی مقدمہ کسے یاد نہیں اس مقدمہ میں اپیل میں کراؤن کورٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی غیر مسلم عدالت کو یہ فیصلہ کرنے کا حق نہیں کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں؟ کون ضروریات دین کا منکر ہے اور کون نہیں؟ یہ فیصلہ مسلمانوں کی اپنی عدالتیں ہی کرسکتیں ہیں

یہ قادیانیوں کی وہ مختلف تاریخی رسوائیاں ہیں جو قادیانیوں کو مرزا غلام احمد قادیانی کی ۱۹۰۸ء کی وبائی ہیضہ کی موت کے بعد مختلف عدالتوں میں حاصل ہوئیں۔

قادیانی اپنی ان پے درپے ناکامیوں کا بوجھ پاکستان پر ڈالتے ہیں پورے خطہ پاک وہند میں وہ اپنے آپ کو ناکام نہیں مانتے اس کے جواب میں اگر ہم یہ بات عوام کے سامنے لائیں کہ ان کے قادیان کے جشن صد سالہ پر ان کے سربراہ مرزا مسرور کی کیا گت بنی تھی تو پھر قادیانیوں کو اس پر ناراض نہ ہونا چاہیے۔

قادیانیوں نے بڑے کروفر سے قادیان میں اپنا صد سالہ جشن خلافت منانے کا اعلان کیا تھا مرزا مسرور جونہی لندن سے دہلی پہنچا تو حکومت ہند نے

اسے قادیان میں اتنا بڑا جلسہ کرنے کی اجازت نہ دی جس میں پاکستان سے کثیر تعداد قادیانی وہاں آ جائیں مرزا مسرور کو ہوائی سفر سے امرتسر جانے کی اجازت دی گئی اور اسے وہاں قادیان بذریعہ ریل جانے کے لئے کہا گیا اور ساتھ ہی یہ کہا گیا کہ یہ سارا سفر تم اپنی ذمہ داری پر کرو گے مسلمانوں کے ردعمل کے ہم ذمہ دار نہ ہونگے۔

مرزا مسرور حکومت ہند کے اس موقف سے اتنا ڈرا کہ قادیان تک جانے کی اسے ہمت نہ ہوئی اور وہ سیدھا لندن واپس آ گیا۔

سو سال گزرنے پر یہ اتنی بڑی ناکامی ہے کہ قومی سطح پر قادیانی کبھی اسے دھو نہ سکیں گے۔ اس پر کئی قادیانی یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا مرزا صاحب کو پہلے ہی یہ بات الہاماً بتادی گئی تھی۔۔۔

مرزا غلام احمد کے پانچویں جانشین مرزا مسرور اور اس کی جماعت کے لئے ۲۰۰۸ء نہایت اہم سال تھا مرزا غلام احمد کی وفات اور اس کی خلافت کے آغاز پر پورے سو سال ہو رہے تھے اور ختم نبوت کی مسلم تنظیموں نے قادیانیت پر گذری اس پوری صدی کے تنقیدی جائزہ کے اجلاس دنیا کے مختلف مما لک میں شروع کر دیے تھے قادیانیوں نے جوابی کاروائی کے طور پر اپنی صد سالہ خلافت پر قادیان میں ایک بڑے جشن کا اعلان کردیا پوری دنیا کے قادیانیوں کو بتایا جارہا تھا کہ سال ۲۰۰۸ء قادیانیوں کے لئے عزت کا سال ہوگا اور اس سال قادیان میں ایک ایسا تاریخی جلسہ ہوگا جس سے پوری دنیا میں قادیانیت کو عزت اور ان کے مخالفین کو ذلت ملے گی قادیانی مبلغین اور مربی اس جلسے کے لئے چندے پر چندے کر رہے تھے قادیان کو روشن اور دلہن کی طرح سجانے کا داعیہ تھا اور وہاں مرزا مسرور کے آنے کی خبر تھی ہندوستان کی حکومت نے قادیانیوں کو موقع فراہم

کیا کہ وہ قادیان میں اپنا سوسالہ جشن منائیں البتہ پاکستان سے آنے والے قادیانیوں کوسیاسی حالات کے پیش نظر روک دیا گیا قادیان کے قادیانی پوری تیاری کے ساتھ قادیان میں جمع تھے اور ہندوستان بھر کے قادیانی بھی قادیان کے لئے رخت سفر باندھ رہے تھے کہ اللہ تعالی نے مرزا مسرور کو ایک بڑی ذلت سے ہمکنار کردیا احمدی آرگ کے اے کے شیخ بتاتے ہیں کہ ہندوستانی حکومت کے اس فیصلے سے کہ پاکستان کے قادیانی قادیان نہ آئیں گے اور مرزا مسرور بھی قادیان تک محدود رہیں گے پوری قادیانیت پر ایک بجلی سی گری اور ان کا یہ خوش آئند منصوبہ خاکستر ہوکر رہ گیا۔

قادیان کے ناظر اعلی انعام غوری نے (ہندوستانی حکومت کے) اس فیصلے کوتسلیم کیا اور مرزا مسرور کے لئے دہلی سے امرتسر تک کے لئے جہاز بھی چارٹر کرلیا گیا اور امرتسر سے قادیان تک خصوصی ٹرین کا بندوبست بھی ہوگیا تھا کیونکہ ایک صدی پہلے مرزا غلام احمد کی میت ٹرین سے ہی لاہور سے قادیان پہنچی تھی تمام سفری انتظامات پر جو اخراجات آئے وہ جماعت کے تصور میں بھی نہیں آسکتے ان تمام انتظامات کے باوجود مرزا مسرور اس صورت حال سے بری طرح خوفزدہ تھا اور کسی صورت میں قادیان دار الامان جانے کے لئے رضامند نہ ہوا تین مرتبہ جہاز پر سوار ہونے کے لئے اپنے کمرے سے نکلتا رہا اور راستے سے واپس آجاتا آخری مرتبہ اس کی حالت ایسی غیر تھی کہ اس نے کہا کہ مجھے فوراً واپس پہنچایا جائے بقول پرائیوٹ سیکرٹری کے انہیں یہ خوف لاحق ہوگیا تھا کہ کہیں ان کا جہاز اغوا نہ کرلیا جائے وہ کسی قسم کا خطرہ مول لینے کو تیار نہ تھا اور فوری لندن پہنچنا چاہتا تھا۔اسے راتوں رات خصوصی انتظامات کرکے لندن واپس لایا گیا جہاں اس کی حالت کئی دنوں بعد سنبھلی۔

پوری دنیا کے قادیانیوں کے لئے یہ مقام عبرت ہے کہ قادیانی خلافت کے سو سال بعد بھی مرزا مسرور کو اتنا حوصلہ نہ تھا کہ وہ (بزعم خود دار الامان) قادیان جائے اور دنیا بھر سے آئے قادیانیوں کو کچھ تو بتا سکے کہ مرزا صاحب سو سال پہلے کس طرح وبائی ہیضہ سے مرے تھے۔ اور یہ ان کی ایک اپنی ہی بددعا کا ثمرہ تھا جو انہوں نے حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری کے خلاف کی تھی۔

مرزا مسرور اس اہم وقت قادیان جانے سے کیوں گھبرا رہے تھے یہ آپ قادیانیوں سے پوچھیں کیا انہیں یہ خطرہ تھا کہ کوئی قادیانی سرپھرا ان سے قادیانی عقیدہ کی کوئی وضاحت مانگے گا یا کوئی قادیانی اس سے سو سال جمع کئے گئے ان چندوں کا حساب طلب کرے گا جو مرزا قادیانی کے خاندان کے لوگ بے دریغ اپنے اوپر لٹاتے رہے آخر دو تین مرتبہ شلوار یونہی تو خراب نہیں ہوسکتی تھی۔

مرزا مسرور نے خوف وذلت کے پیش نظر قادیان نہ جا کر عملی طور پر واضح کر دیا کہ ان کے عقیدے میں اب قادیان دار الامان نہیں لندن دار الامان ہے اسے اگر قادیان کے دارالامان ہونے کا ذرا بھی یقین ہوتا تو وہ کبھی بدوں اجلاس صد سالہ لندن واپس لوٹنے کی ضد نہ کرتا۔

ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی موت (۱۹۰۸ء) اور حکیم نور الدین کی قادیانی جانشینی کے آغاز سے اب تک کے حالات وواقعات پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ قادیانی جماعت کو اس پورے سو سال میں سوائے رسوائی کے اور کچھ نصیب نہ ہوا وہ جماعتی سطح پر بھی ایک دوسرے کو بے آبرو کرتے رہے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے سامنے بھی وہ ذلت ونامرادی سے ہی دوچار ہوتے رہے سو سال میں ان پر کبھی ایسا وقت نہیں آیا کہ وہ مسلمانوں کے سامنے عزت سے کھڑے ہوئے ہوں یہ جب

اور جہاں بھی آئے ذلت ہی ان کا مقدر رہی۔

مرزا غلام احمد کے جانشینوں اور ان کی جماعت پر پچھلے سو سال ذلت ورسوائی سے گزرے اور انہیں کبھی عزت سے سر اٹھانے کا موقع نہ ملا ہم اس پر پیچھے تفصیلی بحث کر چکے ہیں تاہم یہاں انہیں کے گھر کی ایک شہادت پیش کئے دیتے ہیں قادیانی نوجوان اس پر غور کریں اور اپنے اپنے حلقہ کے جماعتی مبلغ سے پوچھیں کہ وہ کونسے اسباب ہیں جس سے قادیانی جماعت سو سال میں کبھی عزت کے ساتھ چلنے کے قابل نہ ہوئی اور انہیں جگہ جگہ ذلت ورسوائی کا ہی منہ دیکھنا پڑا۔ احمدی آرگ کے جناب اے کے شیخ بتاتے ہیں

قادیانیوں تے اپنی سو سالہ خلافت جوبلی کے لئے وسیع پیمانے پر پلاننگ کی تھی اور اس کی ابتداء گھانا کے جلسہ سالانہ سے ہوئی جس میں مرزا مسرور ۔نے شمولیت کی اور احمدیوں کو خوشخبری دی کہ جس جوبلی کی ابتداء ایسی شان وشوکت سے ہوئی اس کی آخری تقریب ناقابل فراموش ہوگی اور اگر دیکھا جائے تو آغاز کی بجائے انجام اور زیادہ ناقابل فراموش رہا جوبلی کی آخری تقریب میں مرزا مسرور کا ہندوستان کا دورہ اور دار الامان قادیان کے صد سالہ جلسہ سے دنیا میں پھیلے ہوئے تمام قادیانیوں سے خطاب تھا مگر جس ناکامی اور نامرادی سے مرزا مسرور کو ہندوستان سے بھاگنا پڑا وہ واقعی ان کے لئے پوری صدی کی ناکامیوں کا آخری باب تھا۔

۲۰۰۸ء میں جماعت کے تمام سالانہ جلسے تعداد کے لحاظ سے ناکام رہے نئی بیعتوں کی تعداد کے بارے میں جماعت جس جھوٹ سے کام لیتی رہی اس کا پول کھل گیا۔ دنیا کے مختلف ممالک میں جماعت پر پابندی لگی مرزا مسرور کے جھوٹ کا پول کیلگری (کینیڈا) کی مسجد النور پر تعمیراتی کمپنی کے دائر

کردہ مقدمہ نے کھول دیا مسرور صاحب نے برطانوی پارلیمینٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ جماعت سود سے پاک نظام پر یقین رکھتی ہے جبکہ جماعت کا سارا نظام سود پر چل رہا ہے اور ایک مخصوص تعداد کے قادیانی جماعت سے چندے کی رقم ادھار لیتے ہیں اور پھر اس کو سود کے اچھی نرخ پر مستحکم اداروں کو دیا جاتا ہے اس طرح سود سے حاصل کی ہوئی رقم مرزا خاندان کے افراد اور خلافت کے وفاداروں میں تقسیم ہوجاتی ہے انٹرنیٹ وغیرہ پر جماعتی خبروں سے عام لوگوں کو واقفیت کرائی گئی اور احمدیت کی وہ تعلیم اور تحریریں عام لوگوں تک پہنچائی گئیں جو جماعت کبھی اپنے ہم مذہبوں پر ظاہر نہ کرتی تھی سو سال کے موقع پر جہاں جماعت کا زوال مسلسل چلا آ رہا ہے وہاں یہ الہام اپنی پوری شان وشوکت سے پورا ہوا۔ سو سال اور ماں مرگئی۔

مجددین امت کی پچھلی غلطیوں کی اصلاح کے لیے آتے ہیں اور اس امت کو باقی رکھتے ہیں

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد

حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ العمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا۔

ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مِاۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا. (سنن ابی دائود مشکوٰۃ ص ۳٦)

(ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر سو سال کے سر پر مجدد بھیجتے ہیں جو اس امت کے لیے اس کے دین کی نئے سرے سے اصلاح کرتے ہیں۔

اس حدیث میں صیانت امت کی خبر دی گئی ہے اس امت کی عمر حضور اکرم ﷺ سے لے کر اس وقت تک ہے جب صور پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہوگی اس لمبی عمر میں جو علمی غلطیاں بھی امت میں رہ جائیں مجددین کرام ان غلطیوں کی اصلاح کرتے رہیں گے اور یہ امت قیامت تک باقی رہے گی۔ بڑی سے بڑی غلطی پر بھی نسخ امت نہ ہوگا۔ حضور ﷺ کی ختم نبوت کو بقائے امت لازم رہے گی حضور ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا نہ کوئی نئی امت بنے گی۔ یہی امت اس دنیا میں آخری امت ہوگی اور اسی امت پر قیامت قائم ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ نے لھذہ الامۃ میں اسی امت کی طرف اشارہ کیا ہے جو امت پہلے دور میں حضور اکرم ﷺ سے وجود میں آئی تھی۔ اس امت کا بقاء قیامت تک کے لیے موعود ہے مرزا غلام احمد کے مجدد نہ ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ اس امت سے نکل کھڑا ہوا اس نے پچھلے اسلام کو مردہ اسلام کہا اور اپنے لیے ایک نئی امت کی تشکیل کر دی اپنے پیروؤں سے لدھیانہ میں بیعت لے کر ایک نئی امت کا آغاز کیا اس کے برعکس اس حدیث مجددین میں اسی پرانی امت کے ہی باقی رہنے کی خبر دی گئی ہے۔

دسویں صدی میں سیرت حلبیہ کے مؤلف علامہ حلبی (۱۰۴۴ھ) سے ایک تاریخی غلطی ہوئی اس نے لکھ دیا کہ حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کے وقت حضور ﷺ کے والد زندہ تھے۔ اس نے یہ بھی لکھا کہ آپ کے گیارہ بیٹے ہوئے اس نے یہ بات محققین کی تحقیق کے خلاف کی اس کے چار صدی بعد مرزا غلام احمد قادیانی (۱۹۰۸ء) نے سیرت حلبیہ کی اس غلطی کو باقی رکھا اور خود حضور اکرم ﷺ کے بارے میں اس بات کا مدعی ہوا کہ وہ ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ (پیغام صلح ص ۳۹ رخ جلد ۲۳ ص ۴۶۵)

جب مرزا غلام احمد ایک عالم دین علامہ نور الدین الحلبی کی اس جلی غلطی کی اصلاح نہ کر سکا تو امت کی اور کونسی بے بسی تھی جس کی وہ اصلاح کر پائے گا۔ یہ بات قارئین کرام کے سوچنے کی ہے۔ مجددین تو آتے ہی اس لیے ہیں کہ امت کی سابق غلطیوں کی اصلاح کریں اور امت کو ہر ایسے نئے موڑ پر تاقیامت بچاتے رہیں نہ یہ کہ وہ خود ان غلطیوں میں ان کے پیچھے لگ جائیں یہ کیسا امام ہے جو ہر غلطی میں کسی کا مقتدی بنا رہے۔

حضور اکرم ﷺ کے ہاں گیارہ لڑکے پیدا ہونے کا غلط دعویٰ

مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے گھر گیارہ لڑکے پیدا ہوئے اور سب کے سب فوت ہو گئے۔

(چشمۂ معرفت ص ۲۸۶ رخ جلد ۲۳ ص ۲۹۹)

اس میں بھی مرزا صاحب غلط تاریخ بیان کرنے والوں کے پیچھے لگ گئے اور بحیثیت مجدد ان کی کچھ اصلاح نہ کر سکے حالانکہ مجدد تو آتے ہی اس لیے ہیں کہ امت کی سو سالہ غلطیوں اور فروگذاشتوں کی اصلاح کریں۔

اللہ تعالیٰ مجددین کے ذریعہ اس دین پر ہر سو سال پر اس کی پچھلی غلطیوں کی اصلاح فرماتا ہے۔ مرزا غلام احمد کے عقیدہ کی رو سے حضرت عیسیٰ بن مریم کے بجسد عنصری آسمانوں پر جانے اور قرب قیامت میں نزول فرمانے کی غلطی عہد صحابہ میں ہی راہ پا گئی تھی اور اس کے بعد اس پر کئی صدیاں گزریں کسی مجدد نے بھی امت کی اس غلطی کی اصلاح نہ کی اس کی بجائے اسے اور زیادہ قطعی لکھتے رہتے یہاں تک کہ مرزا غلام احمد کا وقت آ گیا جب پہلا کوئی مجدد بھی اس بڑی غلطی کی اصلاح نہ کر سکا تو مرزا غلام احمد کے لیے اب کوئی چارہ نہ رہا سوائے اس کے کہ وہ اسے خود ایک معمولی غلطی قرار دے غلام احمد لکھتا ہے:

مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کا جز ہو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشینگوئی ہے جس کا حقیقت اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

(ازالہ اوہام ص ۱۴۱ رخ جلد ۳ ص ۱۷۱)

مسلمانوں کے سامنے قادیانی اس مسئلے کو مرزا غلام احمد کے صدق و کذب کا معیار بنا کر پیش کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ مرزا صاحب کے ہاں نزول مسیح کا عقیدہ (یا اس کی کوئی تفصیل) ہرگز ایمانیات میں سے نہیں جب کوئی بات اپنی اصل میں ہی ایمانیات میں سے نہ ہو تو اس کی کوئی فرع کیسے ایمانیات میں سے ہو سکتی ہے۔

۲۔ یزید کے اہل کاروں نے حضرت حسینؓ کو یزید سے ملنے کا موقع نہ دیا حضرت حسینؓ کی آخری تجویزات میں سے ایک تجویز یہ تھی کہ مجھے یزید سے ملنے کا موقعہ دیا جائے (اس میں بہت ممکن تھا کہ آپ اس کی اصلاح فرما دیتے) مگر عراق کے نئے گورنر عبیداللہ بن زیاد اور عمرو بن سعد اور شمر نے آپ کو اس سے ملنے نہ دیا اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اب اس قتل بے جا کا بوجھ ان سب کے سر تھا صرف یزید پر نہیں اگر اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف یہاں تک اقدام کرنے کا حکم نہ دیا ہو۔ نہایت افسوس ہے کہ کئی عزاداران حسینؓ اس کا بوجھ شمر پر نہیں ڈالتے کیونکہ وہ حضرت حسین کی سوتیلی والدہ کا بھائی تھا اور اس رشتہ میں وہ حضرت حسینؓ کا ماموں لگتا تھا آپ عزاداران حسینؓ کو صرف یزید پر پیٹتے دیکھیں گے شمر کے نام سے شاید ان کے منہ سے کوئی بات نکلے ان کے بعض عوام تو اسکے نام سے بالکل ناواقف ہیں۔

عام لوگ اپنی عزاداری میں شمر کو یا ابن زیاد کو زیادہ ملامت نہیں کرتے وہ اس کا سارا بوجھ یزید پر ڈالتے ہیں۔ یہ ان کی تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے مگر مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ خدا کے ہاں بھی صرف یزید ہی اس پیرایہ تعزیت کا مورد ہے وہ کہتا ہے خدا نے اسے ۱۸۹۱ء میں قادیان کے بارے میں یہ الہام کیا تھا۔

اخرج منہ الیزیدیون۔ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۷۳ رخ جلد ۳ ص

۱۳۸ا تذکرہ ص ۱۷۶) قادیان سے سب یزیدی نکال دیے جائیں گے یہ خدا نے بھی سانحہ کربلا کا سارا ملبہ یزید پر گرایا ہے حالانکہ عبیداللہ بن زیاد اور شمر اس ظلم میں اس سے زیادہ بدبخت رہے ہیں مورخین کی تحقیق عزاداروں کے اس یکطرفہ پراپیگنڈا کے موافق نہیں تاہم خدا کا یہ الہام عام عزاداروں کے اس عام پراپیگنڈے کے مطابق ہے گو تحقیق دوسری طرف ہو۔ یہ کیسا خدا ہے جو لوگوں کے غلط پراپیگنڈے میں خود گھرا ہوا ہے۔اور یہ کیسا مجدد ہے جو مورخین کی تحقیق کے خلاف اس پورے سانحہ کا بوجھ یزید پر ہی ڈال رہا ہے۔

تاہم سوال یہ ہے کہ مجددین کیا واقعی امت میں پیدا ہونے والی غلطیوں کی اصلاح کرتے ہیں یا یہ کہ وہ خود بھی عوام کی غلطیوں میں بہہ جاتے ہیں۔ پھر یہ امر بھی ہمیشہ ملحوظ رہے کہ قادیانیت کہاں سے نکلی ہے؟ قادیان سے ہی سے تو نکلی تو پھر یہ یزید فطرت لوگ کون ہیں جنھیں قادیان سے نکلا بتایا گیا ہے؟ یہ قادیانی ہی تو ہیں جو قادیان سے نکلے اور پھر ملک کے دوسرے شہروں میں بھی جا اترے ہمیں اس وقت تاریخ کے اس پہلو سے بحث نہیں یہ مرزا غلام احمد کا ایک اپنا الہام ہے کہ یہ یزید فطرت لوگ قادیان سے نکال دیے جائیں گے اگر کوئی مجدد ہونے کا مدعی ہو اور خود یہ فیصلہ بھی نہ کر پائے گو یزید فطرت لوگوں کا تذکرہ مدح کے پیرائے میں ہو یا مذمت کے پیرائے میں وہ کس درجے کا مجدد ہوگا؟ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔

جب مرزا محمود کی جانشینی پر قادیان میں ظلم و فساد کا بازار گرم ہوا تو وہاں اس کے مخالف قادیانیوں نے ایک اشتہار اس عنوان سے دیا تھا۔

یزید کی طرح خلیفہ محمود برسر تسلط ہے۔

(دیکھئے اخبار الفضل ۳۱ اگست ۱۹۴۶ء)

پھر مرزا صاحب کی یہ عبارت بھی سامنے رکھیں۔

اللہ نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع ہیں۔ یعنی اکثر لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۴۷)

اب آپ ہی سوچیں یزید کے بارے میں غلط بیانیوں کی جو فضا آل سبا نے صدیوں سے قائم رکھی ہے۔ کیا غلام احمد خود اس لپیٹ میں گھرا دکھائی نہیں دے رہا۔

غلام احمد نے آل سبا کی اصلاح کی یا وہ خود بھی اس گاڑی میں آ سوار ہوا مجددین پچھلی غلطیوں کی اصلاح کے لیے آتے ہیں نہ یہ کہ وہ خود اس ریلے میں بہہ نکلیں۔

یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ بات اپنے الہام میں قادیان کی مدح میں کہی ہو کہ وہاں سے یزید فطرت لوگ نکلیں گے لیکن یہ توجیہ تب صحیح بیٹھتی ہے کہ وہ حضرت حسین کا مدح خواں ہو اور اپنے آپ کو ان سے اوپر نہ سمجھتا ہو اس سلسلے میں ہم نے اس کی عبارات کی تلاش کی تو اس کا یہ شعر مل گیا جو صریح طور پر حضرت حسینؓ کی بے ادبی ہے۔

اما حسین فاذکروا دشت کربلا

فانی اذکر کل ان و انصر

(ترجمہ) حسین کی فضیلت تو انہی ایام کی ہے جو آپ سے کربلا میں گزرے لیکن میں تو ہر آن اور لحہ خدا کے حضور میں درجہ پائے ہوئے ہوں۔

پھر آپ کو مجددین میں کوئی ایسا نہ ملے گا جس نے اپنی زندگی میں اپنا کوئی عقیدہ بدلا ہو۔ مرزا غلام احمد نے جب اپنی وحی کے بہانہ سے اپنے

حیات مسیح اور ختم نبوت کے عقیدوں میں تبدیلی کی تو اب اسے کون مجددین کی صف میں جگہ دے گا۔ پھر اس حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ مجددین اسی امت کی اصلاح کے لیے آتے رہے ہیں۔ لهذه الامة میں اس امت کے الفاظ موجود ہیں لیکن غلام احمد اپنے آپ کو رڈر گوپال بھی کہتا رہا کہ میں ہندو قوم کی اصلاح کے لیے آیا ہوں۔ اب وہ اس امت میں کیسے ایک مصلح ہونے کا دعوے کرسکتا ہے؟

مجددین کا رخ زیادہ امت کی طرف ہوتا ہے

مجددین کے لیے جو حدیث وارد ہے اس میں اس کا بڑا کام اصلاح امت ہی بتایا گیا ہے سو پہلے جتنے بھی مجددین آئے وہ زیادہ امت کی دین میں لائی گئی غلطیوں کو پکڑتے رہے اور امت کی اصلاح کرتے رہے۔ اگلے ہزار سال کے مجدد امام ربانی مجدد الف ثانی نے اپنے وقت میں زیادہ زور عقاید اہل سنت کی صیانت اور بدعات کی روک ٹوک میں لگایا بدعات کا جو سیلاب اس وقت امت پر اُمڈ آیا تھا آپ نے اس پر مجددانہ گرفت کی ہے آپ ایک خط میں لکھتے ہیں:

همگی همت و تمامی نهمت متوجه آں باید بود که ترویج سنتے از سنن نموده آید و رفع بدعتے از بدع کرده شود و همه وقت خصوصاً دریں اوان ضعف اسلام اقامت مراسم اسلام منوط بترویج سنت است و تخریب بدعت

(مکتوبات دفتر ۲ مکتوب ۲۳)

(ترجمہ) ہمہ وقت اور پوری توجہ اس طرف ہو کہ سنتوں میں سے کسی سنت کو رائج کیا جائے اور بدعات میں سے کسی بدعت کو اٹھا دیا جائے

اور ہمہ وقت خصوصاً ضعف اسلام کے دور میں اسلام کے طریقوں کو.
قائم کرنا سنت کو رواج دینے اور بدعات کو اٹھانے سے وابستہ ہے۔

ملکہ نور جہاں نے جہانگیر کے دور میں قاضی نور اللہ شوستری کو ہندوستان بلایا لیکن حضرت مجدد الف ثانی نے امت کو شیعیت سے بچانے کے لیے مجددانہ کام کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ مجددین کی زیادہ نظر امت کی اصلاح اور اس کے اندرونی اعمال پر ہوتی ہے۔

تحریک دیوبند میں ہندوؤں اور عیسائیوں کا مقابلہ زیادہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کرتے رہے لیکن امت کو سنبھالنے اور بدعات سے بچانے میں قطب الارشاد کا کام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے کیا خلافت کو بچانے اور انگریزی سیاست سے دور رکھنے میں پورے ہندوستان کے شیخ حضرت مولانا محمود حسن تھے تو تربیت امت اور مسلمانوں کو بدعات سے دور رکھنے میں مجددانہ کام حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے کیا اور آپ اس پر پوری دنیا میں حکیم الامۃ کے نام سے معروف ہوئے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقے میں یہ کام اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر اقبال مرحوم سے بھی لیا اور انھیں بھی قوم حکیم الامہ کہہ کر ہی یاد کرتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد ماننے والے کبھی یہ نہیں سوچتے کہ مرزا غلام احمد کا رخ زیادہ تر عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرف رہا اور مسلمانوں میں جو نئے اعمال دین میں داخل کر دیئے گئے تھے کیا مرزا غلام احمد نے کبھی ان کی بھی نشاندہی کی؟ اس وقت پچاس سے زیادہ اعمال بدعت مسلمانوں میں راہ پائے ہوئے تھے اور یہ کام ان بدعتی حلقوں میں کار خیر سمجھ کر کیے جا رہے تھے۔ ایک سنت کو زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا ثواب مل سکتا تھا مگر مرزا صاحب نے کبھی اس امت کی کسی نیکی میں تربیت نہ کی حدیث مجدد کی رو سے مجدد اس

امت کے لیے کام کرتا ہے۔ حدیث میں لھذہ الامۃ کے الفاظ اس پر شاہد ناطق ہیں۔

قادیانیوں کا ایک جواب اور اس کا جواب

بعض قادیانی کہہ رہے ہیں کہ مرزا صاحب نے حیات مسیح کی غلطی چھڑانے کے لیے مجددانہ کام کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ غلطی جو بقول مرزا صاحب صحابہ کے وقت میں ہی امت میں آ چکی تھی اس کی اصلاح تو ان پہلی صدیوں کے مجددین کو کرنی چاہیے تھی وہ تو تاریخ کے مختلف موڑوں میں عقیدہ حیات مسیح کی توثیق ہی کرتے آئے اور اس غلطی سے پردہ اٹھایا تو اس شخص نے جو تاریخ کی پہلی تیرہ صدیوں کو دیکھ آیا تھا اور چودھویں صدی میں وہ خود بھی ایک مدت تک اس غلطی میں مبتلا رہا مجدد تو دوسروں کی اصلاح کے لیے آتے ہیں نہ کہ اپنی اصلاح کے لیے اور مرزا صاحب نے بھی اپنی یہ اصلاح خود نہ کی بلکہ ان پر وحی اتری تھی جس نے ان سے جبراً یہ مسلمانوں والا عقیدہ چھڑایا اس کی جتنی تفصیل آپ کر سکتے ہیں کرتے جائیں لیکن مرزا غلام احمد کی پوری زندگی میں آپ ان کے کسی مجددانہ کام پر انگلی نہ رکھ سکیں گے۔ راقم الحروف نے ۱۹۹۹ء دسمبر کے آخر میں دین میں داخل کیے گئے پچاس نئے اعمال (بدعات) کی ایک فہرست شائع کی تھی اور قادیانیوں سے کہا تھا کہ تم ان میں سے کسی ایک بدعت کی بھی مرزا صاحب سے تردید دکھاؤ ورنہ اس ردر گوپال کو کبھی غلطی سے بھی مجدد نہ کہنا۔

مجددین کا سب سے بڑا کارنامہ

مجددین کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی امت کو قائم رکھتے ہیں اور اس پر جو گرد و غبار بھی پڑے وہ امت کو اس سے بچا

نکلتے ہیں۔ یہ ایک ہی امت ہے جو ہر صدی بعد پھر سے نکھار میں آتی ہے اور صیانت امت کا یہ سلسلہ آخر تک چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ دجال کا ظہور ہو اور دنیا اپنی آخری منزل پر آ لگے سو مجددین اس لیے آتے ہیں کہ جس طرح بھی بن پائے اس امت کو امت قائمہ کے طور پر قائم رکھیں اور۔ یہ امت کہیں ٹوٹنے نہ پائے۔

مرزا غلام احمد نے اپنی علیحدہ جماعت بنا کر اس امت کو جو حضور ﷺ سے مسلسل آ رہی تھی اور دنیا اس کو امت قائمہ کے طور پر دیکھتی تھی۔ مرزا صاحب نے اس امت کو توڑ کر اور اپنی امت علیحدہ بنا کر یکسر حدیث مجدد کی مخالفت کر دی۔ مجددین آتے ہی اس لیے ہیں کہ حضور ﷺ سے چلی آنے والی امت کی پوری طرح حفاظت کریں یہاں تک کہ یہاں کوئی اور امت نہ بننے پائے۔

غلام احمد نے ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کو اپنی جماعت کے نام یہ اشتہار دیا تھا۔

چونکہ اب مردم شماری کی تقریب پر سرکاری طور پر اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر ایک فرقہ جو دوسرے فرقوں سے اپنے اصولوں کے لحاظ سے امتیاز رکھتا ہے علیحدہ خانہ میں اس کی خانہ پوری کی جائے اور جس نام کو اس فرقہ نے اپنے لیے پسند اور تجویز کیا ہے۔ وہی نام سرکاری کاغذات میں اس کا لکھا جائے۔ (اشتہار واجب الاظہار ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۴ رخ جلد ۱۵ ص ۵۱۷)

یہ جو کہا کہ علیحدہ خانہ میں اس کی خانہ پوری کی جائے یہ علیحدگی کا اظہار کن سے کرے؟ مسلمانوں سے...... اس سے صاف عیاں ہے کہ مرزا غلام احمد نے سابقہ امت کو بچانے کی کوئی کاروائی نہ کی بلکہ جو قدم بھی اٹھایا اس امت قائمہ کو توڑنے کے لیے اٹھایا یہ اس کی اپنی تجویز ہی تھی کہ اسے اور اس کے ماننے والوں کو نہ صرف مردم شماری کے کاغذات میں بلکہ پھر رابطہ عالم اسلام کی اسمبلی میں اور پھر پاکستان کی قومی اسمبلی میں انھیں مسلمانوں سے علیحدہ ایک

غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ مجددین امت کی اصلاح کے لیے آتے ہیں نہ کہ اس کو توڑنے کے لیے کہ انہیں دین اور دنیا کے ہر پروگرام میں مسلمانوں سے علیحدہ ہونے کا موقع ملے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

ا۔ آپ ہی غور فرمائیں نئی امت بنانے والے کو کس طرح پہلی امت کا مربی اور اصلاح کنندہ سمجھا جا سکتا ہے۔ سو جو لوگ مرزا غلام احمد کو چودہ سو سال سے چلی آنے والی امت کا مجدد کہتے ہیں آپ ان کے علم اور دیانت پر ذرا غور کریں وہ کس طرح نئی امت بنانے والے کو پچھلی امت کا ریفارمر کہتے ہیں۔ کیا کسی قوم کا ریفارمر ایسا ہی ہوا ہے جو خود اس قوم میں نہ رہے حدیث مجدد ہر سو سال کی تجدید کی خبر دیتی ہے سو اسلام میں کوئی نبیادی غلطی سو سال سے زیادہ چلتی نہیں رہ سکتی چہ جائیکہ مسلمانوں میں دفع مسیح اور نزول مسیح کا عقیدہ بارہ سو سال اس تسلسل سے چلتا رہے کہ مرزا غلام احمد کو بھی کہنا پڑے کہ مجھ سے پہلے جو لوگ اس عقیدہ پر رہے ان پر اس عقیدے کی وجہ سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور وہ اللہ کے ہاں اس میں بری قرار دیے جائیں گے۔ حدیث مجدد کی رو سے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی اصولی غلطی اس امت میں بارہ سو سال تک اس پختگی اور سنجیدگی سے قائم رہے۔ سو ان حقائق کی روشنی میں آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ قادیانیت کے ہر طرف دجل و فریب کے خار زار تار اس طرح بنے ہیں کہ جو ذرا بھی اس کے قریب پھٹکا اس پر خون کی دھاروں کے سوا کچھ نہ دیکھا گیا اور قادیانیوں کے اس طرح کے پیدا کردہ شبہات میں کسی شخص کو سلامتی سے کسی کنارے پر اترتے نہیں دیکھا گیا۔

حسرت ہے اس مسافر بے بس کے حال پر
جو تھک کے رہ جائے ہے منزل کے سامنے

ایک رمضان میں چاند اور سورج کے دو گرہن

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی امابعد.

دوسری صدی سے ایک پیشگوئی چلی آ رہی تھی کہ ایک رمضان میں چاند اور سورج دونوں کو خلاف تاریخ کائنات گرہن لگیں گے ایسا کبھی پہلے نہ ہوا ہوگا قادیانی اسے حدیث کے نام سے پیش کرتے رہتے ہیں اسے سمجھنے کے لیے ہم پہلے یہ چند بنیادی امور بطور تمہید سامنے لاتے ہیں ازاں بعد ہم اس پیشگوئی کا جو کسی لائق اعتبار سند سے ثابت نہیں ایک تحقیقی جائزہ لیں گے۔

قیامت کا نقطہ وقوع اللہ رب العزت کے ہی علم میں ہے اس کی کچھ علامات صغریٰ ہیں اور کچھ کبریٰ۔ علامات صغریٰ تو کائنات کے اس موجودہ نظام کے اندر ظاہر ہو رہی ہیں اور علامات کبریٰ میں یہ نظام اس طرح نہ رہے گا اس دور میں پورا نظام کائنات ہل جائے گا اور اس میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہوں گی اور وہ کچھ ہوگا جو اب تک نہ ہوا ہوگا یہاں تک کہ یہ پورا کرہ اپنے نظام سے نکل جائے گا اس کے آگے کوئی دوسرا نظام چلے گا جس کے مدو جزر اور شکست و ریخت کو بس وہی جانتا ہے جو اس کائنات کا پیدا کرنے والا ہے یوں سمجھئے۔

جہاں نو ہو رہا ہے پیدا اور عالم پیر مر رہا ہے

یہ آیات الساعہ یا اشراط الساعہ کسی نظری درجے میں نہ ہوں گی کہ انھیں صرف خواص ہی پہچان سکیں قیامت کی بجلیاں سر عام کوندیں گی اور زلزلے خواص و عوام سب کو یکساں ہلتا دکھائی دیں گے عربی میں آیت اس نشان کو کہتے

ہیں جس کو ہر خاص و عام دیکھ پائے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت مریم اور ان کے بیٹے کو اپنی قدرت کا ایک نشان کہا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ ایک عورت بغیر مرد کے بچہ جنے یہ صرف خدا کی قدرت سے ہے ایسا پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔

حضرت امام محمد باقر سے ایک روایت چلی آ رہی ہے کہ مہدی کے دو نشان ہوں گے یہاں انھیں ایتین (دو نشان) کہا گیا ہے لفظ آیت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دو کھلی باتیں ہوں گی جنھیں ہر کوئی دیکھ سکے گا۔ چاند اور سورج کو ایک رمضان میں اس طرح دو گرہن لگیں گے کہ ایسا پہلے کبھی نہ ہوا ہو اور یہ کوئی نظری درجے کی بات نہ ہوگی۔ اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

لم تکونا منذ خلق السموات والارض تنکسف القمر فی اول لیلة من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منه

(سنن دار قطنی ۲ ص ٦٥)

ترجمہ: جب سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہوئی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن لگے گا اور سورج کو رمضان کے نصف میں (اس کی پندرھویں تاریخ میں)

اس روایت کے دو راوی عمرو بن شمر اور جابر جعفی اشد درجے کے ضعیف ہیں حضرت امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں میں نے جابر سے زیادہ جھوٹا راوی کسی کو نہیں دیکھا لیکن ہم اس وقت اس روایت کے ضعف پر بحث نہیں کر رہے ہم اپنے قارئین کو اس کے نشان اور آیت ہونے کا پتہ دے رہے ہیں کہ یہ پیشگوئی نشان قیامت کے طور پر کیسے واقع ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کو پہلے ہی فرما گئے ہیں کہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا اب ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو جتنی رمضان کا چاند دیکھنے کی فکر ہوتی ہے اتنی اور کسی چاند کے دیکھنے کی نہیں ہوتی اور اس رات کا چاند گرہن بھی

پہلے کسی نے نہ سنا ہوگا نہ دیکھا ہوگا۔

اب یہ مسئلہ کہ رمضان کی پہلی رات سے چاند گرہن کی راتوں کی پہلی رات (یعنی تیرھویں رات) مراد لی جائے اور رمضان کے نصف سے رمضان کی اٹھائیسویں تاریخ مراد لی جائے کیونکہ علم ہیئت کی رو سے سورج گرہن ہمیشہ چاند کی ۲۷، ۲۸، ۲۹، تاریخوں میں لگتا ہے۔ اس تاویل سے یہ مسئلہ ایک نظری مسئلہ بن جاتا ہے اور یہ ایک آیت اور نشان نہیں بنتا عوام میں پانچ فیصد سے زیادہ لوگ نہیں جانتے کہ علم ہیئت کی رو سے چاند گرہن قمری مہینوں کی ہمیشہ تیرھویں چودھویں اور پندرھویں راتوں میں ہی لگتا ہے اور سورج گرہن بھی ہمیشہ قمری ماہ کی ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ تاریخوں میں کسی ایک میں لگتا ہے۔

رہے خواص تو گو وہ یہ پوری تفصیل جانتے ہیں لیکن وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہر واقع شدہ گرہن ۲۲۳ برس کے بعد پھر اسی طرح اور انہی خصوصیات کے ساتھ دوبارہ واقع ہوتا ہے تعلیم یافتہ حضرات اسے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں پوری تسلی سے دیکھ سکتے ہیں علم ہیئت کی رو سے آسمانوں میں ہر ۲۲۳ سال کے بعد کائنات کی دوسری گردش شروع ہو جاتی ہے۔ اب جن تعلیم یافتہ حضرات کو پتہ ہے کہ ہر واقع شدہ گرہن ۲۲۳ سال بعد پھر اپنے پہلے نظام میں آ جاتا ہے وہ دارقطنی کی روایت کے ان الفاظ کا مصداق کہیں نہ پاسکیں گے۔

لم تکونا منذ خلق السموات والارض.

ترجمہ: ایسا کبھی نہ ہوا ہوگا جب سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہوئی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ یہ روایت اس نظام کائنات کے اندر رہتے ہوئے کسی کے ہاں کس درجہ میں بھی لائق قبول اور لائق فہم نہ ٹھہر سکے گی سو اس کے لائق قبول ہونے کی واحد شکل یہی ہے کہ ظہور مہدی کو قیامت کی علامات کبریٰ میں رکھا جائے جب نظام کائنات یہ نہ رہے گا اور چاند گرہن واقعی رمضان کی پہلی

رات کو لگے گا اور سورج گرہن اس نئے نظام میں رمضان کی پندرھویں تاریخ کو تو یہ روایت اپنے ظاہر معنی میں بڑی آسانی سے قبول کی جا سکے گی مہینہ تیس کا لیا جائے تو اس کا نصف اس کی پندرھویں رات ہوتی ہے اور اس روایت میں ظہور مہدی کی یہ علامت واقعی ایک آیت (نشان) بن کر سامنے آتی ہے اور یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں رہتا عیسیٰ بن مریم کا نزول اور ظہور مہدی اور دجال قیامت کی علامات کبریٰ میں سے ہیں انھیں خواہ مخواہ علامات صغری میں لانا اور اس نظام کائنات میں رکھنا یہ غلام احمد کی ایک جاہلانہ ضد کے سوا کچھ نہیں اور پھر اسے یہ جاننے کے بعد کہ ہر پہلے گزرا گرہن ۲۲۳ سال بعد پھر اپنی اس گردش میں آ جاتا ہے (اور معلوم نہیں اس نظام کائنات میں ایسی کتنی گردشیں گزریں۔ کوئی صاحب علم اسے اس طرح قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا۔

پھر یہ بھی دیکھنے کو اس روایت میں ایک لفظ نصف موجود ہے جو جفت عدد میں ہی) ہو سکتا ہے طاق عدد کے درمیان کو نصف نہیں وسط کہتے ہیں۔ پانچ نمازیں طاق عدد ہیں ان میں درمیانی نماز کو صلوٰۃ النصف نہیں صلاۃ وسطی کہتے ہیں قرآن کریم میں ہے۔

حافظوا علی الصلوٰات والصلوٰۃ الوسطی و قوموا للّٰہ قانتین.

(پ ۲ البقرہ ۲۳۸)

ترجمہ: محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیانی نماز کی اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے۔

سورج گرہن کی نشاندہی دار قطنی کی اس روایت میں اس طرح کی گئی ہے کہ یہ رمضان کے نصف میں لگے گا اس میں یہ بھی واضح ہوا وہ رمضان تیس دن کا ہوگا اور پندرھویں رات اس کا نصف ہوگا اس روایت میں واضح گیا ہے۔

وتنکسف الشمس فی النصف منہ (سنن دار قطنی جلد ۲ ص ۶۵)

سو اگر اس روایت میں سورج گرہن، گرہن کی تین راتوں ۲۷۔۲۸۔۲۹ میں درمیانی رات (اٹھائیسویں رات) میں لگنے کی خبر ہوتی تو روایت کے الفاظ یہ ہوتے۔

وتنکسف الشمس فی الوسط منه.

فی النصف منه کے الفاظ نہ ہوتے عربی میں تین راتوں کے وسط کو نصف نہیں کہتے سو واضح ہوا کہ اس روایت میں اول لیلۃ سے مراد رمضان کی پہلی رات ہی ہے اور نصف سے مراد پندرھویں رات ہے نہ کہ اس سے رمضان کی تیرھویں اور اٹھائیسویں راتیں مراد ہیں۔

یہ دو گرہن نشان تبھی بن سکتے ہیں کہ عوام و خواص سب کے لیے نشان ہوں رمضان کی تیرھویں اور اٹھائیسویں کا تعین عوام کی رسائی میں نہیں ہوتا اور اسے ان لمهدینا ایتین نہیں کہا جا سکتا پھر یہ ماننے کے بعد کہ ایسا تو کئی دفعہ ہوا کہ ایک رمضان میں تیرھویں اور اٹھائیسویں تاریخ کو چاند اور سورج کو گرہن لگا قادیانیوں نے اس میں ایک اور شرط بڑھا دی کہ ایسا کسی کے دعوی مہدویت کے وقت میں ہوا ہو، ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا اس سے یہ مسئلہ اور بھی نظری ہو جاتا ہے اور عوام کسی طرح یہ جان نہیں سکتے کہ اس وقت دنیا کے کس کس خطے میں کون اس دعویٰ کا دعویدار ہے اور وہ مسلمانوں میں سے ہے یا انگریزوں میں سے (جیسا کہ مسٹر ڈوئی امریکہ میں مسیح موعود ہونے کا دعویدار تھا اور اس کے دور میں بھی رمضان میں ان دو تاریخوں کو دو گرہن لگے تھے۔)

اس روایت کے بارے میں قادیانیوں نے جو جو تاویلات کی ہیں ان سے مسئلہ نہایت دور کے اندھیروں میں چلا گیا ہے۔ چہ جائیکہ اسے ظہور مہدی کا کھلا آسمانی نشان کہا جا سکے۔

مجدد قرن دوازدہم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں۔

احکام کی منشاء ان امور پر ہے جس کو بے پڑھے لوگ بھی جانتے ہوں تعمق اور محاسبات نجومیہ پر ان کا مبنی نہیں بلکہ شریعت تو ان چیزوں کو مٹانے کے لیے آئی ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

انا امة امية لا نكتب ولا نحسب.

(حجۃ اللہ البالغہ جلد۲ ص ۱۲۵ ترجمہ اردو)

ترجمہ: ہم امت امیہ ہیں ہمارے امور کا مدار ان باتوں پر نہیں جنھیں پڑھے لکھے لوگ ہی جان سکیں۔

دور مہدی میں دنوں اور راتوں کا یہ نظام نہ رہے گا

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا۔

لاتقوم الساعة حتى يتقارب الزمان فتكون السنة كالشهر والشهر كالجمعة و تكون الجمعة كاليوم و يكون اليوم كالساعة و تكون الساعة كا لضرمة بالنار. (رواه الترمذی)

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمانہ ایک دوسرے کے نئے قرب میں نہ آ جائے ایک سال ایک مہینہ کا اور ایک مہینہ ایک ہفتہ کا اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر ایک دن ایک گھنٹے میں چلا آئے گا اور ایک گھنٹہ ایسے جیسے کہ آگ کا ایک شعلہ اٹھا۔

دجال میدان میں چالیس دن رہے گا وہ دن کیسے ہوں گے؟ اسے حضرت نواس بن سمعانؓ کی اس روایت میں دیکھئے آپ اسے حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

قلنا یارسول الله ومالبثه فی الارض قال اربعون یوماً یوم کسنة و یوم کشهرو یوم کجمعة وسائر ایامه کایامکم قلنا یارسول الله فذلک الیوم الذی کسنة ایکفینا فیه صلٰوة یوم

قال لا اقدروا لا قدره قلنا یارسول اللّٰہ وما اسراعه فی الارض...... الحدیث. (مشکوٰۃ ص ۴۷۳)

ترجمہ: ہم نے کہا یارسول اللہ وہ کتنا عرصہ زمین پر ٹھہرے گا فرمایا چالیس دن۔ ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کا اور ایک ہفتہ ایک مہینے کا اور باقی دن تمھارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ ہم نے پوچھا کہ جو دن ایک سال کا ہوگا کیا اس میں ایک دن کی نمازیں (یعنی پانچ ہی) ہمیں کافی ہوں گی آپ نے فرمایا نہیں اس لیے ان میں تم نمازوں میں اندازہ کرتے جاؤ۔ پھر ہم نے پوچھا کس قدر جلد چلنا ہوگا اس کا زمین میں؟

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ان دنوں باوجودیکہ نظام کائنات بدلا ہوگا اللہ کی اطاعت کے احکام بدستور باقی رہیں گے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب دور مہدی میں دنوں کا نظام بدلنا مانا جا سکتا ہے تو راتوں کا نظام اس طرح بدلے کہ چاند کو پہلی رات ہی گرہن لگے تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ یہ پہلی رات کو چاند گرہن لگنا واقعی خلاف نظام سابق ہوگا لیکن پندرہ تاریخ کو سورج کو گرہن لگنا یہ صرف تاریخ کے اعتبار سے نئی بات ہوگی صورۃً اس میں کوئی ایسا تغیر دکھائی نہ دے گا جیسا پہلی رات کے چاند گرہن میں کہ اس باریک لائن پر گرہن لگے غالباً یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں علامات قیامت میں صرف چاند گرہن کا ذکر ملتا ہے اس کے ساتھ سورج گرہن کا نہیں اور جہاں سورج اور چاند کے جمع ہونے کا بیان ہے وہاں گرہن کا کوئی ذکر نہیں یہ اس کا بیان ہے کہ...... آخر میں روشنی کے یہ دونوں اجرام بے نور ہو جائیں گے۔

یسئل ایان یوم القیٰمه○ فاذا برق البصر و خسف القمره و جمع الشمس والقمر○ یقول الانسان یومئذ این المفر.

(پ ۲۹ القیٰمه ۱۰)

ترجمہ: یہ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب آئے گا؟ سو جب آنکھیں (چکا چوند کیفیت سے) خیرہ ہو جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور چاند اور سورج ایک حالت میں کر دیے جائیں اس دن انسان کہے گا کہ اب میں کدھر بھاگوں (اور کوئی صورت بن نہ آئے گی)

سورج اور چاند کا ایک حالت میں آ جانا وقائع قیامت میں سے ہے آثار قیامت میں سے نہیں اب تک وہ دن آ ہی لگا چاند میں روشنی سورج سے آئی ہے نئے نظام میں جب سورج ایک طرف کر دیا گیا تو ظاہر ہے کہ چاند میں روشنی باقی نہ رہ سکے گی اس لیے یہاں گرہن صرف چاند کا بتلایا گیا یہاں گرہن کا وہ عرفی معنی نہیں جو اس موجودہ نظام میں واقع ہوتا ہے اب بے نور ہونے میں سورج اور چاند دونوں جمع ہو گئے۔ قرآن کریم میں جمع الشمس والقمر کے یہ الفاظ سورہ القیامہ میں واقع ہیں ان الفاظ کو ان کے پورے سیاق و سباق میں پڑھنے والا ایک لحہ کے لیے بھی ان سے ان دونوں کا ایک رمضان میں گرہن میں جانا مراد نہیں لے سکتا۔ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ کون قرآن جاننے والا ہوگا اندلس کے جلیل القدر عالم حافظ ابو حیان الاندلسی (۷۵۴ھ) لکھتے ہیں۔

وقال علي و ابن عباس يجعلان في نور الحجب...... و قيل يجمع بينهما في ذهاب الضوء فلا يكون ثم تعاقب ليل و نهار. (التفسير الكبير البحر المحيط جلد ۸ ص ۳۸۶)

ترجمہ: حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں چاند اور سورج دونوں پردوں کے نور میں کر دیے جائیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں بے نور ہونے میں یکساں کر دیا جائے گا اور رات اور دن کا اس طرح ایک دوسرے کے پیچھے آنا نہ ہوگا۔

قرآن پاک کی سورہ قیامت کی یہ آیت بتلا رہی ہے کہ یہ امور وقائع قیامت کے ہیں آثار قیامت میں سے نہیں یہ اس وقت کی بات ہے جب سمندر ابلیں گے اور پہاڑ اڑیں گے اور قیامت کا بگل بج جائے گا۔

قرآن کریم اسے صریح طور پر قیامت کے دن کی بات کہتا ہے اسے خواہ مخواہ آثار مہدی میں سے سمجھنا قرآن پر ایک بڑی زیادتی ہے غلام احمد ایک جگہ لکھتا ہے۔

انہ من آثار القیامۃ لامن اخبار القیامۃ کما ھو اجلی و اظھر عند العاقلین فان القیامۃ عبارۃ عن فساد نظام ھذا العالم الاصغر و خلق العالم الاکبر فکیف یقع فی حالۃ الفک الخسوف الذی تعرفون بالیقین لا بالشک ...... و اسبابہ.

(نور الحق جلد ۲ ص ۸ رخ جلد ۸ ص ۱۹۴)

ترجمہ: یہ روایت آثار قیامت میں سے ہے واقعات قیامت میں سے نہیں جیسا کہ عقلمندوں کے ہاں جلی اور ظاہر ہے قیامت سے مراد وہ وقت ہے جب اس عالم اصغر کا نظام جاتا رہے اور عالم اکبر کا نظام شروع ہو جائے سو اس نظام کے ٹوٹنے کے وقت، گرہن کیسے لگ سکیں گے تم یقینی طور پر اس کے علل واسباب کو جانتے ہو۔

آپ دیکھیں کہ غلام احمد کس طرح یہاں کھلے طور پر قرآن پاک کی تحریف کر رہا ہے قرآن پاک جس دن کو خود قیامت بتلا رہا ہے اسے وہ بڑی جرأت سے آثار قیامت بتلا رہا ہے پھر آگے جا کر یہ بھی کہتا ہے۔

ثم من لوازم الکسوف والخسوف ان یرجع القمر والشمس الی وضعھما المعروف و یعودان الی سیرتھما الاولی و فی صورتھما داخل فی ھذا المعنی واما تکویر الشمس والقمر یوم القیمۃ فھی

حقیقة اخریٰ ولا یرد فیھا نورھما الی حالة اولیٰ.

(ایضاً ص ۹)

ترجمہ: پھر لوازم خسوف اور کسوف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سورج اور چاند پھر اپنی اصل وضع کی طرف رجوع کریں اور اپنی پہلی حالت اور ھیئت میں واپس آ جائیں یہ بات یہاں داخل سمجھی جائے کہ تکویر شمس وقمر جو قیامت کے دن واقع ہوگی وہ ایک دوسری بات ہے اس میں سورج اور چاند کا نور اپنی پہلی حالت پر واپس نہ ہوگا۔

خدا را انصاف کیجئے کہ قرآن جسے قیامت کے دن کی حالت بتاتا ہے اسے غلام احمد کہتا ہے کہ یہ قیامت کے دن کی بات نہیں ہے یہ آثار قیامت کی بات ہے کیا یہ کھلے طور پر قرآن سے کھیلنا نہیں اور کیا یہ قرآن کی کھلی تحریف نہیں؟ یہ سب جرأت ونکبت کس لیے؟ صرف اس لیے کہ دارقطنی کی روایت کہیں گرنے نہ پائے حالانکہ حضور اکرم ﷺ فرما گئے تھے کہ چاند گرہن اور سورج گرہن اللہ کی قدرت کے نشان ہیں یہ کسی کی موت اور کسی کے ہونے کی علامات نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔

ان الشمس والقمر لا یخسفان لموت احد ولا لحیاته و لکنھما ایتان من آیات اللہ. (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۴۲)

ترجمہ: سورج اور چاند کسی کی موت اور کسی کے ہونے کے علامت کے طور پر گرہن نہیں کرتے۔

یہ دونوں خدا کی قدرت کے نشانات میں سے ہیں۔

یعنی وہ جب چاہے چاند کے کسی حصے کو بے نور کر دے اور جب چاہے سورج کے کسی حصے پر پردہ ڈال دے اس کی قدرت سے کوئی چیز سورج ہو یا چاند باہر نہیں لیکن خدا کی قدرت کے یہ دو بڑے نشان کسی کی موت یا اس کے

ہونے کا نشان نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔

اس صریح ارشاد نبوت کے ہوتے ہوئے ہم شمر کے بیٹے کی اس روایت کو کیسے تسلیم کرلیں کہ دو گرہن زمین پر مہدی کے ہونے کا نشان ٹھہرائے جا سکتے ہیں پھر دارقطنی کی اس روایت میں اسے حدیث نہیں محمد بن علی کی بات کہا گیا ہے اس کے خلاف اسے محمد رسول اللہ کی حدیث بتلانا کیا صریح خیانت نہیں ہے؟ محمد کے آگے صاف لفظوں میں ابن علی کے الفاظ موجود ہیں۔ پھر سنن دارقطنی کو صحیح بخاری کے برابر لانے کے لیے غلام احمد نے سنن دارقطنی کو بھی صحیح دارقطنی بنالیا ہے وہ لکھتا ہے:

صحیح دارقطنی میں...... ایک حدیث ہے۔

ان لمهدينا ايتين لم تكونا منذ خلق السموات والارض.

(حقيقة الوحی ص ۱۹۵ رخ جلد ۲۲ ص ۲۰۲)

پھر تعجب ہے کہ قادیانی صحیح بخاری کی روایت کا رد کرنے کے لیے صحیح دارقطنی کے الفاظ کے بھی پابند نہیں بنتے وہ اس روایت میں یہ دو باتیں اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں۔

ا۔ روایت میں یہ تھا کہ چاند کو رمضان کی پہلی رات گرہن لگے گا اور سورج کو نصف رمضان میں غلام احمد نے اسے اس طرح بنالیا ہے۔

ان المراد من خسوف اول ليلة رمضان ان ينخسف القمر فی ليلة اولٰی من ليال ثلث يكمل نور القمر فيها (نور الحق حصه ۲ ص ۱۴، رخ جلد ۸ ص ۲۰۱)

رمضان کی پہلی رات میں چاند گرہن لگے گا اس سے مراد یہ ہے کہ گرہن کی تین راتوں میں سے پہلی رات گرہن لگے گا۔ ان دونوں میں چاند کی روشنی پوری ہوتی ہے۔

قدر اللّٰہ انخساف القمر فی اول لیلة من ایام الخسوف کذلک قدر انکساف الشمس فی نصف من ایام الکسوف...... فلا شک انه حدیث من خیر المرسلین وله طرق اخری تشهد علی صحته. (ایضاً ص ۱۷ رخ جلد ۸ ص ۲۰۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایام خسوف کی پہلی رات میں (تیرھویں رمضان) چاند گرہن مقدر ٹھہرایا اسی طرح سورج گرہن بھی سورج گرہن کی تین تاریخوں میں سے نصف میں (اٹھائیسویں رمضان کو) مقدر فرمایا اس میں مرزا غلام احمد نے یہ تین جھوٹ بولے ہیں۔

۱۔ روایت میں مطلق پہلی رات کا ذکر ہے یہاں کسوف کی پہلی رات کے الفاظ نہیں ہیں اسی طرح سورج گرہن کی راتوں کی درمیانی تاریخ کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔ یہ الفاظ اس نے اپنے پاس سے ڈالے ہیں

۲۔ یہ روایت حضورؐ کی حدیث نہیں ہے۔ یہ محمد بن علی کا قول ہے اور وہ بھی اشد درجے کے ضعیف راویوں کی روایت سے

۳۔ اس حدیث کے اور بھی طرق ہیں جو اس کے صحیح الاسناد ہونے کے گواہ ہیں طرق طریق کی جمع ہے اس کے لیے ایک بھی کوئی دوسرا طریق نہیں ہے۔

۴۔ اس روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب سے زمین و آسمان بنے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا یہ علم ہیئت کے اس نظام میں کبھی نہیں ہوسکتا اس نظام میں واقع شدہ گرہن ہر ۲۲۳ سال کے بعد پھر اس طرح اور اپنی انہی خصوصیات کے ساتھ دوبارہ لگتا ہے چنانچہ ایسے گرہن اپنی ان گردشوں میں کئی دفعہ لگ چکے ہیں (کہ رمضان کی تیرھویں کو چاند گرہن لگے اور اٹھائیویں کو سورج گرہن لگے) پس اس نظام میں یہ کہنا کہ ایسا پہلے کبھی نہ ہوا ہوگا ایک نہایت مہمل بات ٹھہرتی ہے کوئی پڑھا لکھا آدمی ہرگز اسے باور نہ کر سکے گا اور مرزا غلام احمد کو خود بھی اعتراف

ہے کہ ایسا کئی دفعہ ہوا ہے۔

سو اس روایت کو قبول کرنے کی صرف ایک ہی راہ ہے کہ اسے اس کے ظاہر الفاظ میں قبول کیا جائے کہ ایسا اس نظام میں تو نہیں کسی دوسرے نظام میں ہوگا کہ چاند کی پہلی رات چاند کو گرہن لگے (نہ کہ تیرھویں رات میں) مگر یہ بات چونکہ غلام احمد کو راس نہ آتی تھی اس نے اسے اس کے اظہر معنی میں قبول کرنے کی بجائے اپنی طرف سے اس میں یہ اضافہ کر دیا کہ ایسا کسی مدعی مہدویت کے دور میں نہ ہوا ہوگا۔ یہ بھی مرزا غلام احمد کا اس روایت میں ایک اپنا اضافہ ہے۔

قادیانی اس روایت کسوف وخسوف میں یہ دو اضافے کیے بغیر کبھی مسلمانوں کے سامنے نہیں آ سکتے۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

عرصہ قریباً بارہ سال کا گزر چکا اس صفت کا چاند اور سورج گرہن رمضان کے مہینے میں وقوع میں آیا تھا...... یہ گرہن دو مرتبہ رمضان میں واقع ہو چکا ہے اول اس ملک میں دوسرے امریکہ میں اور دونوں مرتبہ انہی تاریخوں میں ہوا ہے جن کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے اور چونکہ اس گرہن کے وقت میں مہدی موعود ہونے کا مدعی کوئی زمین پر بجز میرے نہیں تھا اس لیے یہ نشان میرے لیے متعین ہوا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ بارہ برس پہلے اس نشان کے ظہور سے خدا تعالیٰ نے اس نشان کے بارے میں مجھے خبر دی تھی کہ ایسا نشان ظہور میں آئے گا اور وہ خبر براہین احمدیہ میں درج ہو کر قبل اس کے جو یہ نشان ظاہر ہو لاکھوں آدمیوں میں مشتہر ہو چکی تھی (حقیقۃ الوحی ص ۱۹۶ رخ جلد ۲۲ ص ۲۰۲)

اس عبارت میں یہ دو باتیں پیش نظر رہیں۔

۱۔ دارقطنی کی اس روایت میں کہ مہدی کے دور میں یہ دو گرہن لگیں گے اسے مرزا غلام احمد نے ایک آیت (نشان) نہیں ایک اشارہ کہا ہے اور ظاہر

ہے کہ اشاروں کو نشان نہیں ٹھہرایا جاتا اس سے قادیانیوں کی یہ گرہن کی پوری عمارت ہی زمین پر آ گرتی ہے۔ حالانکہ یہ روایت شروع ہی اس سے ہوتی ہے ان لھدینا ایتین۔ کہ ہمارے مہدی کے یہ دو نشان ہوں گے۔

۲۔ مرزا غلام احمد اسے اپنے مہدی ہونے کا نشان نہیں کہتا اسے اپنے دعوے نبوت و رسالت سے جوڑتا ہے وہ لکھتا ہے۔

اگر کسی کا یہ دعوی ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت میں. یہ دونوں گرہن رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں جمع ہوئے تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے۔ (رخ ص ۲۰۳)

اب یہ گویا مہدی کے نشان نہیں مہدی کا لفظ اس روایت میں ایک وسیع معنی میں نبوت و رسالت کو بھی لپیٹ رہا ہے مرزا غلام احمد ابتدا میں مسیح موعود ہونے کا امیدوار تھا اور اس ضمن میں اسے وحی و رسالت کے دعوے کرنے پڑے اسے مہدی بننے میں کوئی مشکل نہ تھی نہ اس نے ابتداء میں کبھی اس کا شوق کیا تھا۔ ہاں گمان کیا جا سکتا ہے کہ سنن دارقطنی کی محمد بن علی کی روایت پر اس کی نظر ہو گی۔

پھر جب ۱۳۱۱ھ میں مطابق ۱۸۹۴ء، ۲۰ مارچ اور ۶ اپریل کو یہ دو گرہن لگے تو مرزا غلام احمد نے مسیح اور مہدی کو ایک شخصیت بنا کر ساتھ ساتھ اپنے مہدی ہونے کی بھی صدا لگا دی ورنہ ابتداء میں اس کی مہدی ہونے پر کوئی نظر نہ تھی وہ ایک جگہ لکھتا ہے۔

میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔ (نصرۃ الحق ص ۵۳ رخ جلد ۲۱ ص ۱۸)

یہاں مہدی کا لفظ نہیں ہے نہ اس وقت تک اسے مہدی ہونے کا کوئی خیال تھا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۹۴ء میں جب چاند اور سورج کو یہ گرہن لگے اس وقت مرزا غلام احمد کا مہدی ہونے کا کوئی مستقل دعویٰ نہ تھا مہدی کا تعارف احادیث میں بطور ایک حکمران کے ملتا ہے اور انگریز بھی جتنا مہدی کے لفظ سے خائف تھے اتنا مسیح موعود کے لفظ سے خائف نہ تھے سو اس دور میں غلام احمد کو مہدی بننے کی کوئی مستقل خواہش نہ تھی وہ جہاں کہیں اپنے لیے مہدی کا لفظ لاتا ہے اسے مسیح موعود کے ضمن میں لاتا ہے وہ خطبہ الہامیہ میں جو ۱۳۱۷ ھجری مطابق ۱۹۰۰ عیسوی میں لکھی گئی لکھتا ہے۔

انی انا المسیح المھدی و انی انا احمد المھدی وان ربی معی الٰی یوم لدی من یوم مھدی. (خطبہ الھامیہ ص ۲۱ رخ جلد ۱۶ ص ض۲)

سو قرین قیاس یہ ہے کہ ۱۸۹۴ء سے پہلے مرزا غلام احمد کا مہدی ہونے کا کوئی مستقل دعویٰ نہ تھا اور نہ اس دعا میں جو مرزا غلام احمد نے لوگوں کی پے در پے لعنتوں اور فتوے تکفیر کے خلاف کی کہیں اس کے مہدی ہونے کا ذکر ہے جلال الدین شمس اس دعا پر لکھتا ہے:

اس دعاء پر بمشکل ایک ماہ گزرا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور سورج اور چاند کا گرہن جس کی احادیث نبویہ میں خبر دی گئی تھی...... ۲۰ مارچ ۱۸۹۴ء کو چاند گرہن اور ۶ اپریل ۱۸۹۴ء کو سورج گرہن ہوا۔

(دیکھو رخ جلد ۸ ص ۴ از مقدمہ)

جب اس دعا میں غلام احمد کی آہ وزاری مہدی ہونے پر نہیں تو اس کی قبولیت میں ایک مہینے میں یہ دونوں گرہن آسمان پر کیسے آ گئے ماہرین فلکیات تو مدت سے خبر دیتے چلے آ رہے تھے کہ ۱۸۹۴ء میں چاند گرہن اور سورج گرہن ان تاریخوں پر لگیں گے غلام احمد نے جونہی آسمان پر یہ دو دعوے دیکھے جھٹ

اپنے مہدی ہونے کا اعلان کر دیا اور ان دونوں گرہنوں کو اس کا نشان قرار دیا اس سے پہلے اگر اس کا دعویٰ مہدویت ہوتا تو اس دعا میں اس کا ضرور ذکر ہوتا جس کی قبولیت میں یہ آسمانی نشان دکھایا گیا سو جب یہ گرہن لگے اس سے پہلے غلام احمد کا کہیں یہ کوئی مستقل دعوی نہ تھا اس بات کا غلام احمد کو بھی کچھ احساس تھا اور اس وجہ سے اس نے کسوف وخسوف کی اس پیش گوئی کو اپنے براہین احمدیہ میں دیے گئے الہامات سے جوڑا تا کہ وہ کہہ سکے کہ یہ گرہن میرے دعوے مہدویت میں لگے کوئی یہ نہ سکے کہ غلام احمد نے گرہن کے ان نشانوں کو دیکھ کر اپنے کو مہدی ٹھہرایا ورنہ پہلے تو وہ نبوت ورسالت سے ہی اس امت میں کافر ٹھہرا ہوا تھا

پھر قادیانیوں کا یہ دعویٰ کہ یہ گرہن مرزا غلام احمد کی اس آہ وزاری کے نتیجہ میں لگے تھے اس کی تردید کے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ ماہرین فلکیات تو سالہا سال سے اس رمضان میں ان دونوں گرہنوں کی خبر دیتے آ رہے تھے۔

براہین احمدیہ میں دیے گئے الہامات باقاعدہ دعوے نہ تھے اب انہیں دو ماہ پہلے کی آہ وزاری کا ثمرہ کہا جا سکتا ہے

براہین احمدیہ مرزا غلام احمد کی کوئی جماعتی کتاب نہ تھی نہ اس کے لیے چندہ صرف اس کے مریدوں نے دیا تھا۔ اس کتاب کے خریداروں نے اس پر غلام احمد پر جو طعن وتشنیع کی وہ بتلاتی ہے کہ اس وقت غلام احمد کا مہدی ہونے کا کوئی تصور نہ تھا نہ اس نے کبھی کہا تھا کہ میں دنیا میں عدل وانصاف نافذ کروں گا جس طرح کہ یہ اب ظلم وجور سے بھری ہے۔ سو مرزا غلام احمد کا اپنے براہین احمدیہ کے الہامات سے اس وقت مہدی ہونے کا کوئی دعوی نہ تھا مرزا غلام احمد

نے محض دھوکہ دینے کے لیے اس میں یہ الہامات ڈالے تھے اس پر غلام احمد کا براہین احمدیہ کے ان الہامات پر اپنا اقرار ملاحظہ ہو۔

یہ الہامات اگر میری طرف سے اس موقع پر ظاہر ہوتے جب کہ علماء مخالف ہو گئے تھے تو وہ لوگ ہزارہا اعتراض کرتے لیکن وہ ایسے وقت میں شائع کئے گئے جب کہ یہ علماء میرے موافق تھے...... میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی ہے اور انہی میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو مسیح موعود ہونے کے حق میں آیتیں تھیں وہ میرے حق میں بیان کر دیں...... یہ خدا کی قدرت ہے کہ انہوں نے قبول کر لیا اور اس پیچ میں پھنس گئے۔

(اربعین حصہ۲ ص۲۱ رخ جلد ۱۷ ص ۳۶۹)

اس میں بھی مرزا صاحب نے اپنے آپ کو مسیح موعود بتلایا ہے مہدی نہیں نہ یہ کہا ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی ہیں جیسا کہ وہ بعد میں اس کا مدعی ہوا تاہم اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اس وقت غلام احمد کی نظر ہرگز اس پیشگوئی پر نہ تھی کہ مہدی کی دو علامات یہ دو گرھن ہوں گے ورنہ وہ مہدی ہونے کا کھلے طور پر مستقل دعوے کرتا اب اس کا حقیقت الوحی میں ۱۸۹۴ء کے ان گرہنوں کو اپنے براہین احمدیہ کے الہامات سے جوڑنا کہ یہ اس وقت واقع ہوئے جب وہ مہدی ہونے کا دعویدار تھا اصلاً درست نہیں اور نہ وہ الہامات ان دنوں غلام احمد کے باقاعدہ الہامات تھے یہ صرف ایک پیچ تھا جو اس نے براہین احمدیہ میں ڈال دیا تھا خدا کے آسمانی نمائندے اپنے دعوؤں کو پیچوں میں نہیں رکھتے حضورؐ تو صریح طور پر پیچدار بات کہنے سے روکتے تھے ذو وجہین بات آپ کو ہرگز پسند نہ تھی۔

سو غلام احمد کا ۱۸۹۴ میں ان گرہنوں کے وقت اپنے دعوے مہدویت کو براہین احمدیہ کے ان پیچدار الہامات سے جوڑنا کسی طرح لائق تسلیم نہیں رہتا اس

نے نور الحق میں ۱۸۹۴ کے ان گرہنوں کو اپنی ایک دعا سے جوڑا ہے اور اس میں اس کے دعوی مہدویت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس پیشگوئی میں کسی کے دعوے مہدویت کی شرط لگانا ایک زیادتی ہے

رمضان کے ان دو گرہنوں میں یہ شرط لگانا کہ اس وقت کوئی مہدی ہونے کا دعویدار بھی ہو یہ قادیانیوں کا ایک اپنا اضافہ ہے روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس سے مہدی بننے کے کسی دعویدار کے لیے مہدی ہونے کا چور دروازہ کھلتا ہے فلکیات کی رو سے جب کسی کو معلوم ہو کہ فلاں رمضان میں چاند اور سورج کو تیرہویں اور اٹھائیسویں تاریخوں میں گرہن لگیں گے اور وہ مہدی ہونے کا دعوی کر دے تو اب اسے کون روک سکے گا؟ یہ سوال ہم مرزا ناصر اور مرزا طاہر کے دور سے بار بار کرتے چلے آرہے ہیں لیکن کوئی قادیانی اب تک اس کا جواب نہیں دے سکا۔

قادیانیوں کا ایک یہ دعویٰ بھی سنئے

قادیانی کہتے ہیں کہ محمد بن علی کی اس پیشگوئی میں چاند کو گرہن لگنے کی خبر لفظ قمر سے دی گئی ہے اور پہلی رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں قمر نہیں سو یہ روایت اپنے ظاہر میں کسی طرح لائق قبول نہیں سو صحیح یہ ہے کہ پہلی رات سے مراد گرہن کی راتوں کی پہلی رات لی جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ جس طرح ہلال اور بدر دو مقابل کے الفاظ ہیں اس طرح عربوں میں ہلال اور قمر کے الفاظ کہیں متبادل نہیں پائے گئے یہ پورا مہینہ قمری مہینہ کہلاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ قمر پورے مہینہ کی ہر رات میں موجود ہوتا ہے عربی لغت میں ہلال قمر کی پہلی رات کے چاند کو کہتے ہیں۔

الهلال غرة القمر فی اول لیلة (قاموس جلد ۴ ص ۵۴)

پھر ہلال پہلی رات کے چاند کو ہی نہیں چھبسویں اور ستائسویں رات کے چاند کو بھی ہلال کہتے ہیں

قرآن کریم نے قمر کا لفظ پورے قمری مہینہ کی ہر رات پر وارد کیا ہے سو یہ سب قمر کی ہی مختلف منزلیں ہیں قادیانیوں کا یہ دعوی کہ پہلی رات کے چاند کو قمر نہیں کہا جاسکتا دعوی بلا دلیل ہے اور قرآن کریم کی یہ آیت اسکی کھلی تردید ہے۔

والقمر قدرنا منازل حتی عاد کالعرجون القدیم (پ ۲۳ یٰسین)

ترجمہ: اور ہم نے چاند کی مختلف منزلیں مقرر کی ہیں یہاں تک کہ وہ ایک پرانی ٹہنی کی طرح ہو کر رہ جائے سورج سے نہیں ہوسکتا کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ پاتی ہے ہر ایک فلک میں تیر رہا ہے۔

تفسیر جلالین کے حاشیہ جمل میں ہے۔

وینزل القمر کل لیلة منزلاً منها الی انقضاء ثمانیه و عشرین

(جلد ۲ ص ۳۳۴)

ترجمہ: اور قمر ہر رات اپنی ایک منزل میں اترتا ہے یہاں تک کہ اس کے اٹھائیس دن پورے ہو جائیں۔

هو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً و قدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب

(پ ۱۱ یونس ۵)

ترجمہ: اللہ ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو بھی روشنی بخشی اور اس کے لیے کئی منزلیں ٹھہرائیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔

اب اگر کسی نے قمری حساب سے ایک مہینہ کے لیے کسی سے دوکان کرایہ پر لی تو مہینہ قمری شمار ہوگا اور پہلی رات کا ہلال اس ماہ کی پہلی منزل ٹھہرے گا اور یہ چاند کی مختلف منازل میں سے ایک منزل شمار ہوگی۔

سو اس روایت میں اس قسم کے اختلافات اٹھانے سے قادیانیوں کو ہرگز کوئی فائدہ نہیں پہنچتا غلام احمد تو لفظ قمر کو اس قدر وسیع سمجھتا تھا کہ اس نے اسے سورج پر بھی لپیٹ دیا وہ ایک جگہ حضور اکرمؐ پر اپنی فضیلت بتاتے ہوئے لکھتا ہے۔

لا خسف القمر المنیر وان لی غسا القمر ان المشرقان أتنکر

(اعجاز احمدی ص ۷۱ رخ جلد ۱۹ ص ۱۸۳ ضمیمہ نزول مسیح)

ترجمہ: حضورؐ کے لیے تو ایک ہی دفعہ شق القمر ہوا چاند دو ٹکڑے ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگا کیا اب بھی تو میری فضیلت کا انکار کرے گا؟

سو کچھ انصاف کیجئے کہ قمر کا لفظ اگر سورج پر آسکتا ہے تو کیا یہ کسی پیرایہ میں ہلال پر نہیں آسکتا ہم اس پر قادیانیوں پر اپنی حجت تمام کرتے ہیں۔

اس وقت آئندہ ہونے والے رمضانوں میں کسی رمضان میں ۱۳ تاریخ کو اور ۲۸ تاریخ کو یہ دو گرہن لگیں اور اس کی پوری فہرستیں سائنسدانوں کے پاس موجود ہیں تو اب کوئی ان پر نظر رکھنے والا اس وقت اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کر دے تو کیا اسے مہدی تسلیم کرلیا جائے گا؟ اس صورت میں دعوی مہدویت کا یہ چور دروازہ ہر طالع آزما کے لیے کھلا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ غلام احمد نے بھی حدائق النجوم میں اس رمضان کو پہلے سے معلوم کر رکھا تھا لیکن اس وقت وہ اپنے دعویٰ میں دائرہ رسالت میں قدم رکھ چکا تھا۔ یہ مہدی سے بہت آگے کی ایک منزل تھی سو اس وقت اس نے مستقل طور پر اپنے مہدی ہونے کا دعوی

نہ کیا تھا نہ روایت دارقطنی اس نے اس وقت کہیں پیش کی تھیں پھر اس کے بارہ سال بعد ۱۸۹۴ میں رمضان میں جب یہ دو گرہن لگے تو اس نے اسے اپنے مہدی ہونے کا نشان بتلایا اور پھر یہ شمر کے بیٹے کی دارقطنی کی روایت اسکے مہدی ہونے کا ایک نمایاں نشان بن گئی حالانکہ اس وقت وہ اس سے بہت آگے رسالت کے حیرت کدوں میں گھوم رہا تھا اب قادیانیوں کا اس روایت کو اٹھائے پھرنا ایک بچوں کے کھیل کے سوا کچھ نہیں اور حق یہ ہے کہ یہ پیشگوئی غلام احمد کو کسی پہلو سے کوئی مدد نہیں دے رہی۔ ہم یہاں اس پیشگوئی کی بحث ختم کرتے ہیں۔

یہ مجموعہ رسائل جو مختلف موقعوں پر مرزا صاحب کے تعارف میں لکھے گئے مرزا صاحب کی عادات پیشگویوں اور کردار کا ایک تاریخی خاکہ ہیں اسے عام لفظوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک اشناختی کارڈ سمجھیں۔